مصورِ پاکستان کون؟

تلخ حقائق

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

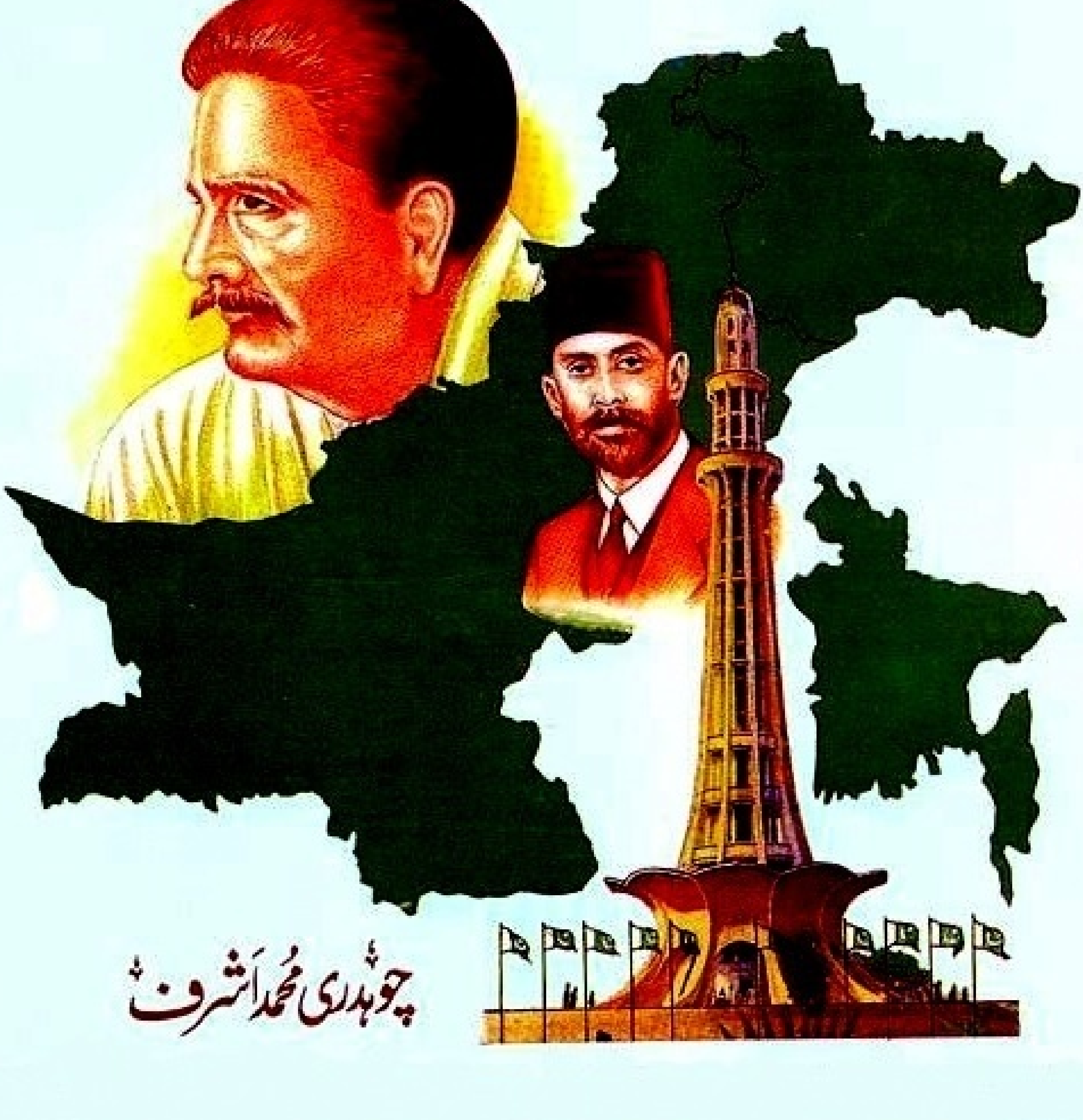

چوہدری محمد اشرف

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

مصور

پاکستان

کون؟

تلخ حقائق

مؤلف

چوہدری محمد اشرف
ایڈووکیٹ

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

انتساب

دادا جان صوفی رحمت اللہ اور والدین

کے نام جن کی دعاؤں نے قدم قدم ساتھ دیا

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

موضوعات

صفحہ نمبر

باب اول:	تقسیم ہند کی تجاویز	15 -26
باب دوئم:	خطبہ الٰہ آباد اور اقبال	27
	*ہندوستانی قوم کا اتحاد	29
	*ہندوستان میں اتحاد و اتفاق	29
	*ہندوستان کے مسلمانوں کا ہندوستانی گھر	31
	*ہندوستان کے اندر مسلم ہندوستان	32
	* نہرو رپورٹ	36
	*وفاق کی خود مختار ریاستیں	38
	*مسلمان ہندوستان کا بہترین دفاع کریں گے	39
	*وفاق ہندوستان کی غیر جانبدار فوج	43
	*وفاقی ریاستوں کے نمائندوں کی اسمبلی	45
	*مسلمانوں کا وفاقی حکومت کا مطالبہ	47
	*آل انڈیا فیڈرل اسمبلی میں مسلم نشستیں	47
	*صوبوں کی طبقہ وارانہ تقسیم	48

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

*لسانی، نسلی، تمدنی و مذہبی بنیادوں پر صوبوں کی تقسیم 50

*ہندوستانی صوبوں اور وفاق میں مسلمانوں کے حقوق 51

*فرقہ وارانہ مسئلے کا حل 53

*ہندوستان میں جینا اور مرنا ہمارا مقدر ہے 55

باب سوئم: تجویز اقبال: ایک جائزہ 59

*ڈاکٹر صفدر محمود 60

*ڈاکٹر راجندر پرشاد 66

*خان عبدالولی خان 67

*ایم۔اے۔ایچ۔اصفحانی 68

*ملک برکت علی 70

*سر میاں محمد شفیع 71

*گول میز کانفرنس 73

*سر چوہدری ظفر اللہ خان 77

*اقبال اور مسلم شرکاء کانفرنس کا رد عمل 80

*برطانوی پارلیمنٹ کی تشویش 81

*علامہ اقبال کا اتفاق اور عدم اتفاق 82

*اے۔ٹی۔چوہدری 84

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

*چوہدری رحمت علی	84
باب چہارم: تجویز اقبال ---اقبال کی نظر میں	87
*شمالی مغربی مسلم صوبے، 12 اکتوبر 1931ء۔ لنڈن ٹائمز	87
*مولانا محمد عرفان کے نام خط، 8 جون 1932ء	91
*پروفیسر ایڈورڈ ٹامسن کے نام خط، 4 مارچ 1934ء	92
*پروفیسر ایڈورڈ ٹامسن کے نام خط، 26 جولائی 1934ء	94
*سید راغب احسن کے نام خط، 6 مارچ 1934ء	94
*آزاد مملکت اسلامیہ یا وفاق ہند کا مسلم صوبہ	97
باب پنجم: چوہدری رحمت علی کا تصور پاکستان	100
*جدوجہد آزادی کا پس منظر	100
*ناؤ آر نیور کے تائید کنندگان	107
*تائید کنندگان کا انحراف	109
*اب یا کبھی نہیں	113
*اسم پاکستان کی تخلیق	124
باب ششم: چوہدری رحمت علی کی جدوجہد آزادی	130
*بزم شبلی سے تاریخی خطاب	132

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

* صحافت 136

* ایچی سن کالج میں ملازمت 137

* اقلیتوں کے لیے علیحدہ ملک 139

* انگلینڈ روانگی 141

* گول میز کانفرنسیں 142

* قیام پاکستان کا مطالبہ 144

* ناؤ آر نیور 145

* کاغذ کی گولیاں 146

* تصور پاکستان - ناقابل عمل سکیم 147

* نماز جمعہ کا اہتمام 148

* اسلامک فادر لینڈ اینڈ انڈین فیڈریشن 149

* ہندو پریس 150

* ہائیڈ پارک 151

* انسائیکلوپیڈیا آف اسلام 153

* ترک ادیبہ خالدہ ادیب خانم 155

* ایک قوم یا دو قومیں 161

* پاکستان نیشنل موومنٹ کی ابتداء 161

* پاکستان [illegible] 165

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

* پاکستان نیشنل موومنٹ کا حلقہ اثر	167
* پاکستان کی معاشی خود کفالت	168
* پاکستان کا طرزِ حکومت	169
* پاکستان نیشنل موومنٹ کا ہندو مسلم تنازعے پر اثر	169
* ہندوستان کے باقی ساڑھے چار کروڑ مسلمانوں کا مستقبل	172
* ایک ہندوستانی قوم سے اتفاق کیوں نہیں؟	174
* بنگال اور حیدر آباد کی آزادی	176
* ہٹلر سے ملاقات	177
* دی ٹائمز لندن	179
* چوہدری خلیق الزمان	180
* قرارداد لاہور	181
* قائداعظم اور پاکستان	187
* ملت اسلامیہ اور انڈین ازم کی لعنت	190
* سہ ملکی اتحاد	191
* پاک کامن ویلتھ آف مسلم نیشنز	192
* براعظم دینیہ	193
* عظیم دھوکہ	193
* پاکستان - فادر لینڈ آف دی پاک نیشن	194

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

* پاکستان آمد اور روانگی	195
* پاکستان ٹائمز کو انٹرویو	200
* قائداعظم کی رحلت	204
* اقوام متحدہ کے نام اپیل	209
* علالت اور رحلت	212
* حوالہ جات	215 - 222

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

پیش لفظ

پاکستان کے جنم اور اس کے محرکات سے میری عقیدت فطری ہے۔ بچپن جو پیپل کی چھاؤں تلے کھیلنے اور لہلہاتے کھیتوں کی دیہاتی زندگی سے لطف اندوز ہونے کی عمر ہوتی ہے ایسے میں والدین، دادی جان اور دیگر بزرگ خون کے دریا پار کر کے آزاد وطن میں قدم رکھنے کے واقعات سنا کر رونگٹے کھڑے کر دیتے تھے۔ میرے جیسے بے شمار خاندانوں کی ماؤں، بیٹیوں، بہوؤں، جوانوں، بچوں اور بوڑھوں کی قربانیوں کے صدقے یہ دیس نصیب ہوا۔ اس پس منظر میں اس کے تصور، نظریہ اور اساسی بنیاد سے لے کر حصول وطن کے لیے ہر سرگرمی، تحریک اور جدوجہد میرے لیے خصوصی دلچسپی کا سامان لیے ہوئے ہے۔

لاکھوں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ آزاد دھرتی کو پاکستان کا نام مل گیا۔ پاکستان 50 سال بوڑھا ہو گیا لیکن ابھی بھی بھٹک رہا ہے۔ منزل نہیں پا سکا۔ سُنا تو تھا کہ اسے اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔ اس کا تصور اسلامی تھا۔

ایک صاحب نے بتایا کہ 1930ء میں الہ آباد کے مقام پر مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر علامہ اقبال کے صدارتی خطاب میں چار سطروں کو سیاق و

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

سباق سے علیحدہ کر کے پڑھو تو تصور پاکستان مل جائے گا۔ خطبہ الٰہ آباد تو ایک تاریخی دستاویز ہے، پڑھتا چلا گیا۔ بار بار پڑھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ کس طرح چند پیشہ ور مصنفوں نے علامہ اقبال کی فکر کو محدود کر کے رکھ دیا۔ شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال تو ایک آفاقی اور عالمی شاعر تھے وہ تو ہندوستان کے اندر رہتے ہوئے ہی مسلمانوں کی مرکزیت کے قائل تھے اور اس مقصد کے لیے انھوں نے ہندوستان کے تمام صوبوں کی از سر نو طبقہ وارانہ تقسیم کا تصور پیش کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں ایک طرف وہ "وفاق ہندوستان کی غیر جانبدار فوج" کی تجویز پیش کرتے ہیں تو وہیں وہ اس امر کی یقین دہانی بھی کروا دیتے ہیں کہ "مسلمان ہندوستان کا بہترین دفاع کریں گے"۔ علامہ اقبال چاروں مسلم اکثریتی صوبوں پر مشتمل ہندوستان کے اندر ایک مسلم صوبے کو "ہندوستان کے مسلمانوں کا ہندوستانی گھر" اور "ہندوستان کے اندر مسلم ہندوستان" کا نام دیتے ہیں۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے تو خطبہ کے ماحاصل (Conclusion) میں یہاں تک ارشاد فرما دیا کہ "ہمیں ہندوستان کی جانب ایک فرض ادا کرنا ہے وہ ہندوستان جہاں جینا اور مرنا ہمارا مقدر ہے"۔

شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال وہ عظیم فلسفی شاعر تھے جنھوں نے صرف برصغیر ہی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کی راہنمائی کی۔ ان کی اخلاقی

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

برائیوں کی نشاندہی اور دیگر مسائل کی طرف توجہ دی اور اس خوبصورت پیرائے میں الجھی ہوئی گتھیاں سلجھائیں کہ آج یورپ کی چکاچوند روشنیوں میں بسنے والے بھی ان کے کلام سے استفادہ کرنے پر مجبور ہیں۔ ان کا تو مقام ہی اس قدر بلند ہے کہ اُن سے فرضی تصورات منسوب کرنا "**توہینِ اقبال**" کے زمرے میں آئے گا۔

چونکہ شاعر مشرق علامہ اقبال نے ہندوستان سے علیحدہ ایک آزاد اور خود مختار مسلم مملکت کا تصور ہی پیش نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے آزادی کے بعد پیش آمدہ مشکلات، مسائل اور دیگر ریاستی امور کے بارے میں راہنمائی بھی نہیں فرمائی۔

مجھے اپنی تحقیق کے دوران لاتعداد مطبوعہ مواد ایسا ملا جو حقیقی تصور پاکستان بھی ہے جو ایک آزاد مملکت اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی بنیادی اساس، جزئیات، اس کے رقبے، سرحدیں، پہاڑی سلسلے، دریاؤں، جھیلوں، وادیوں، صنعتوں حتیٰ کہ آثار قدیمہ، آبادی، وسائل اور طرز حکومت جیسی حساس تفصیلات پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ لیکن ہم نے اس تصور میں سے صرف لفظ پاکستان اپنا لیا اور مصلحتاً باقی تصور کو قیام پاکستان کے بعد ایک گہری اور مجرمانہ سازش کے تحت فراموش کر دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک حقیقی تصور اور مصور کو تلاش نہیں کیا جاتا اس وقت تک دین کے نام پر حاصل کیے گئے، پاکستان کی روح بھٹکتی رہے گی اور یہ خونخوار

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

گِدھوں سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکے گا۔

میں حقیقی "تصور اور مصور پاکستان" کی تلاش کا فریضہ تاریخ کے محققین، اساتذہ، طلبا اور ذی شعور احباب کے لیے چھوڑتا ہوں۔ زیر نظر کتاب چند حقائق کو یکجا کرنے نیز درستگیِ ریکارڈ کی ادنیٰ سی کوشش ہے۔ توقع رکھتا ہوں کہ اسے خالصتاً مثبت سوچ و نظر کے ساتھ پرکھا جائے گا۔ اس کاوش سے خدانخواستہ کسی بھی شخصیت یا راہنما کی تحقیر مقصود نہیں، ہر قومی راہنما ہمارے لیے قابل صد احترام ہے تاہم یہ بھی جائز نہیں کہ مصلحتوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر کسی ایک راہنما کی قومی خدمات کو قطعی بھلا دیا جائے یا اپنی مخصوص ترجیحات کے مطابق تحریک آزادی میں ان کی درجہ بندی کا اختیار تاریخ سے چھین کر کاروباری مؤرخین کے حوالے کر دیا جائے۔

اس کتاب میں شامل مواد لاشعوری طور پر گزشتہ 16 سالوں سے اکٹھا کر رہا تھا لیکن اس تمام مواد کو یکجا کرنے کا خیال چار سال قبل پیدا ہوا۔ اس کی تالیف میں مدد کی غرض سے جملہ کتب، مجلہ جات، نایاب اخباری تراشے فراہم کرنے پر جناب بریگیڈیئر (ر) نذیر احمد، جناب عباس عالم، جناب محمد شفیع نعیم، جناب عبدالحمید، جناب محمد قاسم آف گھوٹکی اور جناب محمد افضل کا ازحد مشکور ہوں۔ اپنی اہلیہ اور بیٹوں شہریار، نجم الثاقب و محمد حمزہ کا ذکر بھی ازحد

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ضروری ہے جنھوں نے مجھے مکمل گھریلو سکون اور ذہنی یکسوئی بخشی اور ایسا ماحول فراہم کیا کہ میں اس تاریخی نوعیت کے کام کو مکمل کر پایا۔ محترم اکرام صاحب، برادرم عزیزم محمد الیاس، جناب محمد شہزاد، جناب اختر کھٹانہ، جناب عزیز احمد، جناب منظور احمد، رانا محمد ریاض، جناب محمد سلیم اور میاں مختار احمد کھٹانہ نے بھی بھرپور تعاون فرمایا۔ اس موقع پر اگر میں ممتاز و معروف مؤرخِ قوم جناب کے۔ کے۔ عزیز سابق چیئرمین ہسٹاریکل اینڈ کلچرل ریسرچ کمیشن کا شکریہ ادا نہ کروں تو احسان فراموشی ہوگی جو وطن عزیز کے ان انتہائی چند ایک مؤرخوں میں شامل ہیں جن کی کتب کو حقیقی معنوں میں تاریخی و تحقیقی کتب کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ ان کی تالیف کردہ کتب کے مطالعے سے بھی مجھ میں زیر نظر کتاب تحریر کرنے کا جذبہ اور ہمت پیدا ہوئی۔ عزیز دوست سید سردار احمد پیرزادہ کے وقتاً فوقتاً قیمتی مشوروں کا شکریہ ادا کرنا بھی مجھ پر قرض ہے۔

آخر میں قارئین سے استدعا ہے کہ زیر نظر کتاب میں پائی جانے والی غلطیوں کی نشاندہی فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان کا ازالہ کیا جا سکے۔ تاہم کسی بھی نادانستہ غلطی دلآزاری یا کوتاہی کے لیے پیشگی معذرت کا طلبگار ہوں۔

چوہدری محمد اشرف

اسلام آباد

23۔ مارچ 1997ء

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

باب اول

تقسیم ہند کی تجاویز

برصغیر کی ساحل پر عرب کے مسلمان تاجروں کے پہلے قدم نے اس خطے میں مسلم قومیت کی بنیاد رکھ دی اور دو قومی نظریئے کا آغاز ہوا۔ اسلام نے ایک ہمہ گیر دین کی حیثیت سے اہل ہندوستان کے لیے اپنے در کھُلے رکھے۔ فطرت کے قریب ترین ضابطۂ حیات کی وجہ سے دھریت کے صحرا میں بھٹکنے والوں کو اسے گلے لگانے سے روحانی اور قلبی سکون محسوس ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اللہ کے آخری نبی ﷺ کا علم ہر سو بلند ہونے لگا۔ ہندو دھرم نے اسلام کو اپنے وجود کے لیے خطرہ محسوس کیا اور اس طرح ہندو کی جانب سے اسلام کو مٹا دینے کا عزم جبکہ مسلمانوں کی طرف سے اپنی بقاء اور ارتقاء کی جنگ کی ابتداء ہوئی۔ ہر طلوع ہونے والا آفتاب اس کشمکش کو تیز تر کرتا گیا اور فطری ردعمل کے طور پر مسلمانوں کا احساس قومیت قوی تر ہوتا چلا گیا۔ مسلم مفکرین اور زعماء کے خیالات میں بھی ارتقاء اور جامعیت پیدا ہوتی چلی گئی۔ مسلمانوں کے مسائل الغرض ان کے مفادات کے تحفظ کا ''خیال'' سفر کرتے کرتے بالاخر ''تصور پاکستان'' کی منزل تک جا پہنچا جہاں سے سرزمین پاک صاف نظر آنے لگی۔

مسلمانوں کی حقیقی مشکلات کو محسوس کرنے والوں میں انگریز، ہندو اور دیگر

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

عقائد کے زعماء بھی شامل تھے جنھوں نے برصغیر کے اندر دو قومی چپقلش کا پائیدار حل پیش کیا۔ اس امر کا تعین کرنے کے لیے کہ موجودہ مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تصور کے اصل و حقیقی مصور کون تھے؟ ایک علیحدہ، آزاد اور خود مختار مسلم مملکت کا انتہائی غیر مبہم اور واضح الفاظ میں تصور کس نے پیش کیا؟ اس موضوع پر آنے والی چند تجاویز کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ دو قومی نظریئے، مسلمانوں کے محفوظ مستقبل کے تعین اور علیحدہ و آزاد مسلم مملکت کے بارے میں چند اہم تجاویز ذیل میں پیش کی جارہی ہیں:

جان برائٹ نے 24 جون 1858ء کو ہندوستان کے بارے میں پارلیمنٹ میں زیر غور ایک بل پر بحث کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ "گورنر جنرل کا عہدہ بالکل ختم کر دیا جائے...... ایک سلطنت شاہی کے درمیان پانچ ایسی پریذیڈینسیاں ہونی چاہئیں جن کی حیثیت مساویانہ ہو اور جن کی اپنی کونسل خزانہ، محصولات، انصاف، پولیس اور فوج ہو اور ان کے دارالحکومت بالترتیب کلکتہ، مدراس، بمبئی، آگرہ اور لاہور ہوں۔... اگر مستقبل میں کسی بھی مرحلہ پر انگلستان کے اقتدار اعلیٰ کو دست بردار ہونا پڑا تو ہم ایک دوسرے سے ہم آہنگ اور مستحکم طور پر پیوستہ کئی ایک ایسی پریذیڈینسیاں چھوڑ سکیں گے جن میں سے ہر ایک اپنی آزادی، اقتدار اور معاملاتِ حکومت کی خود ہی حفاظت کے قابل ہوں گے.... کیا ایک معمولی عقل و خرد رکھنے والا اس پر یقین کر سکتا ہے کہ اتنے وسیع اور

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

بڑے ملک میں جہاں بیس 20 مختلف قومیں رہتی ہیں جن کی بیس 20 مختلف زبانیں ہیں کبھی بھی متحد و منضبط ایک مستحکم، متحد اور دیرپا حدود سلطنت میں تبدیل کیا جاسکتا ہے؟ میرے خیال میں ایسی بات ناممکن العمل ہے"۔[1]

سر سید احمد خان نے 1867ء میں بنارس کے کمشنر سے ایک ملاقات میں واضح کر دیا تھا کہ "اب میں اس بات کا قائل ہو چکا ہوں کہ یہ دونوں قومیں کسی معاملے میں بھی صدق دل سے اور پوری طرح سے ایک دوسرے سے اشتراک نہیں کر سکتیں۔ بحالت موجودہ دونوں فرقوں کے درمیان کوئی کھلم کھلا لڑائی جھگڑا نہیں ہے لیکن نام نہاد تعلیم یافتہ لوگوں کی وجہ سے یہ اختلاف مستقبل قریب میں بہت جلد بڑھ جائے گا اور ایک مناقشے کی صورت اختیار کر لے گا۔ جو زندہ رہے گا وہ اپنی آنکھوں سے بہت کچھ دیکھ لے گا"۔[2]

جمال الدین افغانی نے 1879ء اور 84-1883ء کے دوران اپنے رسالے اور تقریروں میں وسط ایشیا کی جمہوریوں، افغانستان اور برصغیر کے شمال مغربی مسلم اکثریتی صوبوں پر مشتمل ایک اسلامی مملکت کے قیام کے تصور کو پیش کیا۔[3]

معروف ادیب ولفریڈ سکاون بلنٹ نے دسمبر 1883ء میں کلکتہ کے دورے کے دوران تجویز پیش کی کہ " شمالی ہند کے تمام صوبوں کو عملی طور پر مسلم حکومت کے تحت دے دیا جائے اور جنوبی ہند کے صوبوں کو

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہندو حکومت کے تحت، اس منصوبے میں بہر حال برطانوی حکومت کو ایک نگراں طاقت کی حیثیت سے برقرار رہنا چاہیے"۔[4]

مشہور ناول نگار و صحافی عبدالحلیم شرر تحریر فرماتے ہیں کہ "عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ ہندوستان کو ہندو صوبوں اور مسلم صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے"۔[5]

جناب ولایت علی بمبوق نے مئی 1913ء میں کامریڈ کے ایک شمارے میں تجویز پیش کی تھی کہ "ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینا چاہیے۔ شمالی ہند مسلمانوں کے حوالے کر دیا جائے اور باقی ہندوؤں کے"۔[6]

جب مسلم لیگ، ہندو مسلم بھائی بھائی کا راگ الاپنے میں مصروف تھی تو بطل حریت چوہدری رحمت علی نے 1915ء میں اسلامیہ کالج لاہور کی ادبی تنظیم "بزم شبلی" کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"ہندوستان کا شمالی علاقہ مسلم ہے اور ہم اسے مسلم علاقے کی حیثیت سے برقرار رکھیں گے صرف یہی نہیں بلکہ ہم اسے مسلم حکومت بنائیں گے۔ لیکن یہ ہم صرف اسی صورت میں کر سکتے ہیں جب ہم اور ہمارا شمالی مسلم علاقہ ہندوستان سے الگ ہو جائے جو اس کی پہلی شرط ہے لہٰذا جتنا جلد ہم ہندوستانیت سے چھٹکارا حاصل کر لیں گے اتنا ہم سب اور اسلام کے لیے بہتر ہوگا"۔[7]

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

چوہدری رحمت علی کا یہ بیان ہندو مسلم مفاہمت کے لیے کی جانے والی حضرت قائداعظم کی کوششوں کے پس منظر میں ہندو مسلم طلبہ اور دیگر اکابرین کے لیے حیرت انگیز اور چونکا دینے والا ثابت ہوا کیوں کہ ان دنوں کانگریس اور مسلم لیگ ہندوستان میں قومی سطح پر اتحاد اور مفاہمت کے لیے کوشاں تھیں جو بالاخر دونوں کے درمیان لکھنؤ پیکٹ 1916ء کی صورت میں سامنے آیا۔ چونکہ اس وقت ہندو مسلم طلبہ باہم گفت و شنید اور یکجہتی کے قائل نظر آتے تھے لہذا چوہدری رحمت علی نے ان الفاظ کے ساتھ بزم شبلی سے علیحدگی اختیار کرلی:

''دوستو! اگر میرے نظریات آپ کے لیے قابل قبول نہیں تو بہتر ہے کہ ہم علیحدگی اختیار کرلیں۔ آئیے ایسا کرتے ہوئے ہم میں سے ہر ایک انقلاب کے لیے اپنے وعدوں اور اعلیٰ نصب العین پر کاربند رہنے کا عہد کرے۔ آپ اپنی راہ پر چلیئے میں اپنا راستہ اختیار کرتا ہوں۔ آپ اپنے ہندوستانی انقلاب کے لیے کام کیجیئے۔ لیکن میں اپنے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے لیے جدوجہد کروں گا۔ ہم دیکھیں گے کہ ہندوستان میں کون ایک عظیم پرشکوہ اور تعمیری انقلاب کو جنم دیتا ہے''۔(8)

ڈاکٹر عبدالجبار خیری اور پروفیسر عبدالستار خیری نے 1917ء میں اسٹاک ہوم میں منعقدہ سوشلسٹ انٹرنیشنل کانفرنس کے دوران ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان کی تقسیم کا منصوبہ پیش کیا۔(9)

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

جناب عبدالقادر بلگرامی نے 1920ء میں بدایون سے شائع ہونے والے مجلے "ذوالقرنین" میں گاندھی جی کے نام کھلا خط شائع کیا جس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان برصغیر کی تقسیم کی حمایت کی گئی تھی۔[10]

انجمن اسلامیہ ڈیرہ اسماعیل خان کے صدر سردار گل خان نے 1923ء میں شمال مغربی سرحدی کمیٹی کے سامنے شہادت قلمبند کرواتے ہوئے تجویز پیش کی تھی کہ شمالی راس کماری سے آگرہ تک تمام علاقہ 23 کروڑ ہندوؤں اور آگرہ سے پشاور تک تمام علاقہ 8 کروڑ مسلمانوں کو دے دیا جائے۔[11]

حضرت مولانا حسرت موہانی نے 1924ء میں مسلم اکثریتی صوبوں کو مسلم ریاستوں اور ہندو اکثریتی صوبوں کو ہندو ریاستوں میں تبدیل کرنے کی تجویز پیش کی جو ہندوستانی وفاق کے اندر رہتے ہوئے ایک اعلیٰ اختیاراتی قومی حکومت کے تحت ہوں۔[12]

جوزف سٹالن نے 1924ء میں اقوام مشرق کی یونیورسٹی کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا "آج کل ہندوستان کا تذکرہ ایک کل وحدت کے طور پر کیا جاتا ہے تاہم اس میں شبہ کی شاید ہی کوئی گنجائش نکل سکے کہ ہندوستان میں اگر کسی انقلابی قسم کی شورش اٹھی تو بہت ساری ایسی قومیں جو گمنامی میں پڑی تھیں منظر عام پر ابھر آئیں گی"۔[13]

معرو[illegible] 1924ء [illegible] کہ صوبہ

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

سرحد، مغربی پنجاب، سندھ، مشرقی بنگال اور ہندوستان کے کسی اور حصے میں مسلمانوں کے ایک دوسرے سے پیوست علاقوں کو یکجا کر کے ایک وسیع صوبہ کی شکل دی جائے جو ہندوستان سے باہر یعنی ہندوستان کی تقسیم کے ذریعے عمل میں آئے۔ (14)

ڈاکٹر سر محمد اقبال نے 29۔ دسمبر 1930ء کو الٰہ آباد میں کل ہند مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ میں اپنے صدارتی خطبے میں فرمایا "میں پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان کو ایک ریاست میں مدغم ہوتا دیکھنا چاہوں گا۔ خواہ یہ سلطنت برطانیہ کے اندر حکومت خود اختیاری حاصل کرے یا اس کے باہر۔ ایک متحدہ شمال مغربی ہندوستانی مسلم ریاست کی تشکیل میرے نزدیک کم از کم شمالی مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کا مقدر بن چکی ہے۔ یہ تجویز نہرو کمیٹی کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ جسے انہوں نے اس بناء پر مسترد کر دیا کہ اگر اس پر عملدر آمد کیا گیا تو ایک ناقابل انتظام ریاست ظہور پذیر ہو جائے گی"۔ (15)

مجاہد حریّت مولانا محمد علی جوہر نے 1931ء میں فرمایا کہ چار یا پانچ صوبے ایسے ہیں جہاں مسلمانوں کو ہو بہو وہی اختیارات حاصل ہونے چاہیئیں جو ہندوؤں کو دیگر عام صوبوں میں حاصل ہوں گے۔ (16)

1932ء میں سر ریجنالڈ کریڈوک نے اپنی کتاب "ہندوستان کا المیہ" میں تحریر کیا کہ "اگر سویڈن اور ناروے متحد نہیں رہ سکے۔ السٹر اور آئرش فری سٹیٹ کا

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اتحاد ممکن نہیں تو بہت زیادہ اختلافات کی موجودگی میں ہندوستان کیسے متحد رہ سکتا ہے"؟(17)

1932ء میں جان کوٹ مین نے اپنی پیشین گوئی میں کہا تھا کہ "شمال مغربی علاقے ایک علیحدہ مسلم ریاست بن جائیں گے یا کسی مسلم سلطنت میں ضم ہو جائیں گے"۔(18)

پاکستان نیشنل موومنٹ کے بانی صدر چوہدری رحمت علی نے 28۔جنوری 1933ء کو "ناؤ آر نیور" (اب یا کبھی نہیں) کے عنوان سے ایک پمفلٹ شائع کیا جس میں پہلی مرتبہ واضح طور پر پنجاب، سرحد، سندھ، بلوچستان اور کشمیر پر مشتمل ہندوستان سے الگ اور علیحدہ مسلم فیڈریشن کے قیام کا مطالبہ کیا گیا۔ چوہدری رحمت علی نے اس پمفلٹ کو برصغیر انگلینڈ اور دیگر یورپی ممالک میں وسیع پیمانے پر تقسیم کیا۔ جس پر برطانوی اور ہندو پریس نے شدید رد عمل کا اظہار کیا۔ اسی کتابچے میں چوہدری رحمت علی نے اپنی مجوزہ مسلم مملکت کے لیے پہلی مرتبہ "پاکستان" کی اصطلاح وضع کی۔ تصور پاکستان پیش کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

"ہندوستان کی تاریخ کی اس اہم ساعت میں جبکہ برطانوی اور ہندوستانی مندوبین اس برصغیر کے لیے ایک وفاقی دستور کی بنیادیں رکھ رہے ہیں ہم اپنی مشترکہ میراث کے نام پر اور ان تین کروڑ مسلمان بھائیوں

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کی جانب سے جو پاکستان میں رہتے ہیں۔ پاکستان سے ہماری مراد ہندوستان کے شمال میں پانچ وحدتیں ہیں۔ یعنی پنجاب، افغان (شمال مغربی سرحدی) صوبہ، کشمیر، سندھ اور بلوچستان۔ آپ سے اس اپیل کے ذریعے مخاطب ہیں اور سیاسی جبرو استبداد اور قومی ہلاکت و بربادی کے خلاف اپنی بھیانک اور فیصلہ کن جدوجہد میں آپ کی ہمدردی اور حمایت کے خواستگار ہیں ...... گول میز کانفرنس کے مسلمان مندوبین نے ایک ناقابل یقین غداری کا ارتکاب کیا ہے۔ انہوں نے ہندو قوم پرستی کے نام پر ہندوستان میں تیرہ بخت مسلم ملت کی دائمی محکومیت اور ماتحتی پر رضامندی کا اظہار کر دیا ہے۔ انہوں نے بغیر کسی احتجاج اور پس وپیش کے، بغیر کسی تحفظ تجدید یا شرط کے ایک ایسا دستور قبول کر لیا ہے جس کی اساس کل ہند وفاق کے اصول پر رکھی گئی ہے۔ یہ اقرار ہندوستان میں مسلمانوں اور اسلام کے پروانہ ہلاکت و موت پر دستخط کے علاوہ کسی اور چیز کے مترادف نہیں ہے۔ ..... ہم تین کروڑ عالم اسلام کی کل آبادی کا دسواں حصہ بنتے ہیں۔ ہماری پانچ وحدتوں پر مشتمل پاکستان کا مجموعی رقبہ اٹلی سے چار گنا، جرمنی سے تین گنا اور فرانس سے دو گنا ہے۔ اس کی آبادی آسٹریلیا سے سات گنا، کینیڈا سے چار گنا، سپین سے دو گنا نیز فرانس اور اٹلی کے برابر ہے ..... ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ پاکستان کا ایک وفاقی دستور

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہو اور اس طرح ہماری قومی حیثیت کو تسلیم کیا جائے ...... یہ مطالبہ اساسی طور پر اس تجویز سے مختلف ہے جو ڈاکٹر سر محمد اقبال نے 1930ء میں کل ہند مسلم لیگ کے جلسہ میں اپنے صدارتی خطبے میں پیش کی تھی۔ انہوں نے تو مذکورہ بالا پانچ صوبوں میں سے چار صوبوں (کشمیر شامل نہیں تھا) کا ایک ریاست کی شکل میں انضمام کر کے اسے کل ہند وفاق کی ایک وحدت کی شکل دینے کی تجویز پیش کی تھی اور ہماری تجویز یہ ہے کہ پانچوں صوبوں کا ہندوستان سے باہر ایک علیحدہ اپنا مسلم وفاق بننا چاہیئے"۔(19)

سر عبداللہ ہارون نے 1938ء میں ڈاکٹر سید عبداللطیف کی کتاب "انڈیا میں مسلمانوں کے مسائل" کا پیش لفظ تحریر کرتے ہوئے اس مطالبے کا اعادہ کیا کہ ہندوستان کو دو علیحدہ وفاقوں میں تقسیم کر دیا جائے لہذا مسلم فیڈریشن ہندوستان کے شمال مغربی صوبوں اور جموں و کشمیر پر مشتمل ہو۔(20)

1938ء میں ڈاکٹر سید عبداللطیف آف حیدر آباد نے اپنی کتابوں "ہندوستان کی ثقافتی آزادی" (انگریزی) اور "ہندوستان میں مسلمانوں کے مسائل" (انگریزی) میں آل انڈیا فیڈریشن کے اندر مسلمانوں کے لیے چار اور ہندوؤں کے لیے گیارہ ثقافتی زون تشکیل دینے کی تجویز پیش کی جو داخلی طور پر خود مختار لیکن وفاق ہند کا حصہ ہوں۔ مسلمانوں کے لیے مجوزہ زونوں کو شمال مغربی بلاک

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کا نام دیا گیا جو پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان اور ریاست بہاولپور و ریاست خیر پور پر مشتمل ہو۔[21]

سر سکندر حیات خان وزیراعلیٰ پنجاب نے "وفاق ہندوستان کی سکیم کا خاکہ" کے عنوان سے جولائی 1939ء میں ایک پمفلٹ شائع کیا جس میں ہندوستان کو سات (صوبوں) زونوں میں تقسیم کرنے کی تجویز پیش کی جن کی ایک مشترکہ مرکزی وفاقی اسمبلی ہو۔[22]

مارچ 1939ء میں چوہدری خلیق الزمان نے ہندوستان کے مسائل کے موضوع پر سیکرٹری آف اسٹیٹ اور کرنل مورہیڈ سے ایک ملاقات میں تقسیم ہند کی سکیم پیش کی۔[23]

ان مذکورہ جملہ تجاویز میں سے علامہ سر محمد اقبال کے خطبہ نے تصور پاکستان کی حیثیت سے بہت شہرت پائی نیز اسی خطبہ کے حوالے سے پاکستان کے قیام کو علامہ سر محمد اقبال کے خواب اور تصور کی تعبیر قرار دیا جاتا ہے۔

خطبہ الٰہ آباد کے بارے میں مؤرخین دو متضاد آراء رکھتے ہیں۔ اقبالیات کے حوالے سے شہرت پانے والے دانشور اس خطبہ کو ایک مکمل تصور پاکستان کی دستاویز قرار دیتے ہیں جبکہ غیر جانبدار مؤرخین کی نظر میں یہ خطبہ نہ صرف مبہم تھا بلکہ اس کے مکمل متن کے مطالعے سے کسی مسلم مملکت کا تصور واضح طور پر نہ ابھرتا تھا۔ علامہ نے کشمیر کے مستقبل کا قطعی ذکر نہیں کیا لہٰذا اگر اسی خطبہ کو

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

تصور پاکستان قرار دے دیا جائے تو پاکستان بین الاقوام الغرض کسی بھی فورم پر جموں و کشمیر کی سفارتی یا اخلاقی مدد نہیں کر سکتا اور اس خطبہ کے تحت کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

تاہم علامہ سر محمد اقبال کا اصل مفہوم اور پیغام سمجھنے کے لیے مناسب ہوگا کہ خطبہ الٰہ آباد میں ہندوستان کے اندر پائیدار امن و آشتی قائم کرنے کے لیے دی گئی تمام تجاویز کا بغور جائزہ لیا جائے تا کہ علامہ اقبال کی فکر کو اس کے صحیح تناظر میں جانچا اور سمجھا جا سکے۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

باب دوئم

خطبہ الٰہ آباد اور اقبال

مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس 29 ۔ دسمبر 1930ء کو الٰہ آباد میں ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس اجلاس سے علامہ اقبال کے صدارتی خطاب کو خطبہ الٰہ آباد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور تاریخ تحریک پاکستان میں اس خطاب کو کلیدی حیثیت حاصل ہے کیونکہ اسی صدارتی تقریر کو تصور پاکستان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے ہندوستان کے مسلمانوں کے محفوظ مستقبل کو یقینی بنانے کے لیے فرمایا تھا:(24)

> " .... I would like to see the Punjab, North-West Frontier Province, Sind and Baluchistan amalgamated into a single state. Self-Government within the British Empire, or without the British Empire, the formation of a Consolidated North-West Indian Muslim State appears to me to be the final destiny of the Muslims at least of the North-West India. The proposal was put forward before the Nehru Committee. they rejected it on the ground that, if carried into effect, it would give a very unwieldy state ......"

"...... میری خواہش ہے کہ پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک ہی ریاست میں مدغم کر دیا جائے۔ مجھے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

تو ایسا نظر آتا ہے کہ کم از کم ہندوستان کے شمال مغرب میں سلطنت برطانیہ کے اندر یا اس کے باہر ایک خود مختار متحدہ شمال مغربی ہندوستانی مسلم ریاست کی تشکیل بالآخر مسلمانوں کا مقدر ہے۔ یہ تجویز نہرو کمیٹی کے سامنے پیش کی گئی تھی جسے انہوں نے اس بناء پر مسترد کر دیا کہ اس طرح ایک ناقابل انتظام ریاست تشکیل پا جائے گی۔۔۔"۔

یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال کے نظریات، خطبات اور ارشادات کو واضح طور پر نوجوان نسل کی راہنمائی کے لیے پیش ہی نہیں کیا گیا اور یہی وجہ ہے کہ نظریہ پاکستان سے متعلق حضرت اقبال کے خطبہ کا مذکورہ اقتباس تو زیر بحث موضوع کی تقریباً ہر کتاب میں مل جاتا ہے لیکن خطبہ الٰہ آباد کا مکمل متن کسی بھی سطح کی تدریسی کتب میں دانستہ یا غیر دانستہ طور پر شامل نصاب نہیں کیا گیا۔

برصغیر میں "شمال مغربی ہندوستانی مسلم ریاست کی تشکیل" پر اقبال کے نظریات کے بارے میں حتمی رائے قائم کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا اقتباس کے سیاق وسباق کی روشنی میں یہ جائزہ لے لیا جائے کہ علامہ اقبال متحدہ ہندوستان، وفاق ہند، ہندوستان کے دفاع، ہندوستان میں مسلمانوں کے کردار، ہندو مسلم اور دیگر اقوام کے اتحاد، ہندوستان کو درپیش خطرات، صوبوں کی ازسر نو تقسیم، مسلمانوں کے مستقبل اور ان کے مسائل کے حل کے بارے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

میں کیا خیالات رکھتے تھے تاکہ تصور پاکستان کے بارے میں ڈاکٹر اقبال کے نظریات کو سمجھنے میں مدد مل سکے :۔

UNITY OF INDIAN NATION

" ...... The unity of an Indian nation, therefore, must be sought, not in the negation, but in the mutual harmony and co-operation of the many....."

ہندوستانی قوم کا اتحاد

"ایک ہندوستانی قوم کا اتحاد (ہندوستان میں آباد) بہت سی اکائیوں کے وجود کی نفی میں نہیں بلکہ ان کے باہمی اشتراک اور ہم آہنگی میں مضمر ہے"۔

حضرت اقبال برصغیر میں "ایک ہندوستانی قوم کے اتحاد" کے لیے کوشاں رہے اور وہ چاہتے تھے کہ مختلف مذاہب، تمدن، تہذیبوں، زبانوں اور متفرق نظریات رکھنے والے لوگ ایک دوسرے کے وجود کو غیر اہم یا ان کی نفی کرنے کی بجائے باہم اشتراک، تعاون اور ہم آہنگی کا ثبوت دیں تاکہ ہندوستانی قوم کا اتحاد مضبوط و مستحکم بنیادوں پر استوار ہو سکے۔

ہندوستان میں اتحاد و اتفاق

ڈاکٹر اقبال کے خیال میں ہندوستان اور ایشیا کی تقدیر کا انحصار اس پر ہے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کہ ہندوستان جیسے قدیم ملک میں امن و آشتی پیدا ہو جائے جو تاریخی عوامل سے پیدا ہونے والی تلخیوں اور مسائل کا شکار رہا ہے جس کا واحد حل صرف اور صرف یہ ہے کہ "ہندوستان میں اتحاد و اتفاق کے حصول" کے لیے بھرپور جدوجہد کی جائے۔ ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں:

UNITY AND COOPERATION IN INDIA

" .... And it is on the discovery of Indian unity in this direction that the fate of India as well as of Asia really depends. India is Asia in miniature. Part of her people have cultural affinities with nations in the East, and part with nations in the middle and west of Asia. If an effective principle of co-operation is discovered in India it will bring peace and mutual goodwill to this ancient land which has suffered so long, more because of her situation in historic space than becuause of any inherent incapacity of her people. And it will at the same time solve the entire political problem of Asia ...."

"..... ہندوستان اور ایشیا کی تقدیر کا انحصار اس بات پر ہے کہ ہم ان خطوط پر ہندوستان میں اتحاد و اتفاق کے حصول کی کوشش کریں۔ ہندوستان چھوٹے پیمانے پر ایشیا ہے۔ ہندوستان کے باشندوں کا ایک حصہ مشرق میں بسنے والی اقوام کے ساتھ ثقافتی روابط رکھتا ہے اور دوسرا مغربی ایشیا اور شرق الاوسط کے ساتھ۔ اگر ہندوستان میں اشتراک و تعاون

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کے مؤثر اصول کی راہ نکل آئی تو اس قدیم ملک میں امن و آشتی پیدا ہو جائے گی۔ جو اپنے باشندوں کی کسی طبعی کمزوری کی وجہ سے نہیں بلکہ تاریخی عوامل کے باعث مصائب میں مبتلا رہا ہے........"

ہندوستان کے مسلمانوں کا ہندوستانی گھر

ڈاکٹر اقبال کے خیال میں "ہندوستان کے مسلمان اپنے ہندوستانی گھر میں (ہی) اپنی ثقافت اور روایات کے مطابق آزادانہ ترقی کرنے" کی خواہش رکھتے تھے۔ ڈاکٹر اقبال نے اپنے خطبہ میں کل ہندوستان کے مسلمانوں کی جانب سے اسی اصول کے مطابق "مستقل اور دیرپا فرقہ وارانہ تصفیہ" ہونے کی صورت میں "ہندوستان کی آزادی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے پر تیار" ہونے کا اعلان بھی کر دیا۔ ان نظریات سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ وہ ابھی تک "ہندوستان کے مسلمانوں کے ہندوستانی گھر" میں رہتے ہوئے ان کی ثقافت اور روایات کے مطابق آزادانہ ترقی کا حق مانگ رہے تھے اور مسلمانوں کے لیے ہندوستان سے علیحدہ، آزاد اور خود مختار اسلامی مملکت کے قیام کے نتیجے پر نہ پہنچ پائے تھے لہذا انہوں نے اپنے تمام صدارتی خطبے میں ہندوستان کے اندر رہتے ہوئے فرقہ وارانہ مسئلہ کا مستقل حل تلاش کرنے پر زور دیا اور اس ضمن میں متعدد تجاویز پیش کیں۔ اپنے انہی خیالات کا اظہار علامہ اقبال نے یوں کیا ہے:

INDIAN HOMELANDS OF THE INDIAN MUSLIMS

"......And as far as I have been able to read the

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

Muslim mind, I have no hesitation in declaring that, if the principle that the Indian Muslim is entitled to full and free development on the lines of his own culture and tradition in his own Indian home-lands is recognized as the basis of a permanent communal settlement, he will be ready to stake his all for the freedom of India ......"

"..... اور جہاں تک میں مسلمانوں کے ذہن کو سمجھ سکا ہوں، مجھے یہ اعلان کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے کہ ہندوستان کے مسلمان کو اپنے ہندوستانی گھر میں اپنے کلچر اور روایات کے مطابق آزادانہ ترقی کرنے کا حق حاصل ہے اور مستقل اور دیرپا فرقہ وارانہ تصفیہ اسی اصول کے مطابق ہوگا تو وہ ہندوستان کی آزادی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہو جائے گا ....."

ہندوستان کے اندر مسلم ہندوستان

سر محمد اقبال نے اپنی صدارتی تقریر میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس منعقدہ ہلی میں منظور کی گئی قرار داد کی حمایت کی جس میں "ہندوستان کے اندر مسلم ندوستان کے قیام" کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ علامہ اقبال بھی یہی چاہتے تھے کہ ندوستان میں بسنے والی قوموں پر مشتمل ایک ہم آہنگ "کل" یعنی متحدہ ندوستان کو مضبوط و مستحکم بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس متحدہ ہندوستان ں بسنے والی اکائیوں یا قوموں کو انفرادی طور پر خوشگوار ماحول میں ترقی کرنے کے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

یکساں مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ وہ متحدہ ہندوستان میں ہم آہنگی کی فضا پیدا کرنے کے لیے اپنی بھرپور صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکیں۔ ظاہر ہے کہ ہندوستان میں بسنے والی اکائیوں (قوموں) میں ہم آہنگی کی فضا "ہندوستان" اور "ہندوستانیت" کو مضبوط کرنے یا "ہندوستان کے اندر مسلم ہندوستان" کے قیام سے ہی پیدا ہو سکتی تھی نہ کہ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ہندوستان سے باہر، علیحدہ، آزاد اور خود مختار مسلم مملکت کے قیام سے۔ ڈاکٹر اقبال نے وفاق ہندوستان کے اندر داخلی طور پر خود مختار مسلم صوبہ یا ریاست کی تجویز، جسے غلط طور پر موجودہ پاکستان کا تصور سمجھ لیا گیا، پیش کرتے ہوئے فرمایا:

MUSLIM INDIA WITHIN INDIA

"..... The Muslim demand for the creation of a Muslim India within India is, therefore, perfectly justified. The resolution of the All-Parties Muslim Conference at Delhi is, to my mind, wholly inspired by this noble ideal of a harmonious whole which, instead of stiffling the respective individualities of its component wholes, affords them chances of fully working out the possiblities that may be latent in them. And I have no doubt that this house will emphatically endorse the Muslim demands embodied in this resolution. Personally I would go further than the demands embodied in it. I would like to see the Punjab, North-West Frontier Province, Sind and Baluchistan amalgamated into a single state.

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

Self-Government within the British Empire, or without the British Empire, the formation of a conslidated North-West Indian Muslim state appears to me to be the final destiny of the Muslims at least of the North-West India.

The Proposal was put forward before the Nehru Committee. They rejected it on the ground that, if carried into effect, it would give a very unwieldy state......."

"..... مسلمانوں کا یہ مطالبہ کہ ہندوستان کے اندر ایک مسلم ہندوستان قائم کیا جائے بالکل حق بجانب ہے۔ میری رائے میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس کی قرارداد کے پیچھے یہی نصب العین کارفرما ہے کہ ایک ہم آہنگ "کل" کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اجزاء کی انفرادیت کا گلا گھونٹنے کی بجائے انہیں اس بات کا موقع دیا جائے کہ وہ ان تمام ممکنہ قوتوں کو بروئے کار لاسکیں جو ان میں پوشیدہ ہیں اور مجھے اس بات میں شبہ نہیں ہے کہ یہ ایوان پوری شد و مد سے اُس قرارداد میں مسلمانوں کے مطالبات کی تائید کرے گا۔ ذاتی طور پر میں ان مطالبات سے بھی آگے جانا چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک کم از کم شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے سلطنت برطانیہ کے اندر یا باہر ایک خود مختار متحدہ شمال مغربی ہندوستانی مسلم ریاست کی تشکیل اب مقدر ہو چکی ہے۔ یہی تجویز نہرو

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کمیٹی کے سامنے پیش کی گئی تھی جسے انہوں نے اس بناء پر مسترد کر دیا کہ اگر اس پر عملدر آمد کیا گیا تو ایک ایسی ریاست وجود میں آجائے گی جس کا انتظام مشکل ہوگا ......"

ڈاکٹر اقبال کی مذکورہ بالا تجویز ۱۹۲۸ء میں منعقدہ کل جماعتی کانفرنس میں تشکیل دی گئی مشترکہ کمیٹی (نہرو کمیٹی) میں پیش کی گئی تھی لیکن اس سے مراد ایک علیحدہ اور آزاد مسلم مملکت کا قیام ہرگز نہیں تھا بلکہ چاروں مسلم صوبوں پر مشتمل ریاست یا ایک مسلم صوبہ کی تشکیل مراد تھی (جس میں کشمیر اور بنگال کے مسلمانوں کا ذکر نہ تھا) نہرو کمیٹی کو پیش کی گئی تجویز میں بھی "مسلم صوبہ" کے الفاظ استعمال کیے گئے تھے۔ علامہ اقبال نے اپنے تمام خطبے میں "ریاست" اور "صوبہ" کے الفاظ کو ہم معنی اور ایک دوسرے کے متبادل کے طور پر استعمال کیا ہے۔ لفظ "ریاست" یا "سٹیٹ" سے ان کی مراد "انڈین فیڈریشن" کی ایک سٹیٹ سے ہے جو داخلی طور پر خود مختار ہو اور کچھ اختیارات اپنی مرضی سے مرکزی وفاقی حکومت کے سپرد کر دے۔ آئندہ سطور میں "مرکزی وفاقی حکومت" اور "وفاقی ریاستیں" کے الفاظ سے علامہ اقبال کا مفہوم مزید واضح طور پر سامنے آئے گا۔ نہرو کمیٹی نے اپنی رپورٹ جسے نہرو رپورٹ کے نام سے جانا جاتا ہے میں چار صوبوں کے ادغام سے ایک مسلم صوبے کی تشکیل کی تجویز مسترد کرتے ہوئے درج ذیل تاثرات قلمبند کیے:

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

نہرو رپورٹ:

"ایک اسی طرح کی لیکن بہت دور رس نتائج کی تجویز ہمارے سامنے رکھی گئی ہے یعنی یہ کہ پنجاب، شمال مغربی سرحدی علاقہ، بلوچستان اور سندھ کے صوبوں کو ایک دوسرے میں مدغم کر دیا جائے اور اس علاقے میں نشستوں کا کوئی تحفظ سرے سے ہو ہی نہیں سکتا تاوقتیکہ اقلیتیں اس کی خواہش ظاہر نہ کریں۔ ہم اس تجویز کو تسلیم کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہیں۔ اس تجویز کو تسلیم کرنے کے معنی ایک ایسے صوبے کی تخلیق ہے جو شمال اور شمال مغرب میں ہر جانب پھیلا ہوا ہو اور جس کا انتظام حکومت کے لیے مشکل ہوگا"۔(25)

ڈاکٹر اقبال نے خطبہ الٰہ آباد میں اپنی تجویز کو وہی تجویز قرار دیا جو نہرو کمیٹی کے سامنے پیش کی گئی تھی اور نہرو رپورٹ کے مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اقبال وفاق ہندوستان سے باہر علیحدہ آزاد اور خود مختار مسلم مملکت کے قیام کے داعی نہ تھے بلکہ چار مسلم صوبوں کے ادغام سے وفاق ہندوستان کے اندر ایک مسلم صوبہ کی تشکیل کے خواہاں تھے۔

سر محمد اقبال نے خطبہ الٰہ آباد، اس سے قبل یا بعد حتیٰ کہ 1937ء تک کبھی بھی وفاق ہندوستان سے باہر ایک علیحدہ، آزاد اور خود مختار اسلامی مملکت کے قیام کا مطالبہ یا تصور واضح حتیٰ کہ مبہم الفاظ میں بھی پیش نہیں کیا تھا۔ خطبے میں چار

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

صوبوں کے ادغام سے مسلم صوبے کی تشکیل کی تجویز کو بھی ہمارے محققین نے صحیح تناظر میں پیش نہیں کیا۔ علامہ اقبال تو ان چار صوبوں کو ملا کر ہندوستان کے اندر مسلم ہندوستان کے حامی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے خطبے میں جگہ جگہ ہندوستان میں بسنے والوں کو "ہندوستانی قوم" کہہ کر پکارا، نیز "ہندوستان میں اتحاد واتفاق"، "ہندوستان کے مسلمانوں کا ہندوستانی گھر"، "ہندوستان کے اندر مسلم ہندوستان"، "متحدہ ہندوستان کا دفاع"، "وفاقی ریاستوں کی نمائندہ اسمبلی کی تشکیل"، "ہندوستان کے صوبوں کی طبقہ وارانہ تقسیم"، "لسانی، نسلی و تمدنی بنیادوں پر صوبوں کی از سر نو تقسیم"، "وفاق ہندوستان"، "وفاق ہند کی غیر جانبدار فوج"، "وفاقی اسمبلی"، اور ہندوستانی صوبوں میں مسلمانوں کے حقوق، کی مدلل بات کی ہے۔ ویسے بھی علامہ اقبال کی صدارتی تقریر کے مذکورہ متن میں "متحدہ شمال مغربی انڈین مسلم ریاست" کے الفاظ کو سیاق و سباق کے ساتھ پڑھا جائے تو صرف وفاق ہندوستان کے اندر داخلی طور پر خود مختار صوبہ یا ریاست کا مفہوم ابھرتا ہے۔ خود مختار "مسلم ریاست" سے علامہ کی مراد آزاد اور علیحدہ مملکت نہیں بلکہ وفاق ہندوستان کی خود مختار ریاست یا صوبہ تھی جیسے ریاستہائے متحدہ امریکہ کی ریاستیں یا سویٹ سوشلسٹ (روس) کی سابق ریاستیں جو دستور کے تحت ایک وفاق کے اندر رہتے ہوئے خود مختار حیثیت میں امور ریاست انجام دے رہی ہیں یا دیتی رہی ہیں۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

وفاق کی خود مختار ریاستیں

حکیم الامت ڈاکٹر اقبال خواہاں تھے کہ پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ضم کر کے وفاق ہندوستان کے اندر "ایک خود مختار شمال مغربی انڈین مسلم سٹیٹ" تشکیل دے دی جائے۔ جس کے پاس دستور کے تحت تمام فاضل یا بقیہ اختیارات (Residuary powers) ہوں اور مجوزہ وفاق ہندوستان کے پاس صرف وہ اختیارات ہوں جو برصغیر کی خود مختار ریاستیں واضح طور پر اپنی مرضی سے ہندوستان کی مرکزی وفاقی حکومت کے سپرد کریں۔ علامہ اقبال نے اپنے انہی نظریات کا اظہار خطبہ الٰہ آباد میں ایک دوسری جگہ حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے۔ نوجوان نسل کو اقبال کے تصور کے طور پر سیاق وسباق کے بغیر پڑھائی جانے والی چند سطور اگر مندرجہ ذیل اقتباس سے ملا کر پڑھائی جائیں تو اقبال کے تصور کو سمجھنے میں زیادہ آسانی ہو جائے گی:

SELF GOVERNING FEDERAL STATES

" ...... To my mind a unitary form of Government is simply unthinkable in a self-governing India. What is called 'residuary powers' must be left entirely to self-governing states, the Central Federal State exercising only those powers which are expressly vested in it by the free consent of federal states. I would never advise the Muslims of India to agree to a system, whether of British or of Indian origin, which virtually negatives the principle of true federation, or fails to recognize them as a distinct

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

political entity......"

"..... میں ایک آزاد ہندوستان میں وحدانی طرز حکومت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جن اختیارات کو فاضل اختیارات کہا جاتا ہے وہ تو یقیناً خود مختار ریاستوں کو ملنے چاہیئیں۔ مرکزی وفاقی حکومت کے ہاتھ میں صرف وہ اختیارات ہونے چاہیئیں جو وفاق کی ریاستیں واضح طور پر اپنی مرضی سے اس کے سپرد کر دیں، میں ہندوستان کے مسلمانوں کو کبھی یہ مشورہ نہیں دوں گا کہ وہ کسی ایسے نظام حکومت پر راضی ہوں خواہ وہ برطانیہ سے آئے یا ہندوستان میں وضع ہو، جو حقیقی وفاق کے اصول کی نفی کر دے اور ان کی جداگانہ سیاسی حیثیت کو تسلیم نہ کرے"۔

"مسلمان ہندوستان کا بہترین دفاع کریں گے"

ڈاکٹر اقبال نے ہندوؤں کے وحدانی طرز حکومت کے نظریات کی مخالفت کرتے ہوئے تجویز پیش کی تھی کہ اگر مسلمانوں کو وفاق ہندوستان کے اندر اسلام کی تہذیبی قوت کو زندہ رکھنے کے لیے ایک مخصوص خطے میں مسلم صوبہ کی شکل میں اپنی مرکزیت قائم کر کے نشوونما کا موقع دیا گیا تو "شمال مغربی انڈین مسلم" حسب سابق حب الوطنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہندوستان پر ہونے والے تمام حملوں خواہ وہ حملے نظریات کے ذریعے ہوں یا سنگینوں کے ذریعے ان کے خلاف ہندوستان کے بہترین محافظ ثابت ہوں گے۔ جیسا کہ اس سے قبل مسلمانوں نے سلطنت برطانیہ کی ناانصافیوں کے باوجود فوج اور پولیس میں بھرتی ہو کر برصغیر پر

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

انگریزوں کے اقتدار کو ممکن بنایا۔ علامہ اقبال نے شمال مغربی انڈین مسلمانوں کی جانب سے ہندوستان پر بیرونی جارحیت کے خلاف اس کے دفاع کے امکانات پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

"WEST INDIAN MUSLIMS WILL PROVE THE BEST DEFENDERS OF INDIA"

The life of Islam as a cultural force in this country very largely depends on its centralisation in a specified territory. This centralisation of the most living portion of the Muslims of India whose military and police service has, notwithstanding unfair treatment from the British, made the British rule possible in this country, will eventually solve the problem of India as well as of Asia. It will intensify their sense of responsibility and deepen their patriotic feelings. Thus, possessing full opportunity of development within the body-politic of India, the North-West Indian Muslims will prove the best defenders of India against a foreign invasion, be that invasion the one of ideas or of bayonets. The Punjab with fifty-six per cent Muslim population supplies fifty-four percent of the total combatant troops in the Indian Army, and if the nineteen thousand Gurkhas recruited from the independent state of Nepal are excluded, the Punjab contingent amounts to sixty two percent of the whole Indian Army. This percentage does not take into account nearly six thousand combatants supplied to the Indian Army by the North-West Frontier Province and Baluchistan. From this you can easily calculate the

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

possibilities of the North-West Indian Muslims in regard to the defence of India, against foreign aggression. The Right Hon'ble Mr. Srinivasa Sastri thinks that the Muslim demand for the creation of autonomous Muslim states along with North-West border is actuated by a desire "to acquire means of exerting pressure in emergencies on the Government of India". I may frankly tell him that the Muslim demand is not actuated by the kind of motive he imputes to us; it is actuated by a genuine desire for free development which is practically impossible under the type of unitary government contemplated by the nationalist Hindu politicians with a view to secure permanent communal dominance in the whole of India.

"اسلام کو ایک تمدنی قوت کی حیثیت سے زندہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کر سکے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے ان بیشتر جاندار طبقوں کو ایک جگہ مرکوز کرنے سے جنہوں نے برطانیہ کی ناانصافیوں کے باوجود فوج اور پولیس میں شریک ہو کر انگریزوں کی حکومت کو ممکن بنایا ہے۔ اس سے نہ صرف ہندوستان بلکہ ایشیا کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ ان کا احساس ذمہ داری قوی تر اور حب الوطنی کا جذبہ گہرا ہو جائے گا۔ ہندوستان کے جسدِ سیاسی کے اندر رہتے ہوئے اگر انہیں نشوونما کا پورا موقع دیا گیا، تو شمال مغربی ہندوستان کے مسلمان، تمام حملوں کے خلاف، خواہ وہ سنگینوں

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

سے کیے جائیں یا نظریات سے، یہ ہندوستان کے بہترین محافظ ثابت
ہوں گے۔ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی 56 فی صد ہے لیکن
ہندوستان کی پوری فوج میں ان کا تناسب 54 فی صد ہے اور اگر پوری
ہندوستانی فوج میں سے انیس ہزار گورکھوں کو جو نیپال کی آزاد ریاست
سے بھرتی کیے جاتے ہیں نکال دیا جائے تو فوج میں پنجاب کا تناسب
61 فی صد ہو جائے گا۔ اس اندازے میں وہ 6 ہزار جنگجو شامل نہیں
ہیں جو شمال مغربی صوبہ سرحد اور بلوچستان سے بھرتی کیے جاتے ہیں۔
اس سے آپ ان تمام امکانات کا اندازہ لگا سکتے ہیں جو بیرونی حملوں
کے خلاف ہندوستان کے دفاع کے سلسلے میں شمال مغربی ہندوستان کی
مسلم آبادی میں پائے جاتے ہیں رائٹ آنریبل جناب سری نواس
شاستری کا خیال ہے کہ شمال مغربی سرحد پر خود مختار مسلم ریاستوں کے
قیام کا مطالبہ اس خواہش سے پیدا ہوا ہے کہ ضرورت پیش آئے تو
حکومت پر دباؤ ڈالا جا سکے۔ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں
کے دل میں ایسا کوئی جذبہ موجود نہیں ہے جس کا وہ ہم پر الزام لگا رہے
ہیں۔ مسلمانوں کا مقصد صرف اتنا ہے کہ وہ بھی ترقی کر سکیں جو اس
قسم کی وحدانی حکومت میں ممکن نہیں جس کا تصور قوم پرست ہندو
سیاست دانوں کے ذہن میں ہے اور جس کے تحت پورے ہندوستان
میں ہندوؤں کا مقصد مذہبی غلبہ حاصل کرنا ہے"۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

وفاق ہندوستان کی غیر جانبدار فوج

وفاق ہندوستان کی بنیاد پر ہندوستان کے دفاع کے لیے متحدہ ہندوستانی فوج کے قیام پر شمال مغربی ہندوستان میں قائم مجوزہ مسلم وفاقی ریاستوں کی جانب سے بھر پور تعاون کا یقین دلاتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے کہا کہ "غیر جانبدار ہندوستانی فوج کی سکیم سے مسلمانوں کا جذبہ حب الوطنی قوی تر ہو جائے گا"۔ علامہ اقبال نے "مسلم وفاقی ریاستوں" اور "وفاقی ہند کی بنیاد پر غیر جانبدار ہندوستانی فوج" کے قیام کا ذکر کر کے برصغیر کے مسلمانوں کے مستقبل کے متعلق اپنے "تصور" کے بارے میں تمام شکوک و شبہات دور کر دیے کہ وہ آزاد مملکت کی بجائے صرف اور صرف شمال مغربی ہندوستان میں چار صوبوں کو ایک مسلم صوبے میں ادغام کے حامی تھے جسے مجوزہ وفاق ہندوستان میں ایک مسلم وفاقی ریاست یا مسلم صوبہ کی حیثیت حاصل ہو۔ جو دستور کے تحت داخلی طور پر خود مختار ہو لیکن خارجی امور، دفاع اور اس قسم کے دیگر معاملات جنہیں وفاقی ریاستیں انفرادی طور پر انجام نہ دے سکیں۔ وہ ہندوستان کی مرکزی وفاقی حکومت کے سپرد کر دیے جائیں۔ تاریخ و مطالعہ پاکستان اور اقبالیات کے محققین و طلبہ کے لیے یہ سوال ایک چیلنج بن کر سامنے آیا ہے کہ اگر علامہ اقبال کے نظریہ کے مطابق موجودہ "پاکستان" کی جغرافیائی سرحدوں کا دفاع بھی وفاق ہندوستان کی افواج کے ذمہ ہی ہوتا تو اقوام عالم کے نقشہ پر اس ملک کی حیثیت کیا ہوتی؟ اگر اقبال کی اس تجویز سے اتفاق اور اس پر عملدر آمد کر لیا جاتا تو ہمارے اس وطن کی

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

حالت اس شخص سے مختلف نہ ہوتی جس نے اپنی شہ رگ اپنے ازلی و ابدی دشمن کے قبضے میں دے دی ہو۔ یقیناً آج "وفاق ہندوستان کی غیر جانبدار افواج" اس "پاکستان" کا دفاع بھی اسی طرح کر رہی ہوتیں جس طرح وہ مقبوضہ ریاست جموں و کشمیر، سکم، بھوٹان، نیپال اور سری لنکا کی حفاظت میں ہلکان ہو رہی ہیں۔ سر ڈاکٹر اقبال نے اپنے خطبے میں ہندوستان کے دفاع کی خاطر "مسلم وفاقی ریاستوں" کی جانب سے "غیر جانبدار فوج" کے قیام پر رضامندی کے امکان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"NEUTRAL INDIAN MILITARY AND NAVAL FORCES"

"..... I have no doubt that if a Federal Government is established. Muslim federal states will willingly agree, for purposes of India's defence, to the creation of neutral Indian military and naval forces. Such a neutral military force for the defence of India was a reality in the days of Mughal Rule. Indeed in the time of Akbar the Indian frontier was, on the whole, defended by armies officered by Hindu generals. I am perfectly sure that the scheme of neutral Indian army, based on a federated India, will intensify Muslim patriotic feeling, and finally set at rest the suspicion, if any, of Indian Muslims joining Muslims from beyond the frontier in the event of any invasion. ....."

"مجھے اس بات میں شبہ نہیں ہے کہ اگر وفاقی حکومت قائم ہو گئی تو مسلم

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

وفاقی ریاستیں ہندوستان کے دفاع کی خاطر غیر جانبدار ہندوستانی بری اور بحری افواج کے قیام پر خوشی سے راضی ہوجائیں گی۔ مغلوں کے دور حکومت میں ہندوستان کی حفاظت کے لیے اس قسم کی غیر جانبدار فوج ایک حقیقت تھی۔ بلکہ اکبر کے زمانے میں ہندوستانی سرحدوں کی حفاظت ایسی فوج کرتی تھی جس کی قیادت ہندو جرنیل کرتے تھے۔ مجھے اس بات کا پکا یقین ہے کہ وفاقی ہند کی بنیاد پر غیر جانبدار ہندوستانی فوج کی سکیم سے مسلمانوں کا جذبہ حب الوطنی قوی تر ہو جائے گا اور اگر کوئی ایسی بدگمانی ہے بھی کہ ہندوستانی مسلمان سرحد پار سے آنے والے مسلمان حملہ آوروں کے ساتھ مل جائیں گے تو وہ ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے گی"۔

وفاقی ریاستوں کے نمائندوں کی اسمبلی

سر علامہ اقبال نے ہندوستان میں مستحکم اور پائیدار دستوری نظام حکومت کی تشکیل کے لیے زبان، نسل، تاریخ، مذہب اور مشترک اقتصادی مفادات کی بنیاد پر ریاستوں کی تشکیل اور صوبوں کی از سر نو تقسیم کو واحد حل قرار دیا۔ وہ چاہتے تھے کہ عوام کے ووٹوں سے منتخب کردہ مرکزی قانون ساز اسمبلی کی حیثیت ختم کر کے اسے مجوزہ "متحدہ شمال مغربی انڈین مسلم سٹیٹ" اور اسی طرح زبان، نسل اور مذہب کی بنیاد پر قائم ہونے والی دیگر ریاستوں کے نمائندوں پر مشتمل ایک

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

مرکزی وفاقی اسمبلی یا ایوان کی شکل دے دی جائے۔ انہوں نے فرمایا:

"ASSEMBLY OF REPRESENTATIVES OF FEDERAL STATES"

"....... Thus it is clear that in view of India's infinite variety in climates, races, languages, creeds and social systems, the creation of autonomous states, based on the unity of language, race, history, religion and identity of economic interests, is the only possible way to secure a stable constitutional structure in India. The conception of federation underlying the Simon Report necessitates the abolition of the Central Legislative Assembly as a popular assembly, and makes it an assembly of the representatives of federal states. It further demands a redistribution of territory on the lines which I have indicated........"

"...... اسی طرح یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ہندوستان میں آب و ہوا، نسلوں، زبانوں، مذاہب اور معاشروں کے کثیر اختلافات موجود ہیں۔ اس لیے ایسی ریاستوں کا قیام جن کی بنیاد زبان، نسل، تاریخ اور مذہب کی یکسانیت اور مشترک اقتصادی مفادات پر ہو، ہندوستان کے لیے ایک مستحکم آئینی نظام کو حاصل کرنے کا واحد راستہ ہے سائمن رپورٹ میں وفاق کا جو تصور پیش کیا گیا ہے اس کے تحت بھی یہ ضروری ہے کہ مرکزی قانون ساز اسمبلی کو عوام کی منتخب کردہ اسمبلی کی حیثیت سے ختم کر دیا جائے اور اسے وفاق کی ریاستوں کے نمائندوں پر مشتمل

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ایوان کی صورت دی جائے۔ اس میں یہ بھی مطالبہ کیا گیا ہے کہ موجودہ صوبوں کی تقسیم بھی تقریباً انہی اصولوں کی بنیاد پر از سر نو ہونی چاہیے جن کا میں نے ذکر کیا ہے ......"۔

مسلمانوں کا وفاقی حکومت کا مطالبہ

ڈاکٹر اقبال ہندوستان کے داخلی استحکام کے لیے وحدانی طرز حکومت کی بجائے وفاقی نظام حکومت کے زبردست مبلغ رہے۔ وفاقی حکومت کے قیام کو طبقہ وارانہ مسئلہ کا واحد حل اور مسلمانوں کا مطالبہ قرار دیتے ہوئے خطبہ الہ آباد میں انہوں نے فرمایا:

"MUSLIMS DEMAND FEDERATION"

"...... The Muslims demand federation because, it is pre-eminently a solution of India's most difficult problem i.e. the communal problem. ...."

"..... مسلمان وفاقی حکومت کا مطالبہ اس لیے کرتے ہیں کہ یہ خاص طور پر ہندوستان کے سب سے مشکل مسئلے یعنی فرقہ وارانہ مسئلے کا حل ہے ......"۔

آل انڈیا فیڈرل اسمبلی میں مسلم نشستیں

سر محمد اقبال نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ انہیں آل انڈیا فیڈرل اسمبلی

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

میں 33 فی صد نشستیں حاصل کرنے کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ انہوں نے تجویز دی:

"*MUSLIM SHARE IN ALL INDIA FEDERAL ASSEMBLY*"

"..... The question is not one of Muslim share in a British Indian Assembly, but one which relates to representation of British Indian Muslims in an All-India Federal Assembly. Our demand for 33 per cent must now be taken as a demand for the same proportion in the All-India Federal Assembly exclusive of the share allotted to the Muslim states entering the Federation........"

"..... اب یہ سوال محض برطانوی ہند کی اسمبلی میں مسلمانوں کی شرکت کا نہیں رہا۔ بلکہ یہ مسئلہ کل ہند وفاقی اسمبلی میں برطانوی ہند کے مسلمانوں کی نمائندگی سے متعلق ہے۔ اب ہمارا مطالبہ یہ ہونا چاہیے کہ کل ہند وفاقی اسمبلی میں ہمیں 33 فی صد نشستیں حاصل ہوں اور یہ نشستیں وفاق میں شامل ہونے والی مسلم ریاستوں کے علاوہ ہوں ...."۔

صوبوں کی طبقہ وارانہ تقسیم

ڈاکٹر سر محمد اقبال چاہتے تھے کہ 1935ء کے مجوزہ دستور کے اجراء سے قبل نسل، مذہب اور زبان کی بنیاد پر صوبوں کی مناسب تقسیم اس طرح کی جائے کہ ہندوستان میں مخلوط اور جداگانہ انتخابات کا جھگڑا اور فرقہ وارانہ مسئلہ ہمیشہ کے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

لیے طے ہو سکے۔ اگر اقبال وفاق ہندوستان سے باہر علیحدہ، آزاد اور خود مختار مسلم مملکت کے قیام کے خواہاں ہوتے تو انہیں نسل، مذہب، زبان یا فرقہ وارانہ بنیاد پر ہندوستان کے صوبوں کی از سر نو تقسیم کی تجویز پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال نے اپنے متعدد خطوط میں "پاکستان سکیم" سے لاتعلقی کا اظہار کیا اور اسے کیمبرج کے طالب علم (چوہدری رحمت علی) کی سکیم قرار دیا۔ وہ تو مذہب کی بنیاد پر چار صوبوں کے ادغام سے ایک مسلم صوبے کے قیام کے حامی تھے۔ صوبوں کی طبقہ وارانہ تقسیم کو ہندوستان کے آئینی نزاع کا حل قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"COMMUNAL REDISTRIBUTION OF PROVINCES"

"....... I give my whole-hearted support to this view of the matter and venture to suggest that the redistribution recommended in the Simon report must fulfil two conditions. It must precede the introduction of the new constitution, and must be so devised as to finally solve the communal problem. Proper redistribution will make the question of joint and separate electorates automatically disappear from the constitutional controversy of India. It is the present structure of the provinces that is largely responsible for this controversy......"

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

"..... میں سائمن رپورٹ میں صوبوں کی از سر نو تقسیم کی سفارشات کی دل سے تائید کرتا ہوں اور یہ تجویز پیش کرنے کی بھی جرأت کروں گا کہ صوبوں کی تقسیم میں دو شرطوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ اولاً یہ تقسیم نئے دستور کے اجراء سے پہلے عمل میں آنی چاہیے۔ ثانیاً یہ اس طرح ہونی چاہیے کہ فرقہ وارانہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے طے ہو جائے۔ اگر صوبوں کی تقسیم مناسب طریقے سے کی گئی تو مخلوط اور جداگانہ انتخاب کا جھگڑا ہندوستان کے آئینی نزاع سے خارج ہو جائے گا۔ اس بحث و تکرار اور تنازعے کا باعث بڑی حد تک صوبوں کی موجودہ تقسیم ہے .....''۔

لسانی، نسلی، تمدنی و مذہبی بنیادوں پر صوبوں کی تقسیم

اگر لسانی، نسلی، ثقافتی اور مذہبی یک جہتی کی بنیاد پر صوبوں کی از سر نو تقسیم کر دی جائے تو ڈاکٹر اقبال کی رائے میں ہندوستان کے مسلمانوں کو علاقائی حلقہ ہائے انتخاب پر بھی قطعاً کوئی اعتراض نہ ہو گا انہوں نے فرمایا:

"DEMARCATION OF PROVINCES TO SECURE LINGUISTIC, RACIAL, CULTURAL AND RELIGIOUS UNITY"

"........ In such a country and in such circumstances, territorial electorates cannot secure adequate representation of all interests, and must inevitably

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

lead to the creation of an oligarchy. The Muslims of India can have no objection to purely territorial electorates if provinces are demarcated so as to secure comparatively homogeneous communities possessing linguistic, racial, cultural and religious unity......."

"ایسے ملک اور ان حالات میں علاقہ وارانہ انتخاب سے تمام مفادات کی مکمل نمائندگی ممکن نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ ایک گروہ کا غلبہ قائم ہو جائے گا۔ لیکن اگر صوبوں کی تقسیم اس طور پر ہو جائے کہ ہر صوبے میں کم و بیش ایسی ہم نوع قومیں بستی ہوں جن میں لسانی، نسلی، تمدنی اور مذہبی اتحاد پایا جاتا ہے، تو مسلمانوں کو علاقائی حلقہ ہائے انتخاب پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا"۔

ہندوستانی صوبوں اور وفاق میں مسلمانوں کے حقوق

ڈاکٹر اقبال چونکہ ہمیشہ ہی سے ہندوستان کے اندر داخلی طور پر خود مختار ایک مسلم صوبے کے قیام کے حق میں تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے پورے خطبے میں علیحدہ اور آزاد مملکت کا ذکر یا مطالبہ نہیں کیا سچ تو یہ ہے کہ 1937ء تک وہ ہندوستان سے باہر آزاد مسلم مملکت کے قیام کے حق میں نہ تھے بلکہ وہ ہمیشہ ہندوستان میں واحدانی طرز حکومت کے مخالف اور وفاقی نظام حکومت کے زبردست مبلغ رہے۔ ایسا وفاقی طرز حکومت جس میں صوبے یا ریاستیں داخلی طور پر خود مختار اور تمام فاضل اختیارات (Residuary Powers) کے مالک ہوں

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اور ہندوستان کی مرکزی وفاقی حکومت کے پاس دفاع اور اسی طرز کے ایسے اختیارات ہوں جنہیں وفاقی ریاستیں یا صوبے انفرادی طور پر سرانجام نہ دے سکیں یا ایسے اختیارات جو وہ بخوشی مرکزی وفاقی حکومت کے سپرد کر دیں۔ ڈاکٹر اقبال نے مسلم اکثریتی صوبوں کے لیے اکثریتی حقوق، فاضل یا بقیہ اختیارات اور مرکزی وفاقی اسمبلی میں ایک تہائی نشستوں کا مطالبہ کرتے ہوئے فرمایا:

"MUSLIMS RIGHTS IN INDIAN FEDERATION AND PROVINCES"

"....... The best course, I think, would have been to start with a British Indian Federation only. A federal scheme born of an unholy union between democracy and despotism cannot but keep British India in the same vicious circle of a unitary Central Government. Such a unitary form may be of the greatest advantage to the British, to the majority community in British India and to the Indian Princes; it can be of no advantage to the Muslims unless they get majority rights in five out of eleven Indian Provinces with full residuary powers, and one-third share of seats in the total House of the Federal Assembly......."

"میرے خیال میں سب سے بہتر طریقہ یہ تھا کہ ابتداء برطانوی ہند کے وفاق سے کی جاتی۔ جو وفاقی اسکیم جمہوریت اور استبداد کے ناپاک اتحاد سے پیدا ہوگی اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوگا کہ برطانوی

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہند، وحدانی مرکزی حکومت کے چکر میں پھنسا رہے گا۔ اس قسم کی وحدانی حکومت، برطانیہ، اکثریتی طبقے اور ہندوستانی والیان ریاست کے لیے تو بے حد مفید ہو سکتی ہے لیکن مسلمانوں کے لیے بے فائدہ ہے۔ جب تک کہ انہیں گیارہ میں سے پانچ ہندوستانی صوبوں میں اکثریتی حقوق اور پورے پورے فاضل اختیارات اور مرکزی وفاقی اسمبلی میں ایک تہائی نشستیں نہ مل جائیں"۔

فرقہ وارانہ مسئلے کا حل

ڈاکٹر اقبال کے نزدیک برصغیر کے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک ہی حل تھا کہ فرقہ وارانہ مسئلے کے مستقل حل کے لیے برطانوی ہندوستان کے صوبوں کی ازسرنو تشکیل کر دی جائے لیکن اگر ان کے تجویز کردہ علاقائی حل پر عملدرآمد نہیں کیا جاتا تو پھر مسلمانوں کو کسی ایسی دستوری تبدیلی سے متفق نہیں ہونا چاہیئے جو بنگال اور پنجاب میں ان کے اکثریتی حقوق، جداگانہ انتخاب اور مرکزی وفاقی اسمبلی میں 33 فی صد مسلم نمائندگی کو یقینی نہ بنائے۔ ان تمام تجاویز سے ایک ہی تاثر ابھرتا ہے کہ ڈاکٹر اقبال ابھی تک ہندوستان کے اندر رہتے ہوئے فرقہ وارانہ مسئلے کے تصفیہ کی تلاش میں تھے اور ان کے نزدیک فرقہ وارانہ مسئلہ کا حل ایک علیحدہ آزاد اور مقتدر مملکت کی تشکیل میں مضمر نہ تھا بلکہ ہندوستان کے اندر ہی ایک مخصوص علاقے میں مسلمانوں کی مرکزیت قائم کرنے کی تجویز یہ

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

دیرینہ مسئلہ حل کرنے کے لیے ان کے پیش نظر تھی۔ اسی موضوع پر ڈاکٹر اقبال
نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا:

"PERMANENT SOLUTION OF COMMUNAL PROBLEM"

"...... I have thus tried briefly to indicate the way in which the Muslims of India ought, in my opinion, to look at the two most important constitutional problems of India. A redistribution of British India, calculated to secure a permanent solution of the communal problem, is the main demand of the Muslims of India. If, however, the Muslim demand of a territorial solution of the communal problem is ignored, then I support, as emphatically as possible, the Muslim demands repeatedly urged by the All-India Muslim League and the All-India Muslim Conference. The Muslims of India cannot agree to any constitutional changes which affect their majority rights, to be secured by separate electorates, in the Punjab and Bengal, or fail to guarantee them 33 per cent representation in any Central Legislature........"

"میں نے مختصراً اس طریقہ کار کی طرف اشارہ کر دیا ہے جس کی روشنی میں میری رائے میں مسلمانان ہند کو ہندوستان کے دو اہم ترین مسائل کو دیکھنا چاہیئے۔ مسلمانان ہند کا اہم ترین مطالبہ یہ ہے کہ فرقہ وارانہ مسئلے کا مستقل تصفیہ کرنے کے لیے برطانوی ہند کے صوبوں کی از سر نو تشکیل کی جائے۔ لیکن اگر فرقہ وارانہ مسئلے کا علاقائی حل نظر انداز کیا جاتا

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہے تو پھر میں نہایت شد و مد سے مسلمانوں کے ان مطالبات کی تائید کروں گا جن پر آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈیا مسلم کانفرنس نے بار بار زور دیا ہے۔ ہندوستان کے مسلمان کبھی ایسی آئینی تبدیلی پر راضی نہیں ہوں گے جس سے پنجاب اور بنگال میں ان کے اکثریتی حقوق پر اثر پڑے جو جداگانہ انتخاب کے ذریعے حاصل کیے جائیں گے یا مرکزی اسمبلی میں ان کی 33 فی صد نمائندگی کی ضمانت نہ دی جائے"۔

ہندوستان میں جینا اور مرنا ہمارا مقدر ہے

شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال نے اپنے صدارتی خطبے کے اختتام پر ہندوستان، ایشیا اور مسلمانوں کے بارے میں جو کلمات ارشاد فرمائے انہیں آپ کے خطبے کا خلاصہ یا نچوڑ کہا جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہمیں ہندوستان کے لیے ایک فرض ادا کرنا ہے جہاں ہمیں جینا اور مرنا ہے۔ ہندوستان کے مسئلے کو نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوستانی مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہیے۔ ہندوستان کے ساتھ حق وفاداری کے لیے اجتماعی عزم کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے فرمایا:

“WE HEAVE A DUTY TOWARDS INDIA WHERE WE ARE DESTINED TO LIVE AND DIE”

“..... Gentlemen, I have finished. In conclusion I cannot but impress upon you that the present crisis in the history of India demands complete

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

organisation and unity of will and purpose in the Muslim community, both in your own interest as a community, and in the interest of India as a whole. The political bondage of India has been and is a source of infinite misery to the whole of Asia, It has suppressed the spirit of the East, and wholly deprived her of that joy of self-expression which once made her the creator of a great and glorious culture. We have a duty towards India where we are destined to live and die. We have a duty towards Asia, especially Muslim Asia. And since 70 millions of Muslims in a single country constitute a far more valuable asset to Islam than all the countries of Muslim Asia put together, we must look at the Indian problem not only from the Muslim point of view but also from the standpoint of the Indian Muslim as such. Our duty towards Asia and India cannot be loyally perfromed without an organised will fixed on a definite purpose. In your own interest, as a political entity among other political entities of India, such an equipment is an absolute necessity........"

"حضرات! میرا خطبہ تمام ہوا۔ آخر میں میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تاریخ ہند کے موجودہ نازک دور میں مسلمانوں کو مکمل تنظیم اور اتحاد، عزائم و مقاصد کی ضرورت ہے۔ جو بطور مسلمان قوم آپ کے حق میں بھی ہے اور اجتماعی طور پر ہندوستان کے مفاد میں بھی۔ ہندوستان کی سیاسی غلامی تمام ایشیا کے لیے لاتعداد مصائب کا سرچشمہ ہے۔ اس نے مشرق کی روح کو کچل ڈالا ہے اور اسے اظہار ذات کی اس مسرت سے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

محروم کر دیا ہے۔ جس کی بدولت کسی زمانے میں ایک عظیم اور شاندار تمدن پیدا ہوا تھا۔ ہمیں ہندوستان کی خاطر ایک فرض ادا کرنا ہے جہاں جینا اور مرنا ہمارا مقدر ہے۔۔۔۔ ہمیں ہندوستان کے مسئلے کو نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوستانی مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے بھی دیکھنا چاہیئے۔ ایشیا اور ہندوستان کے حق میں وفاداری کے ساتھ ہم اس وقت تک اپنا فرض ادا نہیں کر سکتے جب تک ہم ایک ایک متعین و مخصوص مقصد کے لیے اجتماعی عزم نہ کریں اگر آپ ہندوستان کی دوسری سیاسی جماعتوں میں اپنا ایک سیاسی وجود قائم رکھنا چاہتے ہیں تو آپ کے لیے اس قسم کا بندوبست قطعی ضروری ہے"۔

یہ امر باعث تشویش و حیرت ہے کہ ہندوستان کے اندر جینے اور مرنے کو مقدر قرار دینے والے، ہندوستان کے مسئلے کو نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوستانی مسلمانوں کی حیثیت سے دیکھنے کا مشورہ دینے والے عظیم فلسفی شاعر سر محمد اقبال کو ایک علیحدہ، آزاد اور مقتدر مسلم مملکت کا مصور یا خالق قرار دے کر محض اقبالیات کی کتب کی فروخت سے منافع کمانے کے لیے ڈاکٹر اقبال کے نظریات و تصورات کو غلط جامے پہنا کر نہ صرف مسخ کیا جا رہا ہے بلکہ شاعر مشرق کی کردار کشی کا ارتکاب بھی کیا جا رہا ہے۔

علامہ اقبال کے خطبہ الہ آباد پر مسلم اور غیر مسلم قائدین نے تبصرے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کیے۔ گول میز کانفرنس میں مندوبین نے تقاریر کیں اور ڈاکٹر سر محمد اقبال نے خود بھی ہندوستان کے مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں اپنے نظریات و خیالات کی وضاحت کی جن کا لب لباب یہی نکلتا ہے کہ سر محمد اقبال برصغیر کے مسلمانوں کے لیے علیحدہ، آزاد، خود مختار اور مقتدر مسلم مملکت کے قیام کے داعی تھے اور نہ ہی اس کے حق میں تھے بلکہ وہ تو وفاق ہندوستان کے اندر چار شمال مغربی مسلم صوبوں (کشمیر شامل نہیں) کے ادغام سے ایک مسلم صوبہ کی تشکیل کے خواہاں تھے۔ جو داخلی طور پر خود مختار ہو لیکن صرف دفاع اور اس نوعیت کے دیگر امور ہندوستان کی مرکزی وفاقی حکومت کے پاس ہوں۔ اپنے انہی خیالات کا اظہار سر محمد اقبال نے اپنے خطبے میں متعدد جگہ کیا ہے۔

خطبہ الہ آباد پر تفصیلی بحث کے بعد آئندہ صفحات میں ایسے ناقابل تردید شواہد پیش کیے جا رہے ہیں۔ جن کے مطالعے سے یہ بات مزید واضح ہوتی جائے گی کہ ڈاکٹر سر محمد اقبال، موجودہ پاکستان کی صورت میں قائم ہندوستان سے علیحدہ، آزاد، خود مختار اور مقتدر مسلم مملکت کے تصور یا نظریہ کے داعی، خالق، مفکر یا مصور نہیں تھے۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

باب سوئم

علامہ اقبال کی تجویز: ایک جائزہ

خطبہ الٰہ آباد کے مکمل مطالعے سے ایک بات بہت واضح ہو چکی ہے کہ یہ وہی تجویز تھی جو دو سال قبل کل جماعتی کانفرنس منعقدہ 1928ء (میں تشکیل دی گئی مشترکہ کمیٹی، جسے نہرو کمیٹی کے نام سے جانا جاتا ہے) میں پیش ہوئی تھی۔ نہرو کمیٹی کے روبرو پیش کی گئی تجویز میں بھی ہندوستان کے شمال مغرب میں واقع چار صوبوں پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کو ایک مسلم صوبے میں مدغم کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ خطبہ الٰہ آباد کا مکمل مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ علامہ اقبال نے امریکہ کی متحدہ ریاستوں یا روس کی متحدہ سوشلسٹ ریاستوں کی طرز پر لفظ مسلم صوبہ اور مسلم ریاست کو ہم معنی طور پر استعمال کیا ہے کیونکہ فیڈریشن یا وفاق میں ریاست سے مراد صوبائی وحدت کے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنے خطبہ میں بھی چار مسلم صوبوں کے ادغام کے لیے "شمال مغربی انڈین مسلم ریاست" کے الفاظ استعمال کیے۔ اس ضمن میں ہمیں "انڈین فیڈریشن میں مسلم صوبے" کی تجویز کو اس کے صحیح پس منظر میں سمجھنے کے لیے علامہ اقبال کے اپنے خطوط اور جملہ مؤرخین و قومی راہنماؤں کے خیالات سے زیادہ بہتر مدد مل سکے گی۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ڈاکٹر صفدر محمود (ممتاز مؤرخ)

وطن عزیز کے عظیم مؤرخ ڈاکٹر صفدر محمود اپنے مضمون بعنوان "قرارداد پاکستان تصور سے حقیقت تک" میں رقمطراز ہیں:[26]

"........ شروع شروع میں علامہ اقبال کے الٰہ آباد کے تصور پاکستان میں بھی ابہام تھا کیونکہ خود اقبال نے اپنے خطبے میں Within اور Without الفاظ استعمال کر کے برطانوی حکومت کے اندر یا باہر کا اعلان کر دیا تھا گویا دو صورتیں سامنے تھیں۔ دوم اس خطبے سے کسی آزاد مملکت کا تصور واضح طور پر نہیں ابھرتا تھا۔ بقول اقبال ایسی ہی تجویز نہرو کمیٹی کے سامنے پیش کی گئی تھی لیکن اسے مسترد کر دیا گیا کیونکہ اس طرح ایک بہت بڑی ریاست وجود میں آجاتی تھی اس ضمن میں علامہ اقبال کے خطبے کے بعد ایک انگریز ڈاکٹر ٹامسن نے لندن ٹائمز کو ایک خط لکھا جس میں اقبال کی تجویز کو پان اسلامی سازش کا حصہ قرار دیا۔ اس کے جواب میں اقبال کا خط لندن ٹائمز میں 12۔ اکتوبر 1931ء کو شائع ہوا جس میں آپ نے کہا کہ "میں برطانوی سلطنت سے باہر مسلمان ریاست کے قیام کا مطالبہ نہیں کر رہا۔ میں تو ہندوستان کے ایسے صوبوں کی از سر نو تنظیم کا حامی ہوں جس میں ایک فرقہ کی مؤثر اکثریت ہو"۔ سوئم علامہ اقبال کے تصور میں بنگال کا ذکر نہیں تھا البتہ اس محاذ پر آہستہ آہستہ دھند چھٹتی گئی اور بعد ازاں خود علامہ اقبال کے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

تصور پاکستان میں تبدیلی آ گئی یا ارتقا ہوا۔ (1937ء میں) علامہ اقبال کے خطوط قائداعظم کے نام یہ واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ وہ بتدریج اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ مسلمانوں کے لیے ایک آزاد مملکت کا قیام ناگزیر ہے چنانچہ انہوں نے بڑی محنت اور دلائل اور خلوص سے قائداعظم کو اس مطالبے پر قائل کیا۔

اس سمت میں روشنی کی پہلی واضح کرن چودھری رحمت علی کی اسکیم تھی جو پاکستان اسکیم کے نام سے 1932ء میں پیش کی گئی لیکن شروع شروع میں طالب علمانہ اسکیم سمجھ کر درخور اعتنا نہ سمجھی گئی۔ چودھری رحمت علی نے نہ صرف مسلمانوں کے مبہم تصور کو پاکستان کا نام دے کر ان کے احساسات کو زبان دی بلکہ ان علاقوں کے پہلے حروف کو لفظ پاکستان کا جزو بنا کر یہ نشاندہی بھی کر دی کہ پاکستان کن علاقوں پر مشتمل ہوگا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ پاکستان اسکیم ایک آزاد مسلمان مملکت کا تصور تھا جس میں کسی قسم کا ابہام نہیں تھا یہ اچنبھے کی بات ہے کہ چودھری رحمت علی نے اپنے پمفلٹ میں جن نظریات کا اظہار کیا وہ حضرت قائداعظم کی قرارداد لاہور کے ضمن میں کی جانے والی تاریخی تقریر کا ایک پیرا بن گئے۔ مثلاً چودھری رحمت علی نے اس پمفلٹ مورخہ 28 جنوری 1933ء میں درج ذیل الفاظ استعمال کیئے:

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

" India, constituted as it is at the present moment, is not the name of one single country; nor the home of one single nation. It is, in fact, the designation of a State created by the British for the first time in history. It includes peoples who have never previously formed part of the Indian nation at any period of its history, but who have, on the contrary, from the dawn of history till the advent of the British, possessed and retained distinct nationalities of their own. One of such peoples is our own nation. In the five Northern Provinces of India, out of a total population of about forty millions, we, the Muslims, constitute about thirty million. Our religion and culture, our history and tradition, our social code and economic system, our laws of inheritance, succession and marriage are fundamentally different from those of most peoples living in the rest of India. The ideals which move our people to make the highest sacrifice are essentially different from those which inspire the Hindus to do the same. These differences are not confined to broad basic principles. Far from it. They extend to the minutest details of our lives. We do not inter-dine; we do not inter-marry. Our national customs and calendars, even our diet and dress are different."

قرار داد لاہور پر تقریر کرتے ہوئے حضرت قائد اعظم نے فرمایا:

"It is a dream that the Hindus and Muslims can never evolve a common nationality, and this mis-conception of one Indian nation has gone far beyond the limits and is the cause of most of our troubles, and will lead India to destruction if we fail to revise our notions in time. The Hindus and the

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

Muslims belong to two different religious philosophies and have differnt social customs and literature. They neither inter-marry nor dine together, and indeed they belong to two different civilisations which are based mainly on conflicting ideas and conceptions. Their aspects of life are different. It is quite clear that Hindus and Muslims derive their inspiration from different sources of history. They have different episodes. Very often the hero of one is a foe of the other, and likewise, their victories and defeats overlap. To yoke together two such nations under a single State, one as a numerical minority and the other as a majority, must lead to growing discontent and the final destruction of any fabric that may be so built up for the government of such a State.

We know that the history of the last 1200 years has failed to achieve unity and has witnessed, during the ages, India always divided into Hindu India and Muslim India. The present artificial unity dates back to the British conquest and is maintained by British bayonet."

ان دونوں اقتباسات کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں خاصی حد تک مماثلت ہے حتیٰ کہ اصطلاحات بھی ایک جیسی استعمال کی گئی ہیں اور پیرایہ اظہار بھی ایک جیسا ہے۔

بقول شریف الدین پیرزادہ چودھری رحمت علی نے 1933ء میں والڈورف ہوٹل لندن میں قائداعظم کے اعزاز میں کھانا کیا اور دیر

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

تک قائداعظم کو پاکستان سکیم کے بارے میں دلائل دے کر قائل کرنے کی کوششیں کرتے رہے۔ ساتھیوں نے ایک بار پھر کوششیں کی، حضرت قائداعظم سے ملاقات کی اور اپنی سکیم کی حمایت کے بارے میں درخواست کی۔ قائداعظم کا جواب تھا۔

My dear boys, don't be in a hurry, let the water flow and they will find their own level.

کہ عزیز نوجوانوں ! جلد بازی سے کام نہ لو پانی کو بہنے دو وہ اپنی سطح خود بنا لے گا۔۔۔۔۔ شواہد سے یہی پتہ چلتا ہے کہ قائداعظم ابھی تک پاکستان سکیم کو دل سے تسلیم نہیں کرتے تھے۔ دوسری طرف وہ مسلمان رہنماؤں کی بے حسی، مسلمان عوام کی صفوں میں انتشار اور مسلم لیگ کی کمزور تنظیم سے دل برداشتہ ہو کر انگلستان جا چکے تھے۔ اسی عرصے میں کیمبرج کے یہ نوجوان انہیں اپنی سکیم کے بارے میں قائل کرنے کی کوششیں کر رہے تھے گویا ہندوستان کے باشعور طبقے کی نگاہیں قیادت کے لیے حضرت قائداعظم پر لگی ہوتی تھیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ تحریکوں کی زندگی میں اور قوموں کے سفر میں ہر انسان کا اپنا اپنا رول ہوتا ہے۔ کیمبرج کے نوجوانوں نے پاکستان کا نام تخلیق کیا، اسے ایک تصور کی شکل دی، انگلستان میں سرکردہ انگریزوں، پارلیمنٹ کے ممبروں اور سیاسی راہنماؤں کو لٹریچر کے ذریعے اس سکیم کا تعارف

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کرایا۔ اس کے لیے فضا ہموار کی حتیٰ کہ 1933ء میں جب مسلمانوں کا وفد جوائنٹ سیلیکٹ کمیٹی کے سامنے پیش ہوا تو سر ریجنالڈ کریڈاک نے عبداللہ یوسف علی سے پاکستان سکیم کے بارے میں سوال دریافت کیا۔ جواب تھا یہ طالب علم کی سکیم ہے جسے ذمہ دار حضرات کی حمایت حاصل نہیں۔ کون جانتا تھا کہ ایک دن مسلمان عوام اس نام پر زندگیاں قربان کریں گے اور اس کے حصول کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے"۔

ڈاکٹر صفدر محمود نے اپنی تحقیق کے نتیجے میں اس امر کو واضح طور پر محسوس کیا کہ علامہ اقبال کے الٰہ آباد کے تصور میں ابہام تھا اور اس خطبے سے کسی آزاد مملکت کا تصور واضح طور پر نہیں ابھرتا تھا نیز یہ کہ بعدازاں علامہ اقبال کے تصور میں تبدیلی آگئی یا ارتقاء ہوا۔ نوجوان نسل کے لیے یہ تحقیق باعث حیرت و دلچسپی ہے کہ چوہدری رحمت علی نے آزاد مسلم مملکت کے غیر مبہم تصور پر مبنی جن نظریات کا اظہار 1933ء میں کیا بالکل یہی خیالات، نظریات، اصطلاحات اور تصورات 1940ء میں قرارداد لاہور کے موقع پر قائداعظم کی تقریر کا موضوع بھی بن گئے۔ جب کہ اس سے قبل چند سرکردہ اور صف اول کے مسلمان راہنما چوہدری رحمت علی کے تصور پاکستان یا پاکستان سکیم کو بچگانہ، ناقابل عمل غیر ذمہ دارانہ و ناقابل غور تجویز قرار دیتے رہے تھے۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

چوہدری رحمت علی روز اول ہی سے اس امر کے خواہاں تھے کہ مسلم لیگ منزل کی تلاش میں بھٹکنے کی بجائے ان کے مطالبہ اور تصور پاکستان کو اپنا لے تاکہ ایک واضح سمت میں جدوجہد کی جا سکے۔ اس ضمن میں چوہدری رحمت علی نے دیگر تمام مسلم زعماء کی طرح قائداعظم سے بھی تفصیلی ملاقات کی جس کا ذکر کرتے ہوئے Larry Collins اور Dominique Lapierre نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ:

" 1933ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے راہنما محمد علی جناح کو اپنے منصوبے سے آگاہ کرنے کے لیے چوہدری رحمت علی نے لندن کے Waldroff ہوٹل میں ان کے اعزاز میں ضیافت کا اہتمام کیا اور ان سے پاکستان کی سکیم کے بارے میں تفصیل سے بات چیت کی لیکن محمد علی جناح نے اس تجویز کو ناقابل عمل قرار دیا"۔[27]

ڈاکٹر راجندر پرشاد

معروف ہندو لیڈر و دانشور ڈاکٹر راجندر پرشاد نے خطبہ الٰہ آباد میں علامہ اقبال کے نظریات اور خیالات کا عمیق جائزہ اپنی انگریزی تصنیف "منقسم ہندوستان" میں ان الفاظ میں پیش کیا کہ:[28]

"اقبال نے تو ہندوستان کے وفاق کے اندر مسلم ریاست کے قیام کی تجویز پیش کی تھی"۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ڈاکٹر پرشاد نے بھی مسلم ریاست سے مسلم صوبہ یا انڈین فیڈریشن کا ایک یونٹ ہی مراد لیا ہے۔ خطبہ الٰہ آباد کے بارے میں آر۔ کوپ لینڈ نے اپنی تصنیف "ہندوستانی سیاسیات" میں بھی ڈاکٹر راجندر پرشاد سے ملتا جلتا مؤقف اختیار کیا ہے۔[29]

خان عبدالولی خان

بھٹو دور حکومت میں حیدر آباد ٹریبونل میں خان عبدالولی خان پر بہت سے الزامات میں سے ایک الزام یہ بھی تھا کہ وہ نظریہ پاکستان کو تسلیم نہیں کرتے۔ انھوں نے عائد کردہ الزامات کے جواب پر مبنی ایک طویل بیان حلفی ٹریبونل میں داخل کیا۔ "تصور پاکستان کا اصل خالق کون" کے حوالے سے ان کے جوابی بیان کا متعلقہ حصہ حسب ذیل ہے:[30]

"میں آخر میں اس سب سے بڑے الزام کی طرف آتا ہوں کہ نیپ کے چوٹی کے راہنما نظریۂ پاکستان یا پاکستانی قومیت کے تصور پر یقین نہیں رکھتے اور اس کو عملاً نہیں مانتے ۔۔۔۔ اس بحث کی ابتداء سب سے پہلے لفظ پاکستان سے کرنا ہوگی یعنی کس پاکستان کا نظریہ؟ پاکستان کا لفظ سب سے پہلے 1933ء میں سننے میں آیا۔ "پاکستان نیشنل موومنٹ کے بانی "چوہدری رحمت علی نے کیمبرج (انگلستان) سے ایک پمفلٹ "اب یا کبھی نہیں" شائع کیا۔ اس میں تجویز کیا گیا تھا کہ پنجاب، شمال

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

مغربی سرحدی صوبہ (افغانیہ)، صوبہ کشمیر، سندھ اور بلوچستان پر مشتمل پاکستان قائم کیا جائے اور پاکستان کو مذہبی، سماجی اور تاریخی بنیادوں پر الگ وفاقی آئین دیا جائے۔

تصور پاکستان کا اصل خالق کون ہے، اس کے بارے میں بھی تضاد پایا جاتا ہے۔ تاثر تو یہی دیا جا رہا ہے کہ سب سے پہلے ڈاکٹر اقبال نے یہ تصور پیش کیا۔ ڈاکٹر اقبال نے 1930ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ الہ آباد میں شمال مغربی ہند کے ادغام پر مشتمل ایک مسلم ریاست کے قیام کا تصور پیش کیا تھا۔ ڈاکٹر اقبال نے اپنے خطبے میں پاکستان کا لفظ استعمال نہیں کیا پھر یہ تجویز چوہدری رحمت علی کی تجویز سے دو پہلوؤں سے مختلف تھی۔ ایک یہ کہ علامہ اقبال کے مطالبے میں کشمیر شامل نہیں تھا۔ دوسری بات یہ کہ اس میں ایک کل ہند فیڈریشن کا تصور پیش کیا گیا تھا جس میں چار صوبے ایک وحدت (یونٹ) تشکیل کرتے"۔

ایم۔ اے۔ ایچ۔ اصفہانی

قائداعظم محمد علی جناح کے دست راست، مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کے سرکردہ رکن، قیام پاکستان کے بعد مرکزی حکومت میں اہم وزیر اور بیرون ملک بطور سفیر خدمات سرانجام دینے والے ایم۔ اے۔ ایچ۔ اصفہانی ان چند

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے تحریک پاکستان میں اہم کردار ادا کیا اور آخر دم تک قائداعظم کے اعتماد پر پورے اترے۔ انھوں نے تحریک پاکستان اور قائداعظم کے حوالے سے اپنی یادداشتوں کو متعدد مضامین میں قلمبند کیا۔ ان کی رائے کے مطابق علامہ اقبال کے خطبات مسلم مملکت کے تصور کی جانب اشارہ کرتے تھے لیکن انھیں تصور پاکستان کا خالق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ "قائداعظم اور پاکستان" کے عنوان سے ان کا ایک تفصیلی مضمون 7 مئی 1967ء کے اخبارات میں شائع ہوا جس کا تذکرہ ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال نے اپنی تصنیف زندہ رود میں بھی کیا۔ مسلم مملکت کے تصور سے متعلق اقتباس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے: (31)

"---جمال الدین افغانی کے بعد چند دیگر مسلمانوں نے بھی انہی خطوط پر سوچا۔ 1917ء میں سٹاک ہوم میں ہونے والی بین الاقوامی سوشلسٹ کانفرنس میں جبار خیری اور عبدالستار نامی دو برادران نے بھی برصغیر کو دو حصوں یعنی مسلمان انڈیا اور ہندو انڈیا میں تقسیم کرنے کی ایک تجویز پیش کی تھی۔ 1920ء میں عبدالقادر بلگرامی نے بدایون کے اخبار "ذوالقرنین" میں گاندھی صاحب کے نام ایک کھلا خط لکھا جس میں انہوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین برصغیر کی تقسیم تجویز کی اور مختلف اضلاع کی ایک فہرست دی جو مشرقی اور مغربی پاکستان کی موجودہ سرحدوں سے بڑی حد تک ملتی جلتی تھی۔ انہی خطوط پر

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

جناب سردار گل خان نے 1923ء میں ایک تجویز سرحد انکوائری کمیٹی کے سامنے بھی پیش کی بعد ازاں اگر میں غلطی پر نہیں، تو 1930ء کے اوائل میں کیمبرج یونیورسٹی کے ایک گریجویٹ "چوہدری رحمت علی نے لفظ پاکستان وضع کیا اور اسے لندن میں ہونے والی گول میز کانفرنس میں ایک علیحدہ مسلم مملکت کے تصور کے طور پر پیش کیا مگر اس وقت ان کے خیالات کی قدر و قیمت جاننے والا کوئی نہ تھا۔ اس بات سے کوئی بھی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ ڈاکٹر اقبال کی سوچ، شاعری اور خطبات بھی اس خیال کو تقویت پہنچاتے تھے، لیکن یہ کہنا کہ وہ مسلمان ریاست کے تصور کے خالق تھے، تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہے"۔

ملک برکت علی

ملک برکت علی نے 1931ء میں مسلم کانفرنس لاہور کی استقبالیہ کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے علامہ اقبال کی تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:(32)

"جناب محمد اقبال نے مسلم لیگ کی صدارت اس زمانے میں کی جب وہ مردہ ہو چکی تھی اور آزاد اسلام کی نمائندگی نہ کر سکتی تھی اس موقع پر صدارت کرتے ہوئے انھوں نے ہندوستان کے حصے بخرے کرنے کا جو خیال ظاہر کیا تھا میں یہ کہہ سکنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ ہندوستان کے متعلق مسلمانوں کا یہ نظریہ نہیں ہے۔ اگر ڈاکٹر سر محمد اقبال اس

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

خیال کو ترک نہ بھی کرتے جسے کوئی ذی ہوش پیش نہیں کر سکتا، جو مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی نئی نسل کے لیے بالکل اجنبی، فطری قابلیت اور اختراعی قوت کے بالکل خلاف ہے تو میں کسی ہچکچاہٹ کے بغیر واضح طور پر اس کی تردید کر دیتا۔ میں یہ اعلان کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کی کوئی فرقہ وارانہ تقسیم نہ ہونی چاہیے بلکہ ہندو دھرم اور اسلام دونوں کو پہلو بہ پہلو ہندوستان کے طول و عرض میں رہنا چاہیے اور ان کو کسی ایک علاقہ میں محدود نہ کرنا چاہیے"۔

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے جب محسوس کیا کہ خطبہ میں ان کی تجویز سے بعض حلقوں کو غلط فہمی پیدا ہونے کا خدشہ ہے یا اس سے مختلف معنی اخذ کیے جا سکتے ہیں تو علامہ اقبال نے اپنے متعدد خطوط، مضامین اور بالمشافہ طور پر مسلم راہنماؤں پر واضح کر دیا کہ وہ آزاد مسلم مملکت کے داعی ہرگز نہیں بلکہ چار مسلم اکثریتی صوبوں کا ایک مسلم صوبے میں ادغام چاہتے ہیں۔

سر میاں محمد شفیع

پہلی گول میز کانفرنس کی اقلیتوں کی سب کمیٹی کے اجلاس منعقدہ یکم جنوری 1931ء میں ڈاکٹر مونجے نے خطبہ الٰہ آباد کے حوالے سے اس خدشے کا اظہار کیا کہ ایک مخصوص خطے میں مسلمانوں کی مرکزیت قائم کرنے سے چھوٹی

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اقلیتوں کے مفادات کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ ڈاکٹر مونجے کے ان تفکرات کا جواب مسلم لیگ کے مرکزی راہنما سر میاں محمد شفیع نے دیا:

"........ اگر سر محمد اقبال نے کہا ہے کہ ہندوستان کی مرکزی حکومت میں ہندوؤں کی پائیدار اور غیر متغیر اکثریت کے سبب سارے ہندوستان میں ہندو ریاست قائم ہوگی، یا اسی غیر متغیر اور پائیدار اکثریت کے سبب آٹھ گورنری صوبوں میں سے چھ میں ہندو ریاستیں قائم ہوں گی تو پھر ان چار مسلم صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، چار مسلم ریاستیں کیوں نہ قائم کی جائیں؟ مجھے تو اس تجویز میں کوئی بری بات دکھائی نہیں دیتی اور میں بذات خود اس کمیٹی کے سامنے یہی تجویز دہرانے کے لیے تیار ہوں۔ .... ہر صوبائی وحدت ایک ریاست بنا دی جائے۔ اگر انہوں نے (اقبال نے) یہ کہا ہے تو اس میں کچھ بھی نہیں اور اس پر اعتراض کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ اگر انہوں نے مروجہ اصطلاح کے مطابق برٹش کامن ویلتھ سے باہر کسی آزاد مسلم ریاست کے قیام کا ذکر کیا ہے تو میں سارے مسلم ڈیلی گیشن کی طرف سے ایسی تجویز کو رد کرتا ہوں........"(33)

دیگر مسلم لیگی زعماء کی طرح سر میاں محمد شفیع نے بھی خطبہ الہ آباد میں

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

علامہ اقبال کی تجویز سے مراد مسلم اکثریت والے چار صوبوں کا ایک مسلم صوبے میں ادغام ہی لیا ہے اور گول میز کانفرنس میں شریک مسلم لیگی وفد کی جانب سے کسی آزاد و خود مختار مسلم مملکت کے مفہوم کی مکمل نفی کرتے ہوئے اسے رد کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ خطبہ الٰہ آباد دراصل مسلم لیگ کے جلسہ عام سے علامہ اقبال کی صدارتی تقریر تھی لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ علامہ ایک آزاد و خود مختار مملکت کا تصور پیش کرتے اور دیگر تمام مسلم لیگی قائدین اس تصور یا خیال کی نفی یا مخالفت کرتے۔ درحقیقت تمام مسلم لیگی مرکزی قائدین ڈاکٹر اقبال کی اس تجویز سے بہت پہلے سے واقف تھے کہ چار شمال مغربی مسلم اکثریتی صوبوں کو ایک مسلم صوبے میں یکجا کر دیا جائے جو وفاق ہندوستان کے اندر رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے وقتاً فوقتاً خود بھی اپنی تجویز کی وضاحت کی نیز ملک برکت علی، سر میاں محمد شفیع اور دیگر مسلم لیگی قائدین کی جانب سے مذکورہ خیالات پر کسی قسم کے ردعمل کا اظہار نیز 1930ء سے 1937ء کے درمیان کبھی بھی آزاد مسلم مملکت کے تصور کو نہیں دہرایا گیا۔

گول میز کانفرنس

گول میز کانفرنس کی ابتداء ہی میں چوہدری رحمت علی نے تمام مسلم لیگی راہنماؤں سے فرداً فرداً ملاقاتیں کیں۔ ان کے اعزاز میں استقبالیہ تقاریب منعقد کیں اور انھیں اس امر پر قائل کرنے کی کوششیں کیں کہ وہ وفاق ہندوستان کی طرز

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

پر دستور کی توثیق کی بجائے مخالفت کریں اور شمال مغربی برصغیر کے مسلم اکثریتی صوبوں پر مشتمل علیحدہ وفاق کا مطالبہ کریں لیکن 26 مندوبین پر مشتمل مسلم وفد نے چوہدری رحمت علی کی تمام کاوشوں اور التجاؤں کو رد کر دیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگر علامہ اقبال اپنے خطبہ الٰہ آباد میں مسلم اکثریتی صوبوں پر مشتمل ایک علیحدہ آزاد اور خود مختار مملکت کے قیام کا تصور پیش کر چکے ہوتے تو چوہدری رحمت علی کی جانب سے اسی تصور کو دہرانے کی کوئی منطق نہ تھی نیز اگر چوہدری رحمت علی، ڈاکٹر اقبال ہی کی خطبہ الٰہ آباد والی تجویز کو دوبارہ پیش کرتے تو مسلم مندوبین اس تجویز کو اپنے شدید رد عمل کے تحت مسترد کرنے کی بجائے اسے مسلم لیگ کے صدر ڈاکٹر اقبال ہی کا منصوبہ تصور کرتے ہوئے قبول کر لیتے لیکن ایسا ہرگز نہ ہوا کیونکہ ان کے نزدیک علامہ اقبال کی تجویز وہی تجویز تھی جو نہرو کمیٹی کے روبرو پیش کی گئی جس کا مقصد چار مسلم صوبوں کے ایک مسلم صوبے میں ادغام کے علاوہ کچھ نہیں تھا جبکہ چوہدری رحمت علی گول میز کانفرنس کے مسلم شرکاء سے اصرار کر رہے تھے کہ وہ ہندوستانی وفاقی دستور کی تدوین اور توثیق کی بجائے مسلم اکثریتی صوبوں بشمول جموں و کشمیر پر مشتمل ایک علیحدہ، آزاد اور خود مختار مسلم مملکت کا مطالبہ پیش کریں جس کے لیے اس وقت تک مسلم مندوب تیار نہ تھے۔ چوہدری رحمت علی نے مایوس ہو جانے کے بعد 28 جنوری 1933ء کو اپنا تاریخ ساز منصوبہ "ناؤ آر نیور" جاری کر دیا۔ جس کی کاپیاں ایوان بالا و زیریں کے تمام ارکان اور ہندوستان میں تمام سیاسی و سماجی حلقوں میں تقسیم کی گئیں۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہندوستان کی دستوری اصلاحات سے متعلق مشترکہ کمیٹی، جسے جوائنٹ پارلیمینٹری سلیکٹ کمیٹی کا نام دیا گیا، نے اپنے اجلاس منعقدہ یکم اگست 1933ء کو مسلم وفد سے چوہدری رحمت علی کے تصور پاکستان کے بارے میں استفسارات کیے:

انڈیا کی دستوری اصلاحات سے متعلق مشترکہ کمیٹی کے روبرو شہادتوں کی روداد

(جلد دوئم صفحہ 1406) مطبوعہ

ہز میجسٹی سٹیشنری آفس لندن، اشاعت 1934ء

سوال نمبر 9598 سر ریجنالڈ کریڈاک: کیا کوئی مندوب یا کوئی گواہ جواب دینا پسند کرے گا اور مجھے یہ بتائے گا کہ آیا "پاکستان" کے نام کے تحت صوبوں کے وفاق کی کوئی سکیم موجود ہے؟

جواب نمبر 9598: عبداللہ یوسف علی (سی بی ای) جہاں تک مجھے علم ہے یہ صرف ایک طالب علم (چوہدری رحمت علی) کی تجویز ہے، کسی ذمہ دار شخصیت نے اسے پیش نہیں کیا۔

سر ریجنالڈ کریڈاک: کسی (ذمہ دار شخص) نے اب تک ایسا

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

نہیں کیا۔ لیکن آپ کے کہنے کے مطابق آپ ہندوستان میں بڑی تیزی سے ترقی کرتے ہیں اور شاید ایسا ہو کہ جب یہ (چوہدری رحمت علی اور ان کے ساتھی) طلباء پختہ عمر ہوں تو یہ سکیم پیش کی جائے گی۔

سر ظفر اللہ خان: سوال کیا ہے؟

سر ریجنالڈ کریڈاک: میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ لوگ پاکستان کے متعلق کسی سکیم سے واقف ہیں؟

سر ظفر اللہ خان: ہمیں اس کا جواب پہلے ہی مل گیا ہے کہ یہ ایک طالب علم کی تجویز تھی اور اس میں کوئی قابل غور بات نہیں ہے۔ مزید سوال کیا ہے؟

سوال نمبر 9599 آئزک فوٹ: پاکستان کیا ہے؟

جواب نمبر 9599 سر ظفر اللہ خان: جہاں تک ہم نے اس پر غور کیا ہے یہ ایک بچگانہ اور ناقابل عمل تجویز ہے۔ اس کا مقصد بعض صوبوں کے وفاق کی

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

تشکیل ہے۔

سوال نمبر 9600 : سر ریجنالڈ کریڈاک: مجھے چند مسلم صوبوں کو پاکستان کے تحت یکجا کرنے کی تجویز پر مشتمل چند مراسلات موصول ہوئے ہیں۔

جواب نمبر 9600 : ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین: غالباً یہ کہنا کافی ہوگا کہ اب تک کسی نمائندہ شخصیت یا تنظیم نے اس پر غور نہیں کیا۔(34)

سر چوہدری ظفر اللہ خان

جناب وحید احمد نے جب سر چوہدری ظفر اللہ خان سے انٹرویو کیا جو 1970ء میں شائع ہوا تو انھوں نے جوائنٹ پارلیمنٹری سیلیکٹ کمیٹی کے اجلاس میں تصور پاکستان کی مخالفت کرنے کی تین وجوہات پیش کرتے ہوئے کہا کہ:-

"اس (ناؤ آر نیور) کی اشاعت کے وقت اگرچہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان بہت زیادہ تلخی اور کشیدگی پائی جاتی تھی لیکن انڈین دستوری فریم ورک کے اندر رہتے ہوئے مسلمانوں کے حقوق کے لیے مسلمانوں کے بڑے بڑے چیمپئن بھی "سخت اور انجام پذیر جدوجہد"، "سیاسی خود کشی"، اور "مکمل تباہی" جیسے الفاظ استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ دوئم یہ کہ انگریزوں کی انڈیا پر گرفت بہت مضبوط تھی حتیٰ کہ بہت دور اندیشی سے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

بھی کام لیا جاتا تو مستقبل قریب میں برطانوی اقتدار کے اختتام کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا۔ اس وقت قائداعظم کا مطمع نظر بھی ہندو مسلم اتحاد ہی تھا۔ تیسرا یہ کہ علامہ اقبال بھی علیحدہ مملکت نہیں چاہتے تھے بلکہ وہ مسلمان آبادی کو ایک مسلم صوبے میں یکجا کرنا چاہتے تھے"۔[35]

مسلم زعماء کے اخلاقی دیوالیہ پن کی یہ حالت تھی کہ دسمبر 1932ء میں کلکتہ کے مقام پر عبداللہ یوسف علی نے آل انڈیا مسلم کانفرنس کی صدارت کی لیکن جوائنٹ سیلیکٹ کمیٹی کی میٹنگ میں تصور پاکستان کو ایک طالب علم کی سکیم قرار دے کر مسترد کر دیا۔

بیرسٹر اقبال الدین احمد لکھتے ہیں کہ "جب جوائنٹ سیلیکٹ کمیٹی کے ارکان سر ریجنالڈ کریڈاک اور آرزک فوٹ نے ناؤ آر نیور کے بارے میں مسلم مندوبین سے سوالات کیے تو سر ظفر اللہ خان اور ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین نے جواب دیا کہ "جہاں تک ان کے علم میں ہے یہ تجویز کسی نمائندہ شخصیت نے پیش نہیں کی یہ ایک طالب علم کی احمقانہ اور ناقابل عمل تجویز ہے"۔ سر ظفر اللہ خان سے جب چوہدری رحمت علی کے تصور پاکستان کے خلاف مذکورہ بالا بیان کی بابت پوچھا گیا تو انھوں نے 1971ء میں ایک انٹرویو میں بتایا کہ:[36]

"حتیٰ کہ قائداعظم بھی اس وقت پاکستان نہ چاہتے تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ بھی 1940ء تک پاکستان کے نظریے کو قبول کرنے پر

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

تیار نہ ہوئی تھی"۔

علامہ اقبال نے اگر خطبہ الٰہ آباد میں مسلم صوبوں پر مشتمل وفاق یا ایک علیحدہ، آزاد خود مختار مسلم مملکت کا تصور پیش کر دیا ہوتا تو گول میز کانفرنس کے سر کردہ مسلم لیگی زعماء کبھی بھی یہ مؤقف اختیار نہ کرتے کہ "صوبوں کے علیحدہ وفاق کی پاکستان سکیم صرف ایک طالب علم کی تجویز ہے جسے کسی ذمہ دار شخصیت نے پیش نہیں کیا۔ اس میں کوئی قابل غور بات نہیں ہے۔ بعض صوبوں کے وفاق کی تشکیل کی یہ تجویز ناقابل عمل اور بچگانہ ہے یہی وجہ ہے کہ کسی نمائندہ شخصیت یا تنظیم نے اس پر غور نہیں کیا"۔ پاکستان کے پہلے قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ نے اسے ناقابل عمل، بچگانہ اور طالب علم کی سکیم قرار دے کر رد کر دیا۔ لیکن علامہ اقبال تو ایک عالمگیر شخصیت تھے شرکاء کانفرنس چوہدری رحمت علی کی پاکستان سکیم کا "کریڈٹ" چوہدری رحمت علی کو دینے کی بجائے کم از کم اسے علامہ اقبال کا تصور قرار دے کر ہی قبول کر لیتے اور ہندوستان کے وفاقی دستور کی توثیق سے انکار کر کے قیام پاکستان کا مطالبہ کر دیتے۔

قیام پاکستان کے بعد مورخہ 20 مئی 1970ء کو پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ اور قائداعظم کے دست راست سر ظفر اللہ خان سے جب یہ پوچھا گیا کہ انھوں نے گول میز کانفرنس کی جوائنٹ پارلیمنٹری سلیکٹ کمیٹی کے روبرو چوہدری رحمت علی کے تصور پاکستان کو ایک طالب علم کی بچگانہ اور ناقابل عمل تجویز کیوں

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

قرار دیا تھا تو سر ظفر اللہ خان نے جواب دیا کہ اس وقت حتیٰ کہ قائد اعظم بھی ہندوستان میں قومی اتفاق رائے کے لیے کوشاں تھے جبکہ سر علامہ اقبال چار شمال مغربی صوبوں کو ایک مسلم صوبہ میں مدغم کرنے کے خواہاں تھے۔ یاد رہے کہ علامہ اقبال دوسری اور تیسری گول میز کانفرنس میں خود بھی شریک تھے لہٰذا وہ مسلم زعماء پر واضح کر سکتے تھے کہ وہ خود بھی آزاد مملکت کے نظریے کے داعی ہیں لہٰذا چوہدری رحمت علی کے تصور یا مطالبے کی مخالفت نہ کی جائے !!!! لیکن علامہ اقبال نے کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔

اقبال اور مسلم شرکاء کانفرنس کا رد عمل

قیام کیمبرج کے دنوں میں چوہدری رحمت علی کی تحریک پاکستان کے ایک کارکن میاں عبدالحق جو بعد ازیں مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن بھی رہے، چوہدری رحمت علی کے تصور پاکستان پر مبنی ناؤ آر نیور کی وسیع پیمانے پر ترسیل کی بابت شرکاء گول میز کانفرنس اور ارکان برطانوی پارلیمنٹ کا رد عمل معلوم کرنے کے لیے علامہ اقبال سے ایک ملاقات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ناؤ آر نیور کی برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران اور شرکاء گول میز کانفرنس کے نام ترسیل کے بعد ہم رد عمل جاننے کے لیے علامہ اقبال سے ملنے ان کی رہائش پر گئے۔ علامہ محمد اقبال نے دریافت کرنے پر

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

بتایا کہ گول میز کانفرنس میں شریک مسلمان راہنماؤں نے اس پر غور و خوض کیا ہے اور تمام شرکاء نے اس پمفلٹ کی اشاعت کی مذمت کی اور اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ تاہم سر آغا خاں نے مسلمان راہنماؤں سے درخواست کی کہ اس کی اشاعت کی مذمت نہ کی جائے کیوں کہ ان کا خیال تھا کہ اس سے مسلمانوں کی سیاسی سمت کے تعین میں مدد مل سکتی ہے"۔ (37)

ان سطور کے مطالعے سے یہ امر مزید واضح ہو جاتا ہے کہ علامہ اقبال جو مسلمانوں میں شعوری بیداری کے لیے کوشاں تھے۔ انھوں نے بھی اس اخلاقی بددیانتی کا مرتکب ہونا موزوں نہیں سمجھا اور کبھی بھی اپنے آپ کو تصور پاکستان کا خالق نہیں سمجھا بلکہ متعدد بار خطبہ الٰہ آباد میں دی گئی اپنی تجویز کی وضاحت فرمائی اور اسے چوہدری رحمت علی کی پاکستان سکیم سے مختلف قرار دیا۔

برطانوی پارلیمنٹ کی تشویش

چوہدری رحمت علی کا دیا ہوا تصور پاکستان برصغیر اور دنیا بھر میں اتنا مقبول اور زبان زد عام ہوا کہ ہاؤس آف کامنز کو بھی اسے زیر بحث لانا پڑا۔ 8 مئی 1935ء کو منعقدہ اجلاس میں ایک ممتاز رکن Mr. Vyvyan Adams نے اپنی تقریر میں تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:

"برطانوی پارلیمنٹ کی جائنٹ سیلیکٹ کمیٹی کے سامنے حیران کن

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

شہادتیں پیش کی گئی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ، کشمیر اور بلوچستان پر مشتمل ایک علیحدہ وفاق کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ اس طرح کی سوچ ہماری پالیسی کے خلاف ہے اور مسلمانوں سے وابستہ ہماری توقعات کے بھی برعکس ہے"۔

"ہاؤس آف کامنز میں پاکستان پر بحث قابل ذکر بات تھی اور اس حقیقت کی عکاس بھی کہ حکومت اس ساری صورت حال پر پریشان تھی"۔(38)

علامہ اقبال کا اتفاق اور عدم اتفاق

علامہ محمد اقبال بھی چوہدری رحمت علی کے تصور پاکستان کو اس وقت تک پیش ہونے والی تجاویز تقسیم ہند میں سے سب سے بہتر خیال کرتے تھے لیکن وہ مسلم لیگ کے ایک ذمہ دار راہنما کی حیثیت سے مسلم لیگی پالیسی کے برعکس اس کی حمایت کرنے کو تیار نہ تھے۔ گول میز کانفرنسوں میں مسلم لیگی راہنماؤں نے ہندوستان میں ایک ایسے وفاقی دستور کی تیاری میں معاونت کی جس میں مسلم نشستوں کا تحفظ ہو اور خود علامہ اقبال نے بھی اپنے خطبہ الٰہ آباد میں فرقہ وارانہ مسئلہ حل کرنے کے لیے صوبوں کی طبقہ وارانہ تقسیم نیز وفاقی طرز حکومت کے حق میں مدلل دلائل دیئے۔ چوہدری رحمت علی کی پاکستان نیشنل موومنٹ کے ایک سابقہ

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

رکن میاں عبدالحق تحریر کرتے ہیں کہ:

"1932ء میں چند مسلم طلباء نے لندن میں علامہ اقبال سے ملاقات کی اور انھیں پاکستان کے منصوبے سے آگاہ کیا جس کی انھوں نے تعریف کی اور تسلیم کیا کہ گول میز کانفرنسوں میں زیر بحث تجاویز سے یہ سکیم ہر لحاظ سے بہتر ہے لیکن علامہ محمد اقبال نے اس تجویز سے اتفاق نہ کیا کہ وہ اس سکیم کو کانفرنس میں پیش کریں کیوں کہ اس وقت تک مسلمان راہنما گول میز کانفرنسوں میں اپنا نقطۂ نظر پیش کر چکے تھے"۔(39)

اس سے یہ حقیقت اور ابھر کر سامنے آتی ہے کہ اگر شاعر مشرق ہندوستان سے علیحدہ ایک آزاد مسلم مملکت کے قیام کے داعی ہوتے تو، گول میز کانفرنسیں جو برصغیر کے مستقبل کا دستوری تعین کرنے کے لیے منعقد کی گئی تھیں، یہ بہترین موقع تھا کہ وہ ایک علیحدہ اور آزاد مسلم مملکت کے تصور کو نہ صرف دھراتے بلکہ اس کا مطالبہ پُرزور الفاظ میں کرتے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ گول میز کانفرنسوں میں چوہدری رحمت علی کے تصور کی تائید بھی صرف اس لیے نہیں کر سکے کہ دیگر تمام مسلم مندوبین چوہدری صاحب کے تصور سے متفق بھی نہیں بلکہ سخت مخالف تھے اور پھر ان کانفرنسوں میں بھی ہندوستان کے لیے وفاقی دستور یا وفاقی طرز حکومت منظور کیا جا رہا تھا جس کا مطالبہ وہ خود خطبہ الٰہ آباد میں کر چکے تھے۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اے ٹی چوہدری

معروف صحافی و دانشور اور ڈیلی "مسلم" اسلام آباد کے سابق ایڈیٹر جناب اے ٹی چوہدری کے مطابق "حقیقت یہ ہے کہ چوہدری رحمت علی نے صرف نام ہی تجویز نہیں کیا بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ مسلم مملکت کا منصوبہ بھی پیش کیا اور یہ منصوبہ بنیادی طور علامہ اقبال سے مختلف تھا۔ علامہ اقبال نے 1930ء میں وفاق ہندوستان کے اندر ایک مسلم بلاک (صوبے) کی تشکیل کا مطالبہ کیا تھا جبکہ چوہدری رحمت علی نے باقی ہندوستان سے الگ تھلگ ایک علیحدہ اور آزاد مسلم فیڈریشن کا تصور پیش کیا تھا"۔(40)

چوہدری رحمت علی

چوہدری رحمت علی نے اپنے تاریخی اعلان "اب یا کبھی نہیں" میں ایک آزاد، خود مختار اور مقتدر پاکستان کے قیام کا تصور پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال کی تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:(41)

> "یہ بات مکمل طور پر برطانوی اور ہندو سیاستدان کے حق میں پائی جاتی ہے کہ وہ ہمیں باقی ہندوستان سے یکساں مگر ایک بالکل علیحدہ آئین رکھنے والی آزاد اور طاقتور مسلمان قوم بنا دیں۔ ہمیں اپنی مادر وطن کے لیے ایک علیحدہ وفاق کے علاوہ کوئی اور شے مطمئن نہیں کر سکتی۔ یہ مطالبہ بنیادی طور پر اس مطالبہ سے مختلف ہے جو ۱۹۳۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدارتی خطبے میں ڈاکٹر سر محمد اقبال نے پیش کیا تھا۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

انہوں نے ان صوبوں کو ایک واحد ریاست قرار دینے کی تجویز پیش کی تھی جو کل ہند وفاق کا ایک واحدانیہ ہو۔ ہماری تجویز ہے کہ ان ریاستوں کو ایک علیحدہ وفاق کی شکل دی جائے۔ اگر ہمیں ایک ہندو اکثریتی وفاق کا دھوکا دیا گیا تو اس پوری سرزمین میں کہیں بھی سکون اور اطمینان نہیں ہوگا اور نہ ہی ہم اپنے مقدر اور اپنی روحوں کے مالک ہوں گے"۔

چوہدری رحمت علی، علامہ اقبال کے خطبہ پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ :

"ہندوستان کے مسلمانوں پر ایک عرصہ سے خطرناک جمود طاری تھا حتیٰ کہ 1930ء میں اسلام کے لافانی شاعر سر علامہ محمد اقبال جن کے پیغام نے تاریکیوں میں ہماری راہنمائی کی۔ انہوں نے اس جمود کو توڑا اور مسلم لیگ کے جلسہ الہ آباد میں آپ نے تمام صورت حال کا تجزیہ پیش کرتے ہوئے ہندوستان کے اندر ایک مسلم انڈیا کے قیام کا مطالبہ کیا ان کے خطبہ کے مندرجہ ذیل نکات غور طلب ہیں:

۱۔ علامہ محمد اقبال نے خاص طور پر مسلمان سیاستدانوں کی طرف سے وفاق کے قیام کے مطالبہ کی حمایت کی اور کہا کہ مسلمان وفاق کا مطالبہ اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہندوستان کے مشکل ترین مسئلہ کا حل ہے چنانچہ ریاست سے ان کی مراد خود مختار ریاست کا قیام نہ تھا بلکہ ایک صوبے کے قیام کی تجویز تھی جو وفاق ہند کا حصہ ہو۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

۲- تمام خطبہ میں سر علامہ محمد اقبال نے ہندوستان کا بطور ایک ملک ذکر کیا اور مسلمانوں کو ہندوستانی قوم کا ایک حصہ قرار دیا جو کہ خطاب کے اس حصے سے ظاہر ہے یعنی یہ کہ ہندوستان کی جانب سے ہم پر ایک فرض عائد ہوتا ہے وہ جگہ جہاں جینا اور مرنا ہمارا مقدر ہے"۔

پاکستان نیشنل موومنٹ کیمبرج کے بانی صدر چوہدری رحمت علی نے گول میز کانفرنس کے مسلم و غیر مسلم مندوبین کے رویہ سے مایوس ہو کر ہندوستان کے شمال مغربی چار مسلم اکثریتی صوبوں اور جموں و کشمیر پر مشتمل ایک علیحدہ، آزاد اور خود مختار مسلم مملکت پاکستان کے قیام کا مطالبہ کر دیا۔ اس موقع پر انھوں نے 28 جنوری 1933ء کو "ناؤ آر نیور" کے عنوان سے اپنا تاریخ ساز اعلان جاری کیا جس میں انھوں نے اپنے منصوبہ پاکستان کو علامہ اقبال کی تجویز سے مختلف قرار دیا کہ ڈاکٹر اقبال چار مسلم صوبوں کو ایک مسلم صوبہ میں مدغم کرنے کے خواہاں ہیں جو دیگر صوبائی وحدتوں کی طرح وفاق ہندوستان کی ایک صوبائی اکائی اور وحدت ہوگا۔ مذکورہ بالا خیالات پر مبنی چوہدری رحمت علی کا یہ تاریخ ساز اعلان دنیا بھر میں وسیع پیمانے پر تقسیم ہوا۔ برصغیر کے تمام سیاسی زعماء حتیٰ کہ جملہ طلباء تنظیموں کے راہنماؤں کو بھی بھیجا گیا لیکن علامہ اقبال نے اس کی تردید یا وضاحت نہ کی کیونکہ یہ تو از خود ان کے اپنے مؤقف کی وضاحت تھی جیسا کہ وہ پروفیسر ایڈورڈ تھامسن اور سید راغب احسن کے نام خطوط میں فرما چکے تھے۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

باب چہارم

تجویز اقبال - اقبال کی نظر میں

خطبہ الٰہ آباد کو اگر علامہ اقبال کے وقتاً فوقتاً تحریر کیے گئے۔ خطوط کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو صورت حال بہت زیادہ واضح اور ہر قسم کے ابہام سے پاک ہو جائے گی کہ علامہ اقبال صرف چار مسلم اکثریتی صوبوں کو ایک مسلم صوبہ میں مدغم کرنے کے خواہاں تھے اور یہ کہ وہ ابھی ایک آزاد مسلم مملکت کے مطالبے کے حق میں نہ تھے۔ اس ضمن میں اقبال کا ایک خط لنڈن ٹائمز میں شائع ہوا۔

شمال مغربی مسلم صوبے

(لنڈن ٹائمز مورخہ 12 اکتوبر 1931ء)

علامہ اقبال ستمبر 1931ء میں دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کی دعوت پر لندن تشریف لے گئے کہ اسی دوران ڈاکٹر اقبال سے علمی و قلبی لگاؤ رکھنے والے ایک دوست پروفیسر ایڈورڈ ٹامسن کا ایک مضمون بعنوان "پان اسلامی سازش "لنڈن ٹائمز کی 3 اکتوبر 1931ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ جس میں انھوں نے علامہ کی تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کیا کہ

"۔۔۔۔۔۔ میں ہندوستان کے شمال مغرب میں مسلمانوں کے فرقہ وار

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

صوبوں کے قیام کی مخالفت نہیں کر رہا لیکن سر محمد اقبال تو ان کی کنفیڈریشن ہندوستان کی فیڈریشن کے اندر یا باہر قائم کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں ذرا نقشہ پر نگاہ ڈالیے کہ بقیہ ہندوستان کے لیے کس قسم کی قابل دفاع سرحد رہ جاتی ہے"۔

پروفیسر ایڈورڈ ٹامسن نے اپنے اس خط میں واضح طور پر کہا کہ وہ چار اکثریتی مسلم صوبوں کو ایک مسلم صوبہ میں یکجا کرنے کے تو مخالف نہیں ہیں لیکن وہ ان مسلم صوبوں پر مشتمل ایک علیحدہ وفاق کی تشکیل پر اپنی تشویش ظاہر کیے بغیر نہ رہ سکتے۔ علامہ اقبال چونکہ ان دنوں لندن ہی میں مقیم تھے لہٰذا انھوں نے خطبہ الٰہ آباد کی چار پانچ سطروں (جو ہمیں مطالعہ پاکستان کی ہر کتاب میں تصور پاکستان کے طور پر پڑھائی جاتی ہیں) کو خطبہ کے سیاق و سباق سے علیحدہ کرکے پڑھنے پر اپنے مخصوص علمی و ادبی انداز میں ایڈورڈ ٹامسن کی سرزنش کی. ڈاکٹر اقبال نے ایڈورڈ ٹامسن کے "پان اسلامی سازش" کے عنوان سے شائع ہونے والے خط کے جواب میں "شمال مغربی مسلم صوبے" کے موضوع پر ایک مدلل مضمون تحریر کیا جو لندن ٹائمز مورخہ 12۔ اکتوبر 1931ء کی اشاعت میں شائع ہوا:

"آپ کے 3 اکتوبر کے پرچے میں ڈاکٹر ای۔ ٹامسن نے میرے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

صدارتی **خطبہ**، جو میں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے گزشتہ دسمبر کے اجلاس میں پڑھا تھا۔ **کا مندرجہ ذیل حصہ سیاق و سباق سے علیحدہ کرکے "پان اسلامی سازش" کا ثبوت فراہم کرنے کی غرض سے پیش کیا ہے۔**

"میری خواہش ہے کہ پنجاب، صوبہ شمال مغربی سرحد، سندھ اور بلوچستان کو یکجا کر کے ایک واحد ریاست بنا دی جائے۔ خود مختار حکومت، برطانوی سلطنت کے اندر ملے یا برطانوی سلطنت سے باہر مجھے تو یہی نظر آتا ہے کہ شمال مغربی ہند میں ایک مستحکم و متحدہ مسلم ریاست کی تشکیل، مسلمانوں، کم ازکم شمال مغربی ہند کے مسلمانوں کے لیے بالآخر مقدر ہو چکی ہے"۔

کیا میں ڈاکٹر ٹامسن کو یہ بتا سکتا ہوں کہ میں نے برطانوی سلطنت سے باہر مسلم ریاست کا مطالبہ پیش نہیں کیا ہے بلکہ دھندلے مستقبل میں ان زبردست قوتوں کی امکانی کارفرمائی کے متعلق یہ ایک تخمینہ ہے جو برصغیر ہند کے مقدر کی اس وقت صورت گری کر رہی ہیں۔ **کوئی ہندوستانی مسلمان، جو عقل کا کوئی شائبہ رکھتا ہو، عملی سیاست کے ایک منصوبہ گر کی حیثیت سے برطانوی دولت مشترکہ سے باہر شمال مغربی ہند میں مسلم ریاست یا**

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ریاستوں کے سلسلہ کو قائم کرنے کا خیال نہیں کر رہا ہے۔ ..... میں ہندوستان کے ایسے صوبہ جات میں ازسرنو تقسیم کا حامی ہوں جس میں کسی ایک فرقہ کی موثر اکثریت ہو، جس کی وکالت نہرو رپورٹ اور سائمن رپورٹ نے کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلم صوبوں کے متعلق میری تجویز اسی تخیل کو آگے بڑھاتی ہے۔ "ہندوستان کی سرحد پر مطمئن اور منظم مسلم صوبوں کا ایک سلسلہ" سطح مرتفع ایشیا کی بھوکی نسلوں کے خلاف ہندوستان کے لیے اور برطانوی سلطنت کے لیے ایک فصیل ثابت ہوگا"۔ (42)

علامہ اقبال کے مذکورہ خط سے تین باتیں ظاہر ہوتی ہیں کہ ان کے خطبہ کی چند سطروں کو سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے پڑھنے سے اقبال کی تجویز کی اصل روح مسخ ہو جاتی ہے لہٰذا ان کے خیال کو سمجھنے کے لیے پورے خطبے کے مندرجات کو سامنے رکھ کر ہی کوئی رائے قائم کرنا ہوگی دوسری یہ کہ علامہ اقبال کسی ایک فرقہ کی مؤثر اکثریت رکھنے والے صوبوں کو یکجا کیے جانے کے اصول کے تحت ہندوستان کے تمام صوبہ جات کی ازسرنو تقسیم کے حق میں تھے۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

تیسری یہ کہ اقبال کی نظر میں مسلم صوبوں کو یکجا کیے جانے سے یہ صوبے وسط ایشیاء کی طرف سے ہر قسم کے خطرات کے خلاف ہندوستان اور برطانوی سلطنت کے لیے ایک مضبوط فصیل کا کام دے سکتے تھے۔

مولانا محمد عرفان خان کے نام

ہندو مہاسبھا کے مرکزی قائدین پنڈت مدن موہن مالویہ اور ڈاکٹر مونجے کے ایک ترجمان ایس وی للت نے 28 مئی 1932ء کو علامہ اقبال کو ایک خط تحریر کیا کہ "میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے ہندوستان کے شمال مغربی بارڈر پر چار مسلم صوبوں کے ادغام سے متعلق آپ کی سکیم کی حمایت کرنے کی اجازت ڈاکٹر مونجے سے انتہائی پرائیویٹ طور پر حاصل کر لی ہے"۔

انھوں نے اپنے خط میں یہ بھی تحریر کیا کہ ہندو مسلم سمجھوتہ کے لیے مولانا شوکت علی نے بھی ان کی مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ خط موصول ہونے پر علامہ اقبال نے مولانا شوکت علی کو ہندو مہاسبھا کے لیڈروں سے گفت وشنید کرنے کی ہدایت کی تاکہ ہندو مسلم مفاہمت کے نتیجے میں شمال مغربی ہندوستان کے چار مسلم اکثریتی صوبوں کو ایک مسلم صوبہ میں مدغم کرنے کی تجویز کو عملی جامہ پہنایا جا سکے۔ اسی تسلسل میں ڈاکٹر اقبال نے 8 جون 1932ء کو تحریک خلافت کے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

مرکزی راہنما مولانا محمد عرفان خاں کے نام خط میں تحریر فرمایا کہ:

"کچھ روز ہوئے میں نے ان (مولانا شوکت علی) کی خدمت میں لکھا تھا کہ ایک ہندو بزرگ مسٹر للت کا خط میرے پاس آیا تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ موبخے تمہاری اسکیم کو جو تم نے لیگ کے صدارتی ایڈریس میں پیش کی تھی، تسلیم کرتے ہیں۔ پنڈت مالوی سے بھی مشورہ کرنے جا رہا ہوں وہ بھی ہندو مسلمانوں کی صلح کی خاطر اس کو تسلیم کر لیں گے گو اس وقت اعلانیہ طور پر اس اسکیم کو تسلیم کرنا مصلحت نہیں ہے۔ یہ خط بصیغۂ راز تھا اور اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ مولانا شوکت علی صاحب سے بھی گفتگو کی ہے۔ وہ بھی صلح پر آمادہ ہیں۔ اسکیم جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے، یعنی شمالی ہندوستان میں مسلم صوبوں کا ایک ہو جانا". (43)

پروفیسر ایڈورڈ ٹامسن کے نام خط

آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر اور مانچسٹر گارڈین کے نامہ نگار معروف صحافی و دانشور ایڈورڈ ٹامسن جو ابھی تک اس مغالطے میں مبتلا چلے آ رہے تھے کہ علامہ اقبال ہی تصور پاکستان کے خالق ہیں اور اپنے خطوط یا مضامین میں ڈاکٹر اقبال کا ذکر بطور مصور پاکستان کرتے رہتے تھے لیکن علامہ اقبال نے اس تاثر کو شدت کے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ساتھ محسوس کیا اور ایڈورڈ ٹامسن کے نام اپنے خط مورخہ 4 مارچ 1934ء میں تصور پاکستان کا خالق یا حامی ہونے کی پرزور تردید کی اور موصوف کو خطبہ الٰہ آباد میں دی گئی ایک مسلم صوبہ کے قیام کی اپنی تجویز اور چوہدری رحمت علی کے تصور پاکستان میں موجود بنیادی فرق کو واضح کیا تاکہ ایڈورڈ ٹامسن کی غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے۔ علامہ اقبال تحریر فرماتے ہیں:

" ..... آپ سے ایک سنجیدہ غلطی سرزد ہوئی ہے جس کی طرف آپ کی توجہ فوراً مبذول کرانا چاہتا ہوں. آپ نے مجھے اس اسکیم کا حامی قرار دیا ہے جو "پاکستان" کے نام سے موسوم ہے "پاکستان" میری اسکیم نہیں ہے جو تجویز میں نے اپنے خطبۂ صدارت میں پیش کی تھی وہ ایک مسلم صوبہ کے قیام کی تجویز تھی، یعنی شمال مغربی ہند میں ایک ایسے صوبے کی تشکیل جہاں مسلمانوں کی واضح اکثریت ہو. میری اسکیم کے مطابق یہ نیا صوبہ آئندہ کی انڈین فیڈریشن کا حصہ ہوگا. لیکن پاکستان اسکیم مسلم صوبوں کی ایک علیحدہ فیڈریشن کے قیام کی سفارش کرتی ہے جس کا براہ راست

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

تعلق انگلستان سے ایک علیحدہ ڈومینین کی صورت میں ہوگا. یہ اسکیم کیمبرج میں بنائی گئی اور اس اسکیم کے خالق یہ سمجھتے ہیں کہ گول میزکانفرنس کے ہم مسلم مندوبین نے مسلم قوم کو ہندو یا انڈین نیشنلزم کی بھینٹ چڑھا دیا ہے". (44)

پروفیسر ایڈورڈٹامسن کے نام اپنے ایک اور خط مورخہ 26 جولائی 1934ء میں مسلم صوبوں کے ادغام کی تجویز کا اعادہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسلم کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے سندھ کی علیحدگی کی حمایت کرنامیرا فرض تھا۔ ذاتی طور پر میرا ہمیشہ یہ عقیدہ رہا ہے کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں تینوں صوبوں کا ادغام انگلستان، ہندوستان اور اسلام کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوگا....." (45)

راغب احسن کے نام خط

علامہ اقبال نے اپنی کتاب پر پروفیسر ایڈورڈٹامسن کا تبصرہ راغب احسن کو ان کے جریدے میں اشاعت کے لیے ارسال کیا چونکہ اس تبصرہ میں پروفیسر ایڈورڈٹامسن نے علامہ اقبال کو تصور پاکستان کا خالق قرار دیا تھا۔ ڈاکٹر اقبال نے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

روزنامہ جنگ (۶) اقبال ایڈیشن [illegible] اپریل ۱۹۸۵ء

Dr. Sir Mohd. Iqbal Kt.
M.A. Ph.D.
Barrister-at-Law,
Lahore

6th Mar. 1934

My dear Raghib,

I think it best to write to Fazl Rahimtoolah & I will do so. But you should ask Dr. Shafee Daudi to draft a letter & send it on to me. It should be signed by both of us.

I hope you will send me your detailed views about Democracy & Capitalism as soon as possible.

I am enclosing two copies of Edward Thompson's (a well-known literary man in England) review of my book. It is interesting in many ways, & you may like to publish it in your paper. Please send the other copy to the Star of India (Calcutta).

Please also note that the writer of this review confuses my scheme with "Pakistan". I propose to create a Muslim Province <u>within</u> the Indian federation; the "Pakistan" scheme proposes a separate federation of Muslim Provinces in the North West of India <u>outside</u> the Indian federation and directly related to England.

Do not fail to point it out in your introductory comment & draw the attention of the Editor of the Star of India also to this point.

Hoping you are well

Yours sincerely,

Muhammad Iqbal

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اپنی علمی دیانت داری کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے اپنے 4 مارچ 1934ء کے خط میں ایڈورڈ ٹامسن پر صورت حال واضح کر دی کہ پاکستان کے نام سے آزاد اور خود مختار مملکت ان کا تصور نہیں ہے بلکہ پاکستان کے قیام کی تحریک کا مرکز کیمبرج ہے۔ علامہ اقبال نے جب ایڈورڈ ٹامسن کا تبصرہ راغب احسن کے جریدے اور "سٹار آف انڈیا" میں اشاعت کے لیے بھیجا تو راغب احسن کے نام اپنے خط مورخہ 6 مارچ 1934ء میں بھی اس امر کی وضاحت کی اور ایڈیٹر کے تعارفی نوٹ میں ایڈورڈ ٹامسن کے تبصرہ سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کا ازالہ کرنے کی استدعا بھی کی۔ خط ملاحظہ ہو:

> "میں اس خط کے ساتھ اپنی کتاب کے بارے میں ایڈورڈ ٹامسن کا تبصرہ ارسال کر رہا ہوں۔ ایڈورڈ ٹامسن انگلستان کی مشہور ادبی شخصیت ہیں۔ یہ تبصرہ، مختلف وجوہات کی بناء پر، دلچسپ ہے اور شاید یہ تبصرہ آپ کے جریدہ میں اشاعت کے لیے مناسب ہی رہے، دوسری کاپی "اسٹار آف انڈیا" (کلکتہ) کو روانہ کر دیجیے۔
>
> براہ کرم نوٹ فرما لیں کہ اس تبصرہ کا مصنف اس مغالطہ کا شکار ہے کہ جیسے میری تجویز "پاکستان کی اسکیم" سے تعلق رکھتی ہے۔
>
> جہاں تک میری تجویز کا تعلق ہے، وہ یہ

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہے کہ انڈین وفاق کے اندر ایک مسلم صوبہ تخلیق کیا جائے جبکہ پاکستان اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کے شمال مغرب کے مسلم صوبوں کا ایک ایسا وفاق تشکیل دیا جائے جو انڈین فیڈریشن سے علیحدہ ہو اور انگلستان سے براہ راست وابستہ ہو۔

آپ اپنے تعارفی کلمات میں اس نکتہ کی وضاحت کے ساتھ ساتھ "اسٹار آف انڈیا" کے مدیر کی توجہ بھی اس نکتہ کی جانب منعطف کروا دیجیے گا"۔ (46)

آزاد مملکت اسلامیہ یا وفاق ہند کا مسلم صوبہ

تقسیم ہندوستان کی تجاویز، الٰہ آباد کے مقام پر مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ عام سے ڈاکٹر سر محمد اقبال کے صدارتی خطاب کے پورے سیاق و سباق کے ساتھ مطالعے نیز خطبہ الٰہ آباد میں علامہ اقبال کی تجویز کی وضاحت کے طور پر علامہ کے اپنے خطوط قومی زعماء اور مؤرخین کی آراء کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ڈاکٹر سر محمد اقبال ہندوستان میں مذہبی طبقوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے صوبوں کی از سر نو تقسیم کے حق میں تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں مسلم اکثریت رکھنے والے چار صوبوں کو ایک مسلم صوبہ میں مدغم کر دیا جائے جو

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

بدستور وفاق ہندوستان کی ایک صوبائی وحدت یا اکائی کے طور پر کام کرتا رہے۔ اسی طرح ڈاکٹر اقبال دیگر مذاہب کے لیے بھی صوبائی وحدتیں تشکیل دینے کے خواہاں تھے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے ہندو مہا سبھا کے راہنماؤں سے گفت و شنید کے بالواسطہ سلسلے کا آغاز بھی کر دیا تھا۔

جبکہ چوہدری رحمت علی وفاق ہندوستان کو قائم رکھنے کے شدید مخالف تھے بلکہ وہ اسے مسلمانوں کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ قرار دیتے رہے۔ پہلی گول میز کانفرنس کے آغاز ہی سے انھوں نے مسلم مندوبین سے ملاقاتیں کر کے انھیں مسلمانوں کے لیے علیحدہ مملکت کے قیام کا مطالبہ گول میز کانفرنس میں پیش کرنے کے لیے قائل کرنا شروع کر دیا لیکن کوئی بھی مسلم مندوب اس عظیم مشن کے لیے تیار نہ ہوا۔ چوہدری رحمت علی مسلم مندوبین کی جانب سے اس مطالبہ کو نمائندہ حیثیت دلوانے کے لیے پیش کروانا چاہتے تھے۔ بالاخر مسلم مندوبین کے مخالفانہ رویے کے پیش نظر چوہدری رحمت علی نے ہندوستان کے چار شمال مغربی صوبوں اور جموں و کشمیر پر مشتمل ایک علیحدہ، آزاد اور خود مختار مملکت کے قیام کا مطالبہ پیش کر دیا جس کا اپنا علیحدہ وفاق ہو اور انڈین فیڈریشن سے کوئی تعلق یا واسطہ نہ ہو۔ چوہدری رحمت علی کا تصور "پاکستان سکیم" کے نام سے مشہور ہوا۔

چوہدری رحمت علی کا تحریر کردہ اعلانِ پاکستان "ناؤ آر نیور" ہماری مملکت پاکستان کی سب سے اہم تخلیقی اور اساسی دستاویز ہے۔ خطبہ الہٰ آباد ہم ملاحظہ کر

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

چکے ہیں۔ اب اس اہم دستاویز کے مطالعے سے محسوس ہوگا کہ اس کا ایک ایک جملہ انتہائی واضح، غیر مبہم ہے اور یہ ایک ایسے شخص کی تحریر ہے جس کے دل میں اس دور کے مسلمانوں کی زبوں حالی، بے بسی ایک تیر کی طرح چبھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ آئیے اگلے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔ برصغیر کے مسلمانوں کی زندگی اور موت کے مسئلے کا حل .... پاکستان ... اب یا کبھی نہیں !!!

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

باب پنجم

چوہدری رحمت علی کا تصور پاکستان

جدو جہد آزادی کا پس منظر:

چوہدری رحمت علی نے برصغیر میں پیش آنے والے سیاسی حالات اور ہندوستان کے مستقبل سے وابستہ آئینی اصلاحات اور نظام حکومت وضع کرنے کے لیے گول میز کانفرنسوں کی کارروائیوں کا عمیق جائزہ لیا۔ جن میں علامہ اقبال کے علاوہ دیگر تقریباً 25 مندوبین نے مسلمانوں کی نمائندگی کی۔ ہندوستان کے لیے وفاقی نظام حکومت پر مبنی دستور کی منظوری کا معاملہ ایجنڈے پر سرفہرست تھا۔ مسلمانوں کے نمائندہ مندوبین بالخصوص محمد علی جناح، ڈاکٹر سر محمد اقبال، سر ظفر اللہ خان، عبداللہ یوسف علی (سی بی ای)، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین، سر میاں محمد شفیع، سر آغا خان اور مولوی فضل حق وغیرہ میں سے کسی ایک بھی راہنما نے ہندوستان کے لیے وفاقی نظام حکومت کی بجائے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ، آزاد اور خود مختار مملکت کے قیام کا اشارتاً بھی مطالبہ نہ کیا۔ گول میز کانفرنسوں کے انعقاد کے دوران چوہدری رحمت علی نے جملہ مسلمان مندوبین سے علیحدہ علیحدہ اور اجتماعی طور پر ملاقاتیں کیں، ان کے اعزاز میں ضیافتیں دیں اور انھیں شمال مغربی ہندوستان کے چار مسلم اکثریتی صوبوں اور جموں و کشمیر پر مشتمل

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ایک علیحدہ آزاد اور داخلی و خارجی طور پر خود مختار مسلم مملکت کے قیام کے حق میں قائل کرنے کی کوششیں کیں اور استدعا کی کہ وہ ان کے اس منصوبے کو گول میز کانفرنس میں پیش کر دیں۔ چوہدری رحمت علی اپنے تصور پاکستان کے کریڈٹ سے بھی دستبردار ہونے کو تیار تھے اس ضمن میں انھوں نے یہ بھی تجویز کی کہ اس تصور کو مسلم لیگی منصوبے ہی کے طور پر پیش کر دیا جائے۔ لیکن انھیں اس مقصد میں کربناک ناکامی ہوئی۔ سر ظفر اللہ خان، عبداللہ یوسف علی اور ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین نے چوہدری رحمت علی کے تصور کو ناقابل عمل، بچگانہ، غیر ذمہ دارانہ اور ایک طالب علم کی ذہنی اختراع قرار دیا جبکہ دیگر مسلم مندوبین نے بھی اسے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور کوئی تعاون نہ کیا۔ چوہدری رحمت علی کو مسلم مندوبین کے اس رویے کی بناء پر جس ذہنی صدمے سے دوچار ہونا پڑا اس کا بخوبی اندازہ چوہدری رحمت علی کی اپنی تصنیف کے مطالعے سے ہوگا۔ چوہدری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"جیسا کہ حالات حاضرہ مستقبل پر اثرانداز ہوتے ہیں بالکل اسی طرح وفاقیت بھی مسلمانوں کے مقدر پر اثرانداز ہوئی۔ جسے فرنگی بنیاء اتحاد کی مکارانہ پشت پناہی حاصل تھی۔ یہ امر واضح تھا کہ ان کانفرنسوں کا بنیادی مقصد انڈین فیڈریشن کے دستور کی تشکیل ہے۔ دوسرے لفظوں میں انڈین قوم کا ادغام ہمارے لوگوں کو ہندوستانیت میں ضم کرنے کے مترادف ہے۔ اس ضمن میں معمولی شکوک و شبہات بھی فوراً رفع ہو گئے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

جب ابتدائی اظہار خیال کے بعد سرکاری طور پر یہ اعلان کر دیا گیا کہ انڈیا کا دستور وفاقی نظام حکومت پر مبنی ہوگا۔ ......" (47)

ہندوستان میں مسلم مندوبین کی جانب سے وفاقی طرز حکومت کے مطالبے کو مہلک قرار دیتے ہوئے چوہدری رحمت علی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ہماری منفرد قومیت پر وفاقی نظام و دستور کے مہلک اثرات کی بابت جو کچھ پہلے کہا جا چکا ہے، کی روشنی میں یہ بات بہت واضح ہے کہ یہ ایک فیصلہ کن اور خطرناک پیش رفت ہے۔ یہ ہماری قوم کی زندگی اور آزادی کے لیے ایک خطرناک شگون ہے۔ ایک خطرہ جسے مسلمان مندوبین کے رویے نے مزید مہلک بنا دیا جنھوں نے از خود ہماری جانب سے ہندوستان میں وفاقی نظام حکومت کا مطالبہ کیا اور جب وفاق ہندوستان کی یہ تجویز لندن میں ایجنڈے پر پیش ہوئی تو اسے قبول کر لیا اس طرح مسلم مندوبین نے وفاقی دستور کی تشکیل میں انگریز۔ بنیاء اتحاد سے تعاون کیا"۔ (48)

گول میز کانفرنسوں میں سر آغا خان کے علاوہ تمام مسلم مندوبین نے چوہدری رحمت علی کی پاکستان سکیم کی مخالفت ہی نہیں کی بلکہ سخت مذمت بھی کی۔ چوہدری رحمت علی مسلم لیگی زعماء کے منفی رویے پر اپنے کرب کا اظہار

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"لاکھوں دیگر مسلمانوں کی طرح میں بھی حالات کی اس کروٹ کا شدید بے چینی کے ساتھ مشاہدہ کر رہا تھا۔ جن مسلم ارکان گول میز کانفرنس سے میں واقف تھا انھیں میں نے متنبہ کیا کہ ان کے رویے اور عمل نے بارہ صدیوں پر محیط ہماری تاریخ پر پانی پھیر دیا ہے۔ ہمارے ورثے کی بنیادیں ہی نہیں اکھاڑ پھینکیں بلکہ ہمارے مشن کی تکمیل کی تمام امیدوں کو بھی اپاہج بنا دیا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے سامنے اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے ان سے التجائیں کیں کہ وہ انڈین فیڈریشن کے دستور کے مطالبے سے دستبردار ہو جائیں اور اپنی شمال مغربی سرزمین پر مشتمل ایک علیحدہ اور آزاد مسلم فیڈریشن کے قیام کا مطالبہ کریں لیکن میری تمام التجائیں رائیگاں گئیں۔ کسی نے احساس کیا اور نہ ہی کان دھرا بلکہ ہر ایسے شخص کو انتقام کا نشانہ بنانے کا تہیہ کر لیا گیا جو ان سے اختلاف کرے یا ان کی پالیسیوں سے نقاب الٹنے کی کوشش کرے"۔(49)

گول میز کانفرنس کے مسلم شرکاء سے مایوس ہو جانے کے بعد انھوں نے متعدد دیگر مسلمان راہنماؤں مثلاً چوہدری خلیق الزمان وغیرہ سے بھی رابطہ کیا لیکن وہ سب بھی پاکستان کے قیام کو ناممکن عمل خیال کرتے رہے۔ اس دور کے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

مسلمانوں کی بے حسی کا اندازہ چوہدری رحمت علی کی اس تحریر سے بخوبی ہو سکتا ہے:

"اس نامرادی کے بعد بھی میں اس امید کے فریب میں مبتلا رہا کہ شاید آخر کار کوئی نامور مسلمان جو ارکان کانفرنس سے متعلق نہ ہو۔ کانفرنس کے فیصلوں کو رد کر دے گا، مسلمانوں کے ہندی وفاق میں شامل ہونے پر نفریں بھیجے گا اور اپنے آبائی وطن میں آزاد وفاق کے قیام کا اعلان کرے گا۔ لیکن وقت گزرتا گیا، دوسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس ختم ہو گئی اور کوئی ایسا مرد مجاہد میدان عمل میں نہ اترا۔ ہر آنے والا دن وفاق کی زنجیروں کو مضبوط تر کرتا گیا اور اس سے ہمارے فرار کی راہیں مسدود تر ہوتی گئیں۔

میں یہ یقین کرنے سے قاصر تھا کہ ایک ایسا شریفانہ مقصد موجود ہو لیکن اس کی علمبرداری کی سعادت حاصل کرنے کو کوئی نہ ہو نہ ہی کوئی رئیس اور نہ ہی کوئی سیاستدان اس خارزار میں اترنے کی جرأت کر سکا"۔ (50)

چوہدری رحمت علی کو اپنے تصور پاکستان کی حقیقت اور ظہور پزیری پر الہامی صداقت کی حد تک یقین تھا۔ انہی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"ان سب لوگوں کی عملی ناکامی کے بعد مجھے یقین کامل ہو گیا اور میرے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ضمیر نے پکار کر کہا کہ یہ عظیم مقصد اللہ تعالیٰ نے میرے لیے مقدر کر دیا ہے! یہ کہ باری تعالیٰ کا حکم مجھے یہ ہے کہ میں اس کی تکمیل کا بیڑا اٹھاؤں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت میں طاقت وروں کے مقابل آؤں۔ ہندی وفاق کی سر توڑ مخالفت کروں اور اسلامی وفاق کے قیام کی متبادل تجویز پیش کروں۔ جونہی میرے دل میں یہ خیال جاگزیں ہوا گویا اس نے الہامی صداقت کی طرح میرے جسم و روح پر قبضہ کر لیا۔ یہ میری زندگی کا مقصد بن گیا، اور اس نے میری جملہ حرکات و سکنات پر غلبہ پا لیا۔

ایک الہامی اور الہیٰ صداقت و مقصد کے علمبردار ہونے کے احساس سے سرشار ہو کر میں نے سب حالات کا نہایت سنجیدگی سے گہرا مطالعہ کیا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ عمل کا وقت یہی ہے اور اگر اب کچھ نہ ہوسکا تو کبھی نہیں ہوگا۔ اور یہ کہ مزید خاموشی کا مطلب قوم کی موت ہے۔ یہ کہ خاموشی سے ہمارے مندوبین کی غلط پالیسیوں کی عمومی منظوری مراد ہو گی۔ اس سے بھی زیادہ ہماری خاموشی کا مطلب ہمارے اپنے ہی وطنوں میں مسلم قومیت کے مؤقف سے دستبرداری نیز مسلم مندوبین کی جانب سے انڈین فیڈریشن کے مطالبے اور اس کی قبولیت یا منظوری کی تائید ہوگی۔ اسی احساس کے پیش نظر میں نے اپنے وقار اور وجود کے تحفظ نیز ملت دینیہ اور پاکستان میں اپنی قوم کی

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

منزل اور استحکام کو یقینی بنانے کے لیے فوری کارروائی کا فیصلہ کر لیا۔

اس فیصلہ کے بعد میں نے اپنی زندگی کو مذہب، اخوت اور آبائی وطن کی خدمت کے لیے وقف کر دیا اور پھر اپنا مشہور اعلان "اب یا کبھی نہیں" ترتیب دیا یہ اعلان میرے پاک پلان کا پہلا حصہ تھا۔ اس میں، میں نے راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے مسلمان ارکان کے ہندی وفاق کو تسلیم کر لینے پر اظہار افسوس کیا اور اس تجویز کو رد کر دیا کہ ہمارے آبائی وطن کو ہندی وفاق میں شامل کیا جائے۔ نیز میں نے مطالبہ کیا کہ ہمارے دیس کو ایک علیحدہ ملک یعنی پاکستان کہا جائے۔ آخر میں، میں نے اسلامی احیاء کے لامحدود امکانات کا تذکرہ کیا اور مسلمانوں سے مطالبہ کیا کہ وہ ہندی وفاق کو رد کر دیں۔ پاکستانی وفاق کے لیے سربکف ہوں اور اپنے آبائی ورثہ کو ہندویت میں مدغم ہونے سے بچائیں"۔(51)

چوہدری صاحب کو ناؤ آر نیور پر تائیدی دستخط حاصل کرنے کے لیے بھی سخت جدوجہد کرنا پڑی۔ احوال ملاحظہ فرمائیں:

"اب اس اعلان کو ایک حد تک نمائندہ ۔۔۔۔ حیثیت دینے کے لیے مجھے ایسے رفقاء کی تلاش ہوئی جو میرے ساتھ اس پر اپنے دستخط ثبت کرنے پر آمادہ ہوں۔ یہ کام کافی مشکل ثابت ہوا۔۔۔ اور ایک مہینے سے زیادہ کی مسلسل تگ و دو کے بعد مشکل سے تین ہم خیال میسر آسکے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

جنہوں نے اس اعلامیہ کو پڑھنے اور بحث و تمحیص کے بعد اس پر دستخط کرنے کی آمادگی ظاہر کی۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت برطانوی یونیورسٹیوں میں متعلم طلباء کے ذہنوں پر انڈین ازم کی گرفت کتنی مضبوط تھی۔ اس طرح میں نے اس ڈیکلریشن کو اپنے کیمبرج کے پتے سے 28 جنوری 1933ء کو شائع کیا"۔ [52]

"تاریخ میں یہ اعلان اور دن یادگار رہے گی کیونکہ یہ ڈیکلریشن فرنگی اور بنیئے کے غلبے سے ہماری آزادی، اقلیت کی چھاپ سے ہماری قوم کی رہائی، ملت اسلامیہ کے منزل کی جانب سفر، یہ دن پاکستان کے وجود میں آنے کے دن، انڈیا کی تباہی اور ٹوٹنے کے دن اور ہندوستان میں برطانوی امپیریلزم کے بکھرنے کے دن کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ اس اعلان آزادی نے انڈیا کی 1/5 آبادی کی زندگیوں میں ایک ایسے نظریاتی انقلاب کی ابتداء کر دی ہے جس کی بازگشت ایشیاء بلکہ تمام دنیا میں سنی اور محسوس کی جائے گی"۔ [53]

ناؤ آر نیور کے تائید کنندگان

چوہدری رحمت علی کے تاریخ ساز اعلان آزادی ناؤ آر نیور پر تین تائیدی دستخطوں سے بعض حلقوں نے یہ تاثر لیا ہے کہ یہ تخیل تنہا چوہدری رحمت علی کی تخلیق نہ تھا بلکہ ان کے اس تصور میں اسلم خان خٹک، صاحبزادہ شیخ محمد صادق اور

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

عنایت اللہ خان بھی برابر کے شامل تھے لیکن حقیقت اس کے قطعی برعکس ہے۔ ان تینوں افراد کا چوہدری رحمت علی کی 21 سالہ جدوجہد آزادی میں قبل یا مابعد کہیں بھی کوئی ذکر یا ان کی مزید خدمات کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔

چوہدری رحمت علی اپنی تصنیف میں اس مغالطے کو دور کرنے کے لیے لکھتے ہیں:

"(نوٹ) بعض مصنفین نے لکھا ہے کہ یہ تائیدی دستخط کرنے والے بھی کیمبرج ہی کے طالب علم تھے یہ بالکل غلط ہے۔ خان محمد اسلم خٹک آکسفورڈ سے تھے، صاحبزادہ شیخ محمد صادق لندن کورٹ کی ایک "Inn" سے متعلق تھے اور خان عنایت اللہ خان انگلینڈ کے ایک وٹرزی کالج میں زیر تعلیم تھے۔ ان تینوں کا اس واقع سے قبل یا بعد کیمبرج یا تحریک پاکستان سے کبھی بھی کوئی تعلق نہیں رہا۔ مؤلف)"۔(54)

صاحبزادہ شیخ محمد صادق کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ریاست جونا گڑھ کے حکمران خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کے بارے میں صرف اتنا ہی معلوم ہو سکا ہے کہ وہ چوہدری رحمت علی سے پہلی و آخری ملاقات نیز پمفلٹ پر دستخط کرنے کے وقت عنایت اللہ خان کے کمرہ میں اتفاقاً موجود تھے۔

عنایت اللہ خان کا تعلق چارسدہ سے تھا۔ 1934ء میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد ملازمت اختیار کرلی۔ چوہدری رحمت علی سے تعلق اور ناؤ آر نیور پر دستخط

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کرنے کے جرم میں انھیں ترقی نہ دی گئی جس کی بناء پر انھوں نے 1966ء میں قبل از وقت ریٹائرمنٹ حاصل کر لی اور آبائی زمینوں کی دیکھ بھال شروع کر دی۔

عنایت اللہ خان نے چوہدری رحمت علی سے اپنی واحد ملاقات اور "ناؤ آر نیور" پر دستخط کرنے کے واقع کی بابت ڈاکٹر کے۔ کے۔ عزیز کو انٹرویو دیتے ہوئے نیزان کے نام اپنے خط میں بتایا کہ:

"جنوری 1933ء کے ایک دن اسلم خٹک اپنے ہمراہ چوہدری رحمت علی کو لے کر ملاقات کی غرض سے ان کے Putney Embankment والے فلیٹ پر آئے۔ کچھ بحث و تمحیص کے بعد اُن تینوں نے ناؤ آر نیور پر دستخط کر دیئے۔ "ناؤ آر نیور پر دستخط کرنے کے بعد میں ان سے کبھی بھی نہیں ملا"۔ (55)

تائید کنندگان کا انحراف

گول میز کانفرنسوں میں شامل پٹھان مندوبین کے پریشر کی وجہ سے تینوں تائید کنندگان ناؤ آر نیور کی حمایت سے دستبردار ہو گئے اور ہر قسم کا تعلق منقطع کر لیا۔ عنایت اللہ خان نے ڈاکٹر کے۔ کے۔ عزیز کے اس سوال کہ پٹھان طلباء نے چوہدری رحمت علی کے پمفلٹ ناؤ آر نیور سے دستبرداری کا اعلان کیوں کیا؟ کا جواب دیتے ہوئے بتایا:

"راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے پٹھان مندوب انگریز کی ہمدردیوں سے محروم

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہونا نہیں چاہتے تھے اور وہ وفاق ہندوستان کی تجویز کی معمولی سی مخالفت کا اشارہ بھی دے کر انگریزوں سے اپنی وفاداری کو مشکوک نہیں بنانا چاہتے تھے۔ صوبہ سرحد کے سیاسی راہنماؤں کی ہدایت پر اس (ناؤ آر نیور) کی حمایت سے دستبرداری کا اعلان کیا گیا"۔(56)

غالباً یہ انہی پٹھان مندوبین گول میز کانفرنس کا شدید اظہار ناراضگی ہوگا جنھیں پاکستان سکیم کی حمایت سے اپنے مفادات کو خطرہ لاحق محسوس ہوا ہوگا جس کے پیش نظر پختون طلباء کو اس پمفلٹ سے ہر قسم کا تعلق منقطع کرنے کا اعلان کرنا پڑا۔ 17 مارچ 1933ء کو اسی پس منظر میں محمد اسلم خان خٹک نے چوہدری رحمت علی کو خط لکھا کہ:

"مجھے یہ افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آج ہی خیبر یونین کی مجلس عاملہ نے پاکستان ایسوسی ایشن (پاکستان نیشنل موومنٹ) سے لاتعلقی کا اعلان کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ صدر خیبر یونین کی طرف سے واضح ہو کہ یونین کا پاکستان ایسوسی ایشن کی جانب سے انڈیا کے لیے وفاقی دستور سے متعلق ناؤ آر نیور پمفلٹ سے قطعی کوئی تعلق نہیں ہے۔ خیبر یونین خالصتاً ایک سماجی تنظیم ہے جس کے کوئی سیاسی مقاصد نہیں ہیں لہٰذا یونین کے صدر اور سیکرٹری نے اپنی ذاتی حیثیت میں دستخط کیے تھے۔ یونین کے عہدیداروں کو بہت سی وضاحتیں کرنا پڑیں۔ ہر ایک کا یہ

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

خیال تھا کہ خیبر یونین جیسی سماجی تنظیم کا نام غلط مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ پرنس (صادق) اور عنایت اللہ خان کا بھی یہی خیال ہے"۔ (57)

ڈاکٹر کے کے عزیز نے پہلے ناؤ آر نیور پر دستخط کرنے اور پھر اس سے دستبردار ہو جانے کے پس منظر اور جملہ حالات و واقعات جاننے کے لیے متعدد خطوط لکھے لیکن محمد اسلم خان خٹک نے کسی ایک بھی خط کا جواب دینا گوارا نہ کیا اور بے معنی سی خاموشی اپنائے رکھی۔

حیرت کی بات ہے کہ چوہدری رحمت علی اپنا اعلان آزادی "ناؤ آر نیور" ترتیب دے دینے کے بعد اسے مزید نمائندہ بنانے کی غرض سے تائیدی دستخط حاصل کرنے کے لیے ایک ماہ سے زیادہ عرصہ تک گول میز کانفرنسوں کے مسلم مندوبین سے مذاکرات کرتے رہے۔ ناکامی کے بعد ایسے طلباء کی تلاش میں رہے جو سرکاری سکالرشپ یا ملازمت سے متعلق نہ ہوں اور پرائیویٹ طور پر زیر تعلیم ہوں، بمشکل تین طلباء رضا مند ہوئے۔ جنہوں نے جنوری 1933ء کے کسی دن دستخط کیے لیکن پختون سرداروں کی ہدایت کے تحت 17 مارچ 1933ء کو وہ بھی حمایت سے دست کش ہو گئے۔

جب گول میز کانفرنس کے بعض مسلم شرکاء چوہدری رحمت علی کے تصور پاکستان کو ناقابل عمل، غیر ذمہ دارانہ، بچگانہ اور طالب علم کی سکیم قرار دے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

رہے تھے لیکن چوہدری صاحب کو اپنے منصوبہ پاکستان کی عملیت اور مسلمان مملکت کے وجود میں آنے کی بابت الہامی والہی صداقت اور ایمان کی حد تک یقین تھا۔ چوہدری رحمت علی کے اعلان آزادی "ناؤ آر نیور" کو پڑھنے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک لائق، ماہر اور کہنہ مشق وکیل بین الاقوامی عدالت انصاف میں انتہائی مدلل انداز میں کامیابی کے یقین کے ساتھ برصغیر کے مسلمانوں کی آزادی کا مقدمہ لڑ رہا ہو۔ چوہدری رحمت علی کے تصور پاکستان پر مبنی خواب نے الفاظ کا روپ دھار لیا اور نعرۂ مستانہ بلند کیا "لے کے رہیں گے پاکستان ---- اب ورنہ کبھی نہیں"۔ چوہدری رحمت علی قیام پاکستان کے سلسلے میں کسی مصلحت، تاخیر یا سودے بازی کے قائل نہیں تھے جبکہ اس دور کے تمام مسلم زعماء ہندو مسلم مفاہمت اور ہندوستان میں فرقہ وارانہ مسئلہ کے حل کے لیے کوشاں تھے۔ تصور پاکستان کی اولین مقدس دستاویز کا ترجمہ پیش ہے:۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

(58)NOW OR NEVER

3 ہمبر سٹون روڈ، کیمبرج،

28 جنوری 1933۔

جناب من،

میں یہ اپیل پاکستان کے ان تین کروڑ مسلمانوں کی جانب سے پیش کر رہا ہوں جو ہندوستان کی پانچ شمالی وحدتوں یعنی پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ (صوبہ افغان)، کشمیر، سندھ اور بلوچستان میں رہتے ہیں۔ اس اپیل میں ان کے اس مطالبہ کو ٹھوس شکل دی گئی ہے کہ انہیں ان کی سماجی، مذہبی، سیاسی اور تاریخی اساس پر، جو انہیں بقیہ ہندوستان سے ممتاز کرتی ہیں۔ ایک علیحدہ قوم تسلیم کیا جائے اور انہیں ایک علیحدہ وفاقی دستور دیا جائے۔

میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ ہندوستانی مسئلے کے اس مجوزہ حل کے سلسلہ میں مجھے اپنی قیمتی رائے سے مطلع فرمائیں۔

مجھے امید بھی ہے اور اعتماد بھی کہ آپ بھی اس مسئلے کے مستقل حل میں دلچسپی رکھتے ہوں گے اور اس اپیل میں جو معروضات پیش کی گئی ہیں اسے آپ کی مکمل منظوری اور فعال حمایت حاصل ہوگی۔

آپ کا سچا

رحمت علی (چوہدری)

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

"اب یا کبھی نہیں"

کیا ہم زندہ رہیں گے یا ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے؟

"ہندوستان کی تاریخ کی اس ساعت سعید میں جب برطانوی اور ہندوستانی مندوبین اس کی سرزمین کے لیے ایک وفاقی دستور کی بنیادیں رکھ رہے ہیں، ہم پاکستان (PAKISTAN) جس سے ہم ہندوستان کی پانچ شمالی وحدتیں مراد لیتے ہیں یعنی پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ (صوبہ افغان)، کشمیر، سندھ اور بلوچستان کے تین کروڑ باشندوں کی طرف سے مشترکہ ورثے کے نام پر آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ سیاسی تصلیب اور قومی استحصال کے خلاف ہماری پُرعزم جدوجہد کی ہمدردی اور حمایت کی جائے۔

ہماری بہادر لیکن بے زبان قوم ہندو قومیت کے استھان پر قربان کی جا رہی ہے اور یہ کام انجام دینے والوں میں نہ صرف غیر مسلم بلکہ ہمارے وہ نام نہاد رہنما بھی شامل ہیں جو تاریخ کے سبق کو بھلا کر ہمارے مستقبل کو غیر محتاط انداز سے نظر انداز کر رہے ہیں۔

گول میز کانفرنس میں ہندوستانی مسلمانوں کا جو وفد شرکت کر رہا ہے وہ ایک ایسی حیرت انگیز غلطی کا مرتکب ہو رہا ہے جس کی کوئی تلافی نہیں کی جا سکتی۔ انہوں نے ہندو قومیت کے سامنے مسلم قومیت کے تشخص کو پوری طرح سرنگوں کر دیا ہے۔ یہ رہنما کسی احتجاج اور پس و پیش کے بغیر اور غیر مشروط طور

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

پر ایک ایسے آئین پر پہلے ہی متفق ہو چکے ہیں جو کل ہند وفاق کے اصول پر مبنی ہو گا۔ ان کا یہ عمل ہندوستان میں اسلام اور اس کے مستقبل کے پروانۂ موت پر دستخط کرنے کے مترادف ہے۔ وہ اپنے اس عمل کے جواز کے طور پر اپنی قوم کے نام نہاد حق انتداب کا سہارا لیتے ہیں۔ مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ یہ حق انتداب جسے خود کشی قرار دیا جا سکتا ہے انہیں ہندوستان کے مسلمانوں نے نہیں دیا بلکہ ان کا خود ساختہ ہے۔ کوئی بھی قوم اپنے نمائندوں کو اپنی روح کا سودا کرنے کا حق نہیں دے سکتی۔ نہ ہی کوئی باشعور شخص ایسا حق انتداب قبول کر سکتا ہے۔ اس طرح کے بحرانی وقت میں ایک سیاست دان کا فرض یہ بنتا ہے کہ وہ ایک صاف ستھری، مستقل مزاج اور بے خوف قیادت مہیا کرے۔ جس سے بد قسمتی سے ہمارے 8 کروڑ ہم مذہب پچھلے پچھتر برس سے محروم ہیں۔ ان برسوں میں مسلم مفاد کے حقیقی اور فوری اہمیت کے مسائل سے چشم پوشی اختیار کی گئی، انہیں حل کرنے کے مواقع کو ضائع کیا گیا اور جھوٹے مسائل کو اہمیت دی گئی۔ ان کی یہ حکمت عملی، عملی طور پر انتہائی کمزور اور بے ہمت اور رویے میں تابع فرما رہی ہے۔ انہوں نے ابن الوقتی اور مصلحتوں کے باعث ہمیشہ اپنے سیاسی اصولوں کی قربانی دی ہے۔ ان کا رویہ مفلوج زدہ انسان کا سا رہا ہے اور اگر انہوں نے اب بھی ایسے ہی رویہ کا مظاہرہ کیا تو یہ کسی پاگل خانہ میں روا رکھی جانے والی حکمت عملی کے مترادف ہو گا۔ ہمیں اس سنگین حقیقت کو سامنے آنے سے پہلے روکنا ہے۔ ہم اپنی آنکھیں جتنی سختی سے بند کریں گے سچ اتنی ہی قوت سے ہم سے ٹکرائے گا۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اس نازک لمحے میں، جب یہ المیہ وقوع پذیر ہونے ہی والا ہے آپ ہمیں ایک علیحدہ وفاق کے مطالبہ کے لیے عملی ہمدردی اور فعال حمایت کی اپیل کرنے کی اجازت دیجیئے جو ہندوستان کے مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال ہے اور جس کا خاکہ اور تفصیلات نیچے پیش کی جارہی ہیں۔

ہندوستان جس طرح کہ بحالت موجودہ اپنی ساخت میں نظر آتا ہے ایک واحد ملک کا نام نہیں ہے اور نہ یہ خطہ کسی واحد قوم کا مسکن ہے۔ درحقیقت یہ ایک ایسی ریاست کا نام ہے جس کا تاریخ میں انگریزوں کی آمد سے پہلے کوئی وجود نہیں تھا اور یہ انہی کی تخلیق ہے۔ اس میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو قبل ازیں ہندوستان کی تاریخ کے کسی بھی مرحلے میں ہندوستانی قوم کا جزو نہ تھے بلکہ اس کے برعکس وہ لوگ اپنی تاریخ کے آغاز سے انگریزوں کی آمد تک اپنی نمایاں قومیتوں کے نہ صرف حامل رہے تھے بلکہ انہیں برقرار رکھے ہوئے تھے۔

ہندوستان کے پانچ شمالی صوبوں میں، جن کی آبادی چار کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ ہم مسلمانوں کی آبادی تقریباً تین کروڑ ہے۔ ہمارا مذہب، ثقافت، تاریخ، روایات، معاشی نظام اور وراثت، میراث اور شادی کے قوانین بنیادی اور اساسی طور پر باقی ہندوستان میں رہنے والوں سے مختلف ہیں۔ ان صوبوں میں آباد ہمارے ان تین کروڑ ہم مذہب بھائیوں کے عقائد، ان عقائد سے جو ہندوؤں کو متاثر کرتے ہیں۔ عقائد کے یہ اختلافات صرف بڑے اور بنیادی اصولوں تک ہی محدود نہیں بلکہ زندگی کی جزوی سے جزوی باتوں تک میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہم نہ ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا سکتے ہیں، نہ ایک دوسرے کے ہاں رشتہ کرتے ہیں۔ ہمارے رسم و رواج، ہماری تقویم حتیٰ کہ ہمارے کھانے اور ہمارے لباس تک ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

یہ موزانہ انتہائی فضول ہے جیسا کہ سطحی مبلغ کرتے ہیں کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے اختلافات ایسے ہیں جیسے کہ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقے کے ماننے والوں کے اختلافات کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں ایک مذہب عیسائیت کے فرقے ہیں۔ جبکہ ہندو اور مسلمان دو بنیادی اختلافات رکھنے والے مذاہب کے پیرو کار ہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے برعکس عیسائیت میں مذہب ایک نجی معاملہ ہے ایک اور واضح فرق یہ بھی ہے کہ عیسائیت میں پیدائش سے موت تک چرچ اپنے ماننے والوں کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔

اگر ہم یعنی "پاکستان" میں رہنے والے مسلمان، اپنے تمام امتیازی قومی تشخصات کے ساتھ مجوزہ ہندوستانی وفاق میں شامل ہو جائیں تو چار کے مقابلے میں ایک کے تناسب سے اقلیت میں تبدیل ہو جائیں گے۔ یہ ہندوستان میں مسلمان قوم کے ہمیشہ ہمیشہ کے خاتمے کے مترادف ہوگا۔ اس بلائے ناگہانی کی وسعت کا اندازہ اس امر سے لگائیے کہ یہ تین کروڑ پوری مسلمان دنیا کا تقریباً دسواں حصہ ہیں۔ ہمارے مادر وطن "پاکستان" کی پانچوں وحدتوں کا کل رقبہ اٹلی سے چار گنا، جرمنی سے تین گنا اور فرانس سے دو گنا زیادہ ہے۔ اسی طرح ہماری آبادی دولت

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

مشترکہ آسٹریلیا سے سات گنی، ریاست محروسہ کینیڈا سے چار گنی، اسپین سے دو گنی اور فرانس اور اٹلی میں سے ہر ایک کے مساوی ہے۔

یہ حقائق ہیں۔ یہ ٹھوس حقائق اور تاریخی صداقتیں ہیں ہم چیلنج کرتے ہیں کوئی شخص انہیں غلط ثابت کرسکتا ہو تو کرے۔ ان حقائق کی بنیاد پر ہم بلاخوف تردید اعلان کرتے ہیں کہ ہم یعنی "پاکستان" کے مسلمان ہندوستان کے ہندوؤں کے مقابلے میں بالکل مختلف اور ممتاز قومیت کے حامل ہیں۔ ہندوستان کے ایک بڑے رقبے پر ہندو آباد ہیں اور انہیں زندہ رہنے کے تمام حقوق حاصل ہیں۔ ہم بھی اس کے حقدار ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں ہندوستان کے باقی حصے سے علیحدہ کرکے اور ایک وفاقی دستور دے کر ہماری جداگانہ قومی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

ہم یہ اپیل ہندوستان کے مسلمانوں سے ہی نہیں کر رہے بلکہ ہمارے مخاطبین اہل برطانیہ اور ہندو بھی ہیں۔ جو ہندوستان کے مستقبل کے مسائل طے کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ انہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ ہمارے ایقان کے مطابق اس وقت ہمارے جسم اور ہماری روح، دونوں خطرے میں ہیں۔ ہمارا ہونا اور نہ ہونا اسی پر انحصار کرتا ہے۔ ایک کل ہند وفاق سے ہماری پانچ عظیم شمالی ریاستوں کا الحاق نہ صرف ہمارے لیے خطرناک ہے بلکہ ہر اس قوم کے لیے، جن میں اہل برطانیہ اور ہندو بھی شامل ہیں، خطرناک ہے، جس کے مفادات ہندوستان سے وابستہ ہیں۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

یہ حقیقت اس وقت زیادہ اہمیت کی حامل ہو جاتی ہے جب ہمارے مجوزہ تصفیہ کی ایک معقول متبادل صورت موجود ہو جو اس عظیم برصغیر میں ایک پرامن مستقبل کی بنیاد رکھنے اور برصغیر میں آباد دونوں اقوام کی عظیم ترقی کی ضامن ہے۔ یہ متبادل صورت یہ ہے کہ ان پانچوں نمایاں مسلم وحدتوں پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبے (صوبہ افغان)، کشمیر، سندھ اور بلوچستان کا ایک علیحدہ وفاق بنا دیا جائے۔ شمال مغربی ہندوستان کا یہ مسلمان وفاق ہندوستان کو ہر حملے سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک فصیل کا کام انجام دے گا۔ خواہ یہ حملہ کسی نظریے کی شکل میں ہو یا کسی فوج کی شکل میں۔ اس طرح کے وفاق کا قیام بقیہ ہندوستان میں مسلمان اور ہندو آبادیوں کے درمیان موجود تناسب پر بھی اثرانداز نہیں ہوگا۔ یہ بات مکمل طور پر برطانوی اور ہندو سیاست دانوں کے حق میں جاتی ہے کہ وہ ہمیں باقی ہندوستان سے یکساں مگر ایک بالکل علیحدہ آئین رکھنے والی آزاد اور طاقتور مسلمان قوم بنا دیں۔ ہمیں اپنے مادر وطن کے لیے ایک علیحدہ وفاق کے علاوہ کوئی اور شے مطمئن نہیں کر سکتی۔ یہ مطالبہ اس مطالبہ سے بنیادی طور پر مختلف ہے جو 1930ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدارتی خطبے میں ڈاکٹر سر محمد اقبال نے پیش کیا تھا۔ انہوں نے ان صوبوں کو ایک واحد ریاست قرار دینے کی تجویز پیش کی تھی جو کل ہند وفاق کا ایک واحد نیہ ہو۔ ہماری تجویز ہے کہ ان ریاستوں کو ایک علیحدہ وفاق کی شکل دی جائے۔ اگر ہمیں ایک ہندو اکثریتی وفاق کا دھوکا دیا گیا تو اس پوری سرزمین میں کہیں بھی سکون اور اطمینان نہیں ہوگا اور نہ ہی ہم اپنے مقدر

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اور اپنی روحوں کے مالک ہوں گے۔

دستور میں جو تحفظات فراہم کیے گئے ہیں کیا وہ ہمارے اپنے خطوط پر اپنی آزادی کے لیے کام کرنے کا کچھ امکان مہیا کرتے ہیں؟ ذرا بھی نہیں۔ تحفظات ایک جادوئی لفظ ہے جس نے ہمارے رہنماؤں کو مسحور کر دیا ہے اور ان کے ضمیروں کو سلا دیا ہے۔ اس فریب نظر نے انہیں اتنا بے خود کر دیا ہے کہ وہ سمجھنے لگے ہیں کہ تحفظات کی یہ گولیاں قوم کو تباہ کن زلزلے سے محفوظ رکھ سکیں گی۔ یہ رہنما جو تحفظات طلب کرتے ہیں اور جن پر یہ دستور بنانے والے بھی متفق ہیں، کبھی ایک جداگانہ قومیت کے نقصان کا کفارہ ثابت نہیں ہو سکتے۔ ہم مسلمان، خودکشی کی اس جنونانہ کیفیت کی مزاحمت کریں گے۔ وہ کون سے تحفظات ہیں جو ایک کل ہند وفاق میں ہماری چار کے مقابلے میں ایک کی اقلیت کو اکثریت کے زندگی اور موت کے کسی ایسے مسئلے پر تحفظ دے سکے جو ہماری اجتماعی اور انفرادی، دونوں طرز حیات میں ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہیں؟ وہ کون سے تحفظات ہیں جو مسلمان قوم کو اس تباہی سے بچا سکتے ہیں۔ جو انہیں ہر سماجی اور مذہبی محاذ پر احساس محرومی کی شکل میں درپیش ہیں؟ وہ کون سے تحفظات ہیں جو اس قومی شعور کے نقصان کی تلافی کر سکیں گے جو ہماری قوم میں اس کی جداگانہ قومی شناخت کی تباہی سے پیدا ہوگا؟ یہ تحفظات کتنے ہی مؤثر اور جامع کیوں نہ ہوں، مسلح افواج، خارجہ تعلقات، تجارت، مواصلات، ڈاک، ٹیلی گراف، کسٹم اور ٹیکسیشن جیسے ادارے تو بہر حال وفاقی حکومت ہی کے قبضے میں ہوں گے جو ہندو چلا

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

رہے ہوں گے۔ ان تمام مسائل کی موجودگی میں ہم مسلمان کس طرح اپنے نصب العین حاصل کر سکیں گے۔ کیونکہ ہمارا ہر نصب العین، ہندوؤں کے نصب العین سے ضرور بالضرور ٹکراتا ہے۔

اس سلسلہ میں پچھلی صدی کی تاریخ ہمارے لیے ایک واضح تنبیہہ کی حیثیت رکھتی ہے ہر شخص جو دیدۂ بینا رکھتا ہے اسے دیکھ سکتا ہے۔ ہم یہاں صرف ایک مثال دیں گے۔ ماضی میں ہمیں اردو جو ہماری قومی زبان اور برصغیر بھر کی زبانوں کا مجموعہ ہے کے نام پر جو تحفظات اور ضمانتیں فراہم کی گئی تھیں ان کے باوجود اسے ہندوستانی زبانوں کی فہرست سے خارج کر دیا گیا ہے۔ ہماری گواہی کے لیے فقط حالیہ مردم شماری کی رپورٹ ہی کافی ہے۔ یہ بذات خود ایک المناک نقصان ہے کیا ہم کسی مزید زوال کے منتظر ہیں۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے ایشیا میں ہمارے مستقبل میں ہمارے قومی مسائل کے سلسلہ میں جو تباہی لکھی ہے۔ اس کے مقابلے میں یہ مثال فقط گرد کی حیثیت رکھتی ہے۔

ان ناقابل تردید حقائق کے پیش نظر ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ ایک غیر مسلم غلبہ کے سامنے ہمارا قومی تشخص کیوں قربان کیا جا رہا ہے۔ ہماری سمجھ سے یہ بھی بالاتر ہے کہ ایک وفاق کا حصہ بن کر اسلام اور مسلمانوں کو کیا حاصل ہوگا؟ کیا ہم صرف اپنے رہنماؤں کے چہرے بچانے کے لیے قربان کر دیے جائیں گے یا اس جھوٹے مغالطے کو فروغ دینے کے لیے استعمال ہوں گے کہ

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہندوستان ایک قوم ہے؟ کیا یہ ہر قیمت پر مصالحت کرنے کا یا اس سراب کی حمایت کرنے کا عمل نہیں ہے جس کے مطابق ہندو قومیت ہندوؤں کی طرح مسلمانوں کے مفاد میں بھی ہے؟ اس عمل سے جو ذہنی گڑبڑ پیدا کی جارہی ہے اس پر عقل تبصرہ کرنے سے قاصر ہے۔ ہم اپنے ماضی میں بغیر کسی آواز کے سفر کر رہے ہیں اور بغیر کسی احتجاج کے خطرات کے مقابل آ کھڑے ہوئے ہیں۔ ہم خود حبسی کی یہ کیفیت کبھی برداشت نہیں کر سکتے ہم خود کو ہندو قومیت کی صلیب پر قربان نہیں کر سکتے۔

کیا ہمیں ان تمام مسلمان یا ہندو یا برطانوی مدبرین سے جو یک وفاقی دستور کے حامی ہیں یہ پوچھنے کی اجازت دی جائے گی کہ اسلام نے ہمیں گزشتہ چودہ سو برس میں جو کچھ دیا ہے اسے ہندوستان کو ایک قوم بنانے کے لیے قربان کر دینا، کیا واقعی ایک مستحسن قدم ہوگا۔ کیا اس عظیم الشان قربانی سے انسانی قدریں باقی رہ سکیں گی۔ ہم یہ کہنے کی جرأت کریں گے کہ اسلام میں ابھی تک پرانی آگ کی سرخی اور دمک باقی ہے اور مستقبل میں یہ شعلہ اور فروزاں ہوگا۔ بشرطیکہ ہمارے رہنمایان کرام اسے زندہ رہنے دیں۔ جب یورپ میں ماسوا روس کے، ہندوستان کے تقریباً مساوی رقبے اور مساوی آبادی والے علاقے میں چھبیس اقوام زندہ ہیں اور ان کی تعداد میں مستقل اضافہ ہو رہا ہے۔ حالانکہ وہ ایک مذہب، ایک تہذیب اور ایک معاشیاتی نظام کے پیروکار ہیں تو پھر برصغیر میں دو بنیادی طور پر مختلف اور جداگانہ اقوام یعنی مسلمان اور ہندو، دوستانہ ماحول میں پُرامن اور خوشحال

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہمسایوں کی طرح کیوں نہیں رہ سکتے۔ یہ کیسی تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے رہنماؤں میں ہماری کم سے کم سیاسی آزادی مانگنے کی ہمت بھی نہیں ہے۔

ہمیں ایک ایسے المیے کا سامنا ہے جس کی مثال اسلام کی طویل تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتی۔ یہ ایک فرقے یا ایک قوم کی بقاء کا سوال نہیں بلکہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو نہ صرف پورے اسلام بلکہ اس کے لاکھوں پیرو کاروں کی قسمت پر اثر انداز ہوگا جو ہندوستان میں اسلام کی عظمت اور اس کی سرحدوں کے محافظ ہیں۔ ہمارے سامنے اب بھی ایک عظیم مستقبل ہے۔ بشرطیکہ ہمیں ایک کل ہند وفاق کی غلامی سے بچا لیا جائے۔ اس معاملے کو سمجھنے میں غلطی نہ کی جائے اگر یہ مسئلہ طے ہونا ہے تو ابھی ورنہ پھر کبھی نہیں! یا تو ہم زندہ رہیں گے یا ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔ ہمارا مستقبل دیوتاؤں کے ہاتھ میں نہیں خود ہمارے ہاتھ میں ہے۔ بشرطیکہ ہم اپنے عقیدے پر ثابت قدم رہیں۔ صرف ہم ہی اپنا مستقبل بنا سکتے ہیں اور ہم ہی اسے بگاڑ سکتے ہیں۔ گزشتہ ایک صدی کی تاریخ ہمارے لیے ایک انتباہ ہے اور یہ انتباہ نہایت واضح ہے۔ اگر ہم نے اس انتباہ سے فائدہ نہ اٹھایا تو ہم پر یہ اعتراض کیا جائے گا کہ وفاق ہند کی خاطر ہم نے اپنی قومیت سے صریحاً غداری کی اور پورے برصغیر کے سارے اسلامی ورثے کو تباہ کرنے کا باعث بنے"۔ (58)

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اسمِ پاکستان کی تخلیق

"ناؤ آر نیور" کو تصور پاکستان کی اولین دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔ مسلمانانِ ہند کی تحریک آزادی، جسے ہندوؤں نے چوہدری رحمت علی والی تحریک پاکستان کا نام دیا، پوری طرح اس تاریخ ساز اعلان آزادی کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ 1940-47ء کے دوران مسلم لیگی زعماء کی تقاریر اور بیانات کا تمام مواد "ناؤ آر نیور" ہی سے مستعار لیا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ قرارداد لاہور کے موقع پر قائداعظم کی تقریر کا موازنہ تاریخ کا دھانہ موڑ دینے والے اس ڈیکلریشن سے کیا جائے تو بیشتر الفاظ، اصطلاحات اور دلائل حیرت انگیز طور پر یکساں معلوم ہوتے ہیں۔ چوہدری رحمت علی کے تصور پاکستان میں لفظ پاکستان کیونکر اور کیسے تخلیق ہوا یہ جاننے کے لیے چوہدری رحمت علی کے الفاظ میں حسب ذیل نوٹ ملاحظہ ہو:۔

"سب سے پہلی مرتبہ میں نے لفظ پاکستان کا استعمال اس ڈیکلریشن (ناؤ آر نیور) میں کیا جو میں نے اپنے انڈین اور ایشیائی وطنوں کے لیے مجموعی طور پر ایجاد کیا تھا۔ اس کے متعلق حسب ذیل تصریحات بیان کرنا ضروری ہیں:۔

مجھ پر اپنے عنفوان شباب ہی میں ہماری قوم اور ہمارے وطنوں کے بارے میں تین بنیادی حقائق بہت واضح ہو گئے تھے۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اولاً یہ کہ ہمارے انڈین وطنوں کے پرانے نام مثلاً وادیٔ سندھ، انڈس ویلی اور شمال مغربی انڈیا بہت نامناسب اور خطرناک تھے یہ اس لیے غیر موزوں تھے کیوں کہ یہ دیومالائی اور سیاسی غلبہ کی علامت تھے جنھیں ہم نے بالترتیب ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں غارت کر دیا تھا لیکن یہ قدیمی نام خطرناک اس لیے تھے کہ اس سے ہمارے وطن "ہندو سرزمین" اور ہمارے لوگ "انڈین" بن کر رہ گئے تھے حالانکہ (عملاً مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی) بارہ صدیوں قبل ان کا یہ تشخص ختم ہو چکا تھا۔ لہذا میرے خیال کے مطابق یہ پرانے نام ہمارے بدترین دشمن تھے کیونکہ ان کے ذریعے مردہ زمانوں کے سیاسی غلبے کے بھوت ابھی تک ہمارے ہی ملک میں ہماری قومیت پر نفسیاتی فوقیت حاصل کیے ہوئے تھے۔

دوسرا یہ کہ جدید دنیا میں ہمارے انڈین وطنوں اور ہماری قوم کے لیے اپنا وجود منوانا ایک قومی نام کے بغیر ناممکن تھا۔ ایک نام جو ہمارے ایشیاء اور انڈین وطنوں کے دوبارہ یکجا ہونے کے بعد بھی موزوں اور مناسب ہو۔ ان علاقوں کی یکجائی میرے خیال میں بہت اہم اور ناگزیر ہی نہیں اٹل بھی ہے۔ ماضی میں ایک ایسے قومی نام کی عدم موجودگی ہمارے مفادات کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئی ہے لیکن مستقبل میں یہ ہمارے وجود کے لیے مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔ اس

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

سے ہندوؤں اور دوسرے طبقوں کی حوصلہ افزائی ہوگی کہ وہ ہم پر بھی سپین کی تاریخ دہرائیں نیز انڈین ازم کے عفریت تلے ہمارے انڈین وطنوں کے ساتھ ساتھ ایشیاء میں مسلم مراکز ایران، افغانستان اور تخارستان کو بھی ہضم نہ کر جائیں۔

تیسرا یہ کہ جب تک انڈین اور ایشیائی وطنوں میں رہنے والے ہم سب لوگ جنھیں تاریخی حوادث نے علیحدہ علیحدہ کر دیا اور ہمارے دشمنوں نے ہر طرح سے استحصال کیا دوبارہ ایک آبائی نام کے تحت ایک قوم کے طور پر متحد نہیں ہو جاتے ہم میں سے کوئی بھی ان انڈین اور ایشیائی وطنوں میں نہ تو زندہ رہ سکتا ہے اور نہ ہی ترقی کر سکتا ہے۔

ان حقائق کے احساس نے مجھ میں ایک صالح اور طاقتور جذبہ ابھارا کہ میں ایک ایسا نام ایجاد کروں جو ہم سب مسلمانوں کی روح اور اصل حیات کا مظہر ہو، جو ہماری تاریخ اور ہماری امیدوں کا علمبردار ہو۔ ہماری قومی قدروں کو مضبوط اور مستحکم کرے۔ نیز ہماری منزل کے تعین کو یقینی بنائے۔ وہ ایک ایسا نام ہے جو انڈین سرزمین پر رہنے والے ہمارے لوگوں کا تعلق انڈین قومیت سے توڑ کر اسلامی نیشنلزم سے جوڑ دے۔ ایسا نام جو انڈیا کے ساتھ ہمارے مصنوعی قومی اور علاقائی تعلق کو ختم کر کے ایران، افغانستان اور تخارستان کے ساتھ ہمارے اسلامی، قومی اور علاقائی رشتوں کو مضبوط و مستحکم کرے۔ اس

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

طرح انڈین ازم اور برٹش امپریل ازم کی جانب سے درپیش چیلنج کا مقابلہ کر سکیں گے۔

یہ ایک ایسا نام ہونا چاہیے تھا جو ہماری زندگی کے تمام شعبوں روحانی اور بھائی چارے، اخلاقی اور مذہبی، تاریخی اور جغرافیائی، علاقائی اور قومی الغرض ہر پہلو کی مکمل عکاسی کرتا ہو۔۔۔۔۔ اس ضمن میں مجھ سے زیادہ کسی کو اس حقیقت کا احساس نہ ہو سکتا تھا کہ یہ کتنا مشکل کام ہے لیکن منزل کی جانب راہنمائی کرنے والا یہ ایک مقدس کام تھا جسے مکمل کیا جانا ضروری تھا۔ میں نے اس کام کو برسوں سے شروع کر رکھا تھا اور اپنی تمام صلاحیتیں وقف کر دی تھیں۔ میں نے اپنی تعلیم سے غفلت برتنا گوارا کی اور اپنے مستقبل یا گھر گھاٹ کے ہر خیال کو پیدا ہوتے ہی دفن کر دیا۔ میں نے اس مسئلہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا اور اس کی کھوج میں میں نے اپنی ہر سرگرمی، ایمانی حرارت اور علم و روشنی کا ہر ذرہ جو مجھ میں موجود تھا اس کام کے لیے وقف کر دیا۔ میں نے چلّوں اور مراقبوں میں بیٹھ کر عبادت کی، اللہ تعالیٰ سے راہنمائی و ہدایت کا طلبگار رہا۔ الغرض ہر وہ ممکن عمل کیا جس سے عظیم مقصد میں کامیابی ہو سکتی تھی اور کبھی بھی ہدایت الٰہی سے مایوس نہیں ہوا۔ میں جستجو میں متواتر سرگرداں رہا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص رحم و کرم سے مجھے منزل کی روشنی دکھا دی اور مجھے لفظ پاکستان اور پاک پلان تک پہنچا دیا۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اب دونوں الفاظ ہمارے لوگوں کی زندگیوں میں بھرپور روح پھونکے ہوئے ہیں۔

یہ تو پاکستان نام کی ایجاد کے بارے میں تھا اب چند معروضات اس کی ترکیب کے بارے میں بھی ملاحظہ فرما لیں۔

پاکستان نام بیک وقت اردو اور فارسی زبان میں مستعمل ہے۔ اسے ہمارے انڈین اور ایشیائی تمام وطنوں سے پنجاب، افغانیہ (صوبہ سرحد)، کشمیر، ایران، سندھ (بشمول کچھ وکاٹھیاواڑ)، تخارستان، بلوچستان سے حروف لے کر ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے پاک لوگوں کی سرزمین۔ جو روحانی طور پر پاکیزہ اور صاف ستھرے ہوں۔ یہ نام ہمارے لوگوں کے مذہبی عقائد اور روحانی اقدار کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔ یہ نام ہمارے آبائی وطن کی تمام علاقائی وحدتوں کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے۔ اس نام کا کوئی دوسرا ماخذ ہے اور نہ ہی معنی اور نہ ہی اس کی کوئی اور تعبیر کی جا سکتی ہے۔ وہ مصنف جنھوں نے پاکستان کے مختلف معنی بیان کیے ہیں وہ یا تو غلط ذہنیت کا شکار ہیں اور یا پھر ان کو اس لفظ کی اصل روح، بنیاد اور ترکیب کے بارے میں قطعی کوئی علم ہی نہیں ہے"۔(59)

پاکستان کے مفہوم اور ترتیب کی بابت تو بہت کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے۔ چوہدری صاحب کی مذکورہ سطور سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے۔ درحقیقت بہت

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کم لوگوں کو اس خاص لمحے اور کیفیت کا اندازہ ہوگا کہ یہ مقدس لفظ چوہدری صاحب کے ذہن میں کب اور کیسے آیا۔

چوہدری رحمت علی نومبر، دسمبر 1932ء میں لندن گئے۔ کیمبرج واپس آکر انھوں نے اپنی سیکریٹری مس فراسٹ کو لفظ پاکستان کی تخلیق کے بارے میں بتایا۔ مس فراسٹ کے مطابق:

"دسمبر 1932ء یا اس سے کچھ پہلے چوہدری رحمت علی لندن میں روٹ نمبر 11 پر چلنے والی ایک ڈبل ڈیکر بس کے اوپر والے حصے میں سفر کر رہے تھے کہ ان کے ذہن میں لمحے بھر کے لیے ایک تخلیقی تحریک پیدا ہوئی اور ان کے دماغ کی سکرین پر لفظ پاکستان اُبھر آیا۔ یہ انھوں نے خود بتایا تھا"۔[60]

مسلمانان ہند کے لیے ایک علیحدہ، آزاد اور خود مختار مملکت کا اولین خواب کس نے دیکھا؟ مفکرین کی تجاویز تقسیم ہند، دانشوروں کی محققانہ آراء، خطبہ الٰہ آباد اور علامہ سر محمد اقبال کے اپنے وضاحتی خطوط ملاحظہ کرنے کے بعد ہمیں اس سوال کا شافی جواب مہیا ہو جاتا ہے کہ شمال مغربی ہندوستان کے چاروں صوبوں اور جموں و کشمیر پر مشتمل ایک علیحدہ و آزاد مملکت خداداد پاکستان کے اولین مصور، مفکر اور نقاش صرف اور صرف چوہدری رحمت علی ہی تھے۔ آئیے تصور پاکستان کے خالق چوہدری رحمت علی کے مکمل حالات زندگی، مسلمانوں کے تشخص کو اجاگر کرنے نیز انھیں آزادی دلوانے کے لیے ان کی جدوجہد اور خدمات سے مکمل آگاہی حاصل کریں۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

باب ششم

چوہدری رحمت علی کی جدوجہد آزادی

چین نے ماؤ، جرمنی نے ہٹلر اور امریکیوں نے ابراہام لنکن کو جنم دیا تو برصغیر کے مسلمانوں نے بطلِ حریت چوہدری رحمت علی کو جنم دیا۔ تحریک آزادیِ پاکستان میں کلیدی کردار ادا کرنے والے راہنماؤں میں مصور پاکستان چوہدری رحمت علی کا نام سرفہرست رہے گا۔ جنہوں نے برصغیر کے بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو پاکستان کی شاہراہ کا پتہ بتایا۔

"دنیا کی تاریخ میں ایسی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جنہوں نے دنیا کا نقشہ پلٹ دیا۔ روسو کی کتاب Social Contract انقلاب فرانس برپا کرنے کے اسباب میں شمار ہوتی ہے۔ ٹامس پین کا کتابچہ Common Sense امریکہ کی آزادی کا باعث سمجھا جاتا ہے۔ مسز ہیرٹ ہیمپر اسٹو کی کتاب Uncle Tom's Cabin امریکہ میں غلامی کے خاتمے کا سبب بنی تھی اور ہٹلر کی خود نوشت Mein Kempf دوسری جنگ عظیم کا باعث سمجھی جاتی ہے۔ برصغیر کی تاریخ میں یہی درجہ چوہدری رحمت علی کے مختصر سے مراسلے "ناؤ آر نیور" (Now Or Never) کا ہے جو 1933ء میں شائع ہوا اور چند

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہی برسوں میں ہندوستان کے ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن بن گیا۔ یہ مراسلہ چوہدری رحمت علی نے شائع کیا تھا جو ان دنوں انگلستان میں مقیم تھے۔ یہ مراسلہ نہ صرف برصغیر کے مسلمانوں کے ایک آزاد وطن کے قیام کا باعث بن گیا بلکہ اسے ایک خوبصورت نام بھی عطا کر گیا"۔ (61)

چوہدری رحمت علی، ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب) کی تحصیل گڑھ شنکر کے موضع موہراں میں 16 نومبر 1897ء کو گوجر قبیلے کے ایک متمول زمیندار اور دیندار بزرگ حاجی چوہدری شاہ محمد کے ہاں پیدا ہوئے۔ چوہدری رحمت علی کی پرورش ایک انتہائی مذہبی ماحول میں ہوئی اور ان کی طبیعت پر اپنے والد کے مذہبی میلان کا اثر بہت گہرا تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ آخر دم تک صوم و صلوٰۃ کے بہت پابند رہے اور کیمبرج کے میناروں تلے بھی اس دینی فریضے سے غافل نہیں رہے۔ ابھی آپ کی عمر بمشکل تین سال تھی کہ آپ کے والد آپ کی انگلی پکڑ کر پانچوں وقت باجماعت نماز کے لیے گاؤں کی قریبی مسجد میں ساتھ لے جانے لگے۔ عظیم باپ کی اس تربیت نے آپ میں صبح سویرے بیدار ہونے، پابندی وقت، چستی، باقاعدگی اور نظم و ضبط کے سنہری اصول اور خوبیاں پیدا کر دیں۔ کچھ ہوش سنبھالا تو ہمسائے میں رہنے والی عابدہ نامی قریبی عزیزہ نے ناظرہ قرآن پاک پڑھانا شروع کر دیا۔ آپ 5 سال کی عمر میں گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل ہو گئے اور سکول سے فارغ ہو کر گاؤں کے امام مسجد سید تابع حسین سے دینی تعلیم حاصل کرتے۔ آپ نے مڈل کا امتحان 1910ء میں تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر کے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

قصبے راہوں کے میونسپل بورڈ مڈل سکول سے پاس کیا۔ قریبی قصبوں میں مزید تعلیم کی سہولت حاصل نہیں تھی۔ لہذا والد کی حوصلہ افزائی کام آئی اور اس طرح سینڈاس اینگلو سنسکرت ہائی سکول جالندھر شہر میں داخلہ لے لیا جہاں سے 1912ء میں میٹرک کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔

بزم شبلی سے تاریخی خطاب

مزید تعلیم کے حصول کے لیے علم و ادب کے گہوارے تاریخی شہر لاہور آگئے اور اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لے لیا۔

زمانہ طالب علمی ہی سے چوہدری رحمت علی کو فرنگی کی غلامی گوارا نہ تھی۔ انھوں نے کالج میں داخلے کے ساتھ ہی پختہ ہم خیال دوستوں میں اضافہ کرنا شروع کر دیا اور طلباء میں شعوری بیداری پیدا کرنے کے لیے ایک ادبی تنظیم بزم شبلی کی بنیاد رکھی۔ اس وقت تک چوہدری رحمت علی بھانپ چکے تھے کہ ہندو بنیئے کی تنگ نظری کے باعث ایک ہی ملک میں دو علیحدہ تمدن و مذاہب رکھنے والی قوموں کا باہم شیر و شکر رہنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔ لہذا انھوں نے 1915 میں بزم شبلی کے ایک اجلاس سے خطاب فرماتے ہوئے کہا:

"ہندوستان کا شمالی علاقہ مسلم ہے اور ہم اسے مسلم علاقے کی حیثیت سے ہی برقرار رکھیں گے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہم اس کو ایک مسلمان مملکت بنا دیں گے۔ ایسا ہم صرف اسی وقت کر سکتے ہیں جب ہم خود

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اور ہمارے شمالی انڈین علاقے اپنا ہندوستانی تشخص ختم کر دیں۔ اس کی اولین شرط یہی ہے کہ جتنا جلد ہم ہندوستانیت سے دامن چھڑا لیں گے اتنا ہی ہمارے لیے اور اسلام کے لیے سود مند ہوگا"۔(62)

اس وقت چوہدری رحمت علی کی مذکورہ تجویز کے لیے فضا سازگار نہ تھی کیونکہ کانگریس اور مسلم لیگ ایک دوسرے کے قریب آ رہی تھیں۔ ہندو مسلم بھائی بھائی کا راگ الاپا جا رہا تھا۔ انہی کاوشوں کے نتیجے میں ہندو مسلم مفاہمت پر مبنی "لکھنؤ پیکٹ 1916ء" بھی منظر عام پر آیا لہٰذا اس سیاسی ماحول کی بناء پر چوہدری رحمت علی کو شدید مزاحمت اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کی مذکورہ تجویز کی ہندو طلباء نے مخالفت کی جبکہ مسلمان طلباء نے بھی تعاون کی بجائے معاندانہ رویہ اختیار کیا۔ جب چوہدری رحمت علی نے محسوس کیا کہ وہ امپیریلزم نظریات کی مخالفت کی بناء پر اس پلیٹ فارم پر مزید کام نہ کر سکیں گے تو انھوں نے یہ کہتے ہوئے بزم شبلی سے علیحدگی اختیار کر لی کہ:

"دوستو! اگر میرے خیالات آپ کے لیے قابل قبول نہیں ہیں تو مناسب ہے کہ ہم ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ ایسا کرتے ہوئے آئیے اپنے عقیدے کے مطابق آزادی کے حصول کے لیے اپنے انقلاب آفرین نظریات پر کاربند رہنے کا عہد کریں جس کا ایفاء کرنے کی ہم میں سے ہر ایک نے قسم کھائی تھی۔ آپ اپنی راہ پر چلیے میں اپنا

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

راستہ اختیار کرتا ہوں۔ آپ اپنے ہندوستانی انقلاب جبکہ میں اپنے اسلامی انقلاب کے لیے جدوجہد جاری رکھوں گا اور آخر کار ہم دیکھ لیں گے کہ ہندوستان میں کون ایک عظیم، پُرشکوہ اور تخلیقی انقلاب کو جنم دیتا ہے"۔ (63)

چوہدری رحمت علی کے ان خیالات کی وجہ سے بالخصوص متعصب ہندو طلباء آپ کے دشمن بن گئے۔

حکیم آفتاب احمد قرشی کے والد محترم حکیم محمد حسن قرشی اسلامیہ کالج میں چوہدری رحمت علی کے ہم جماعت اور بزم شبلی کے قیام کے مقاصد اور اس حوالے سے جملہ سرگرمیوں میں چوہدری صاحب کے شریکِ کار تھے۔ حکیم آفتاب قرشی بزم شبلی سے خطاب میں علیحدہ اسلامی مملکت کے تصور کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"چوہدری رحمت علی مولانا شبلی سے بے حد متاثر تھے۔ چوہدری رحمت علی نے دیگر دوستوں کے ہمراہ لاہور میں بزم شبلی قائم کی تھی جس کے اجلاس میں انھوں نے 1915ء میں تقسیم ہندوستان کا انقلاب آفریں نظریہ پیش کیا۔ یہ گویا مطالبہ پاکستان کی ابتداء تھی"۔ (64)

چوہدری رحمت علی، اسلامیہ کالج میں تعلیم کے دوران اپنی بے پناہ ذہانت و لیاقت اور قائدانہ صلاحیتوں کے پیش نظر کالج ڈیبیٹنگ یونین کے سیکرٹری، کالج

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ٹیوٹوریل گروپ کے سیکرٹری اور نائب صدر، پنجاب یونیورسٹی ریکروٹمنٹ کمیٹی برائے ڈبل کمپنی (فنڈ کمیٹی) کے سیکریٹری اور انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن لاہور کے سیکرٹری بھی رہے۔ اس دوران چوہدری رحمت علی اسلامیہ کالج کے میگزین کریسنٹ کے سب ایڈیٹر بھی رہے۔ دوران طالب علمی پیسہ اخبار میں بطور سب ایڈیٹر خدمات سرانجام دے کر اپنے شوق صحافت کو بھی جلا بخشتے رہے۔ حیرت کی بات ہے کہ تحریک پاکستان کے بہت کم راہنما اپنے دور طالب علمی میں اتنے متحرک رہے جتنے کہ چوہدری رحمت علی تھے۔

اسلامیہ کالج لاہور میں چوہدری رحمت علی نے اپنی قابلیت اور لیڈرانہ صفات کا لوہا اس طرح منوایا کہ اسلامیہ کالج کے پرنسپل سر الیگزینڈر ولسن اپنے تعریفی سرٹیفکیٹ میں چوہدری رحمت علی کو ان الفاظ میں شاندار خراج تحسین پیش کیے بغیر نہ رہ سکے:۔

"اس امر کی تصدیق کی جاتی ہے کہ چوہدری رحمت علی چار سال تک اس کالج کے طالب علم رہے اور یہاں سے 1918ء میں بی اے کی ڈگری کے ساتھ گریجوایشن کی۔

وہ اپنے تعلیمی کیریئر کے دوران پڑھائی میں گہری دلچسپی، سخت محنت اور فرض شناسی کے باعث کالج کے پروفیسروں اور اپنے اتالیق سے سنہری آراء حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ وہ اپنے امتحانات میں

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

بدرجہ اتم کامیاب جبکہ اپنی تمام کلاسوں میں سر فہرست رہے۔ سماجی طور پر انھوں نے اپنے آپ کو استثنائی حد تک ایک اچھا منتظم ثابت کیا اور وہ کوئی بھی فریضہ جو انھیں سونپا جائے سرانجام دینے کو تیار رہتے تھے۔ وہ کالج میگزین کے سب ایڈیٹر تھے اور اسے جدید خطوط پر مقبول بنایا۔

انھوں نے اپنے آپ کو حیرت انگیز طور پر ایک آل راؤنڈر فرد نیز ذہانت، جوش اور جذبے میں عمومی طالب علموں سے بہت بلند ثابت کیا۔ وہ انتہائی قابل اعتماد، اعلیٰ درجے کے احساس ذمہ داری، باوقار اور اچھے اخلاقی کردار کے مالک تھے۔ اپنی شخصیت میں بھی انھوں نے اپنے ساتھی طلباء کو بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا"۔ (65)

چوہدری رحمت علی جب اسلامیہ کالج سے فارغ التحصیل ہوئے تو وہ اپنے آپ کو لاہور کی سطح پر ایک چوٹی کے طالب علم لیڈر کی حیثیت سے منوا چکے تھے۔ تمام سرکردہ مسلم راہنماؤں سے ان کے گہرے تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ تحریک خلافت شروع ہوئی تو آپ نے سرگرم کردار ادا کیا اور اپنے جوش خطابت سے مجلسوں کو گرمایا۔

صحافت

آپ بی اے کرنے کے بعد 1919ء میں معروف کشمیری راہنما منشی محمد

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

دین فوق کے اخبار کشمیر گزٹ میں بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر خدمات سرانجام دینے لگے۔ چوہدری رحمت علی نے ادارتی کام کے ساتھ ساتھ اس میگزین کو اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بھی بنا لیا۔ انھوں نے ہندوستانی تاریخ اور سیاست پر متعدد مضامین تحریر کیے جو وقتاً فوقتاً کشمیر گزٹ میں شائع ہوتے رہے۔ آپ ان مضامین میں خصوصی طور پر اس بات پر زور دیتے رہے کہ شمال مغربی ہندوستان، مسلمانوں کا خطہ ہے اور اس پر حکومت کا حق بھی انگریزوں یا ہندوؤں کی بجائے صرف اور صرف مسلمانوں کو ہی حاصل ہے۔ ایسے ہی مضامین میں سے ایک مضمون "مغرب کی اندھی تقلید" میں انگریزوں پر بے لاگ تنقید کی گئی لہذا اس وقت کے ڈپٹی کمشنر لاہور مسٹر ٹولنٹن نے منشی محمد دین فوق کو اپنے دفتر میں طلب کر کے مذکورہ تخریبی مواد شائع کرنے پر سخت الفاظ میں سرزنش کی اور خبردار کیا کہ اس قسم کی حرکت پر آئندہ سخت سزا دی جائے گی جس پر منشی محمد دین فوق نے تحریری معذرت نامہ داخل کیا اور نتیجتاً چوہدری رحمت علی کو کشمیر گزٹ سے علیحدگی اختیار کرنا پڑی۔(66)

ایچی سن کالج میں ملازمت

آپ ایچی سن کالج میں بطور لیکچرار مقرر ہو گئے، جہاں پہلے تو آپ کو نواب آف بہاولپور کے بچوں کا اتالیق مقرر کیا گیا لیکن نواب اور اس کی فیملی کے انگلینڈ منتقل ہو جانے کے بعد آپ کو نواب مزاری کے بچوں کا اتالیق مقرر کر دیا گیا۔ اسی

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

دوران نواب بہرام خان مزاری کا انتقال ہوگیا۔ ان کے متعدد عزیز واقارب اور ورثاء نے جائیداد نیز مزاری قبیلے کی سرداری کے حصول کے لیے لاہور کی متعدد عدالتوں میں مقدمہ بازی شروع کر دی۔ اس موقع پر سردار میر دوست محمد خان نے چوہدری رحمت علی سے ان قانونی امور میں مدد کرنے کی استدعا کی۔ جس پر چوہدری رحمت علی نے 1923ء میں ایچی سن کالج کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ سردار میر دوست محمد خان مزاری نے انھیں اپنا پرائیویٹ سیکرٹری اور قانونی مشیر و مختار خاص مقرر کر دیا۔ ایچی سن کالج سے مستعفیٰ ہونے کے بعد آپ نے لاء کالج لاہور میں پہلے ہی داخلہ لے لیا تھا جہاں سے آپ نے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ اس دوران آپ مزاری خاندان کے معاملات کی تندہی کے ساتھ پیروی کرتے رہے۔ چوہدری رحمت علی قانون کی تعلیم مکمل ہونے پر مزید تعلیم کے لیے 1926ء میں انگلینڈ جانا چاہتے تھے لیکن سردار میر دوست محمد خان مزاری کی استدعا پر انھوں نے اپنی ولایت روانگی کو مؤخر کر دیا کیوں کہ ابھی تمام متنازعہ معاملات کا فیصلہ نہ ہوا تھا۔ چوہدری رحمت علی کی شبانہ روز محنت اور مخلصانہ کوششوں کے سبب 1929ء کے آخر میں مقدمات کا فیصلہ سردار میر دوست محمد خان کے حق میں ہوگیا۔ جس کے نتیجے میں سردار بہرام خان کی بیشتر جائیداد کا وارث انھیں تسلیم کرنے کے ساتھ ہی سرکاری طور پر مزاری خاندان کا سربراہ اور باقاعدہ نواب بھی قرار دے دیا گیا۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اقلیتوں کے لیے علیحدہ ملک

چوہدری رحمت علی نے 1915ء میں بزم شبلی سے خطاب کرتے ہوئے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ملک کا تصور پیش کیا۔ انھوں نے رائے عامہ کو ہموار بنانے کی جدوجہد جاری رکھی۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ سکھوں اور دیگر اقلیتوں کی بھارتی استبداد سے آزادی کا تصور بھی شد و مد سے پیش کرتے رہے۔ 1923ء میں لاء کالج لاہور میں ان کے ایک ہم جماعت ریاض اے قریشی، چوہدری صاحب کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"مجھے خوش قسمتی سے چوہدری رحمت علی کا دوست اور کلاس فیلو ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ 1923ء میں ہم لاء کالج میں ایک ساتھ زیر تعلیم تھے اور جس بلڈنگ میں پاکستان ٹائمز کا دفتر ہے اس میں ایک فلیٹ میں رہائش پذیر تھے۔ 1923ء میں چوہدری رحمت علی اقلیتوں جن میں مسلمان، سکھ وغیرہ شامل تھے، کے لیے ایک علیحدہ ملک کے قیام کی بات کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ہم مسلمان طلباء ان کے خیالات سے متاثر اور ان کے ہمنوا تھے۔ شام کے وقت ان کے فلیٹ پر جمع ہو کر ان کے خیالات سے مستفید ہوتے۔ چوہدری رحمت علی بڑی پرکشش شخصیت کے مالک تھے ہم سب ان کے مدلل انداز گفتگو سے متاثر تھے لیکن اس دور میں ہم ان کے نظریات کو تخیلاتی قرار دیتے۔ ایسے مواقع پر

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

وہ با آواز بلند کہتے کہ ان کا خواب ایک دن شرمندہ تعبیر ہو کر رہے گا۔ وہ اکثر ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ملک کے قیام کا مطالبہ کرتے اور اس سلسلہ میں بحث و مباحثہ کرتے جس کی وجہ سے ہندو طلباء نے کالج کے پرنسپل مسٹر چیڑجی سے ان کی شکایت کی۔ پرنسپل نے طلباء کو ہدایت کی کہ وہ ان کی باتوں کا سنجیدگی سے نوٹس نہ لیا کریں کیوں کہ وہ دن میں خواب دیکھنے والا ایک جنونی ہے"۔(67)

لاہور میں قیام کے دوران چوہدری رحمت علی کی سخت اور شبانہ روز محنت کی وجہ سے آمدن کے متعدد معقول ذرائع پیدا ہوگئے تھے۔ وہ پنجاب یونیورسٹی کے زیراہتمام میٹرک اور ایف اے کے امتحانات کے پیپروں کی چیکنگ کے لیے یونیورسٹی کی فہرست پر تھے۔ صرف 3 اپریل 1928ء کو یونیورسٹی نے میٹرک امتحان کے اردو کے 61 پرچے چیکنگ کے لیے بھیجے۔ مزاری خاندان کے علاوہ بھی بعض سرکردہ مسلم زعماء، لاہور میں آپ کی خدمات سے استفادہ فرماتے رہے اور آپ ان کے مفادات کی لاہور میں نگرانی و پیروی کرتے تھے۔ مزاری خاندان کے مقدمات کے فیصلے سردار میر دوست محمد خان کے حق میں ہوگئے تو انھوں نے معاوضے کے طور پر آپ کو تقریباً دو لاکھ روپے کی خطیر رقم ادا کی۔ چوہدری رحمت علی کی بے لوث خدمت ہی کا صلہ ہے کہ مزاری خاندان آج بھی چوہدری رحمت علی کا نام، بے پناہ عقیدت و احترام سے لیتا ہے۔ قبل ازیں مزاری خاندان کے معمول کے معاملات کی نگرانی کرنے پر آپ مبلغ سات سو روپے ماہانہ

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

تنخواہ وصول کرتے تھے۔ چوہدری رحمت علی صحافت، ایچی سن کالج میں ملازمت، مزاری خاندان کے امور کی نگرانی، پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام امتحانات کے پیپروں کی چیکنگ اور اسی طرح کے دیگر ذرائع سے ہونے والی آمدن میں سے بچت کر کے اپنی اعلیٰ تعلیم اور عظیم مقصد کے حصول کے لیے رقم "بٹالہ کوآپریٹو یونین لمیٹڈ" وغیرہ میں سرمایہ کاری کرتے رہے۔ نواب میر دوست محمد خان مزاری کی اجازت سے انھوں نے انگلینڈ روانگی کے پروگرام کو حتمی شکل دے دی۔

انگلینڈ روانگی

چوہدری رحمت علی نے 14 جولائی 1929ء کو لاہور سے اپنا پاسپورٹ بنوایا۔ انگلینڈ کے تعلیمی اداروں کیمبرج ڈبلن، لنکن ان اور آکسفورڈ یونیورسٹیوں سے معلومات حاصل کیں۔ روانگی سے قبل چوہدری شہاب الدین ممبر قانون ساز اسمبلی نے 25 اکتوبر 1930ء کو لارنگ ریسٹورنٹ لاہور میں چوہدری رحمت علی کے اعزاز میں ایک الوداعی تقریب کا اہتمام کیا جس میں تمام دوستوں بالخصوص ملک محمد خان، ڈاکٹر یار محمد خان، ملک غلام محمد، محمد دین تاثیر، خواجہ دل محمد، سردار دیوان سنگھ مفتون، ماسٹر رحمت، نواب مظفر خان اور ملک زمان مہدی وغیرہ نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ چوہدری رحمت علی انگلینڈ روانگی سے قبل اپنی تمام جمع شدہ پونجی اپنے یار غار ڈاکٹر یار محمد خان کے سپرد کر گئے تاکہ وہ بوقت

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ضرورت مطلوبہ رقم انہیں بھجواتے رہیں۔ جب چوہدری رحمت علی کی جمع کردہ تمام رقم ختم ہو گئی تو ڈاکٹر یار محمد خان اپنے ذرائع سے مطلوبہ رقم چوہدری رحمت علی کو انگلینڈ بھجواتے رہے۔

چوہدری رحمت علی 30 اکتوبر 1930ء کو انگلینڈ میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے لاہور سے روانہ ہوگئے۔ نومبر کے وسط میں آپ نے انگلینڈ کی سرزمین پر قدم رکھا اور 18 نومبر 1930ء کو مڈل ٹمپل کورٹ کی ایک ان (INN) کی ممبرشپ حاصل کی۔ آپ نے 24 نومبر 1930ء کو اعمانوئل کالج کیمبرج یونیورسٹی میں داخلہ کے لیے درخواست فارم ارسال کیے جہاں 26 جنوری 1931ء کو آپ کو داخلہ مل گیا۔ اسی ادارے سے جون 1932ء میں لاء ٹریپوس کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد آپ نے ٹرنٹی کالج ڈبلن یونیورسٹی سے ایل ایل بی کا امتحان بھی پاس کیا۔ انھوں نے لندن کے ایک ادارے سے صحافت میں ڈپلومہ بھی حاصل کیا۔ کیمبرج یونیورسٹی سے ایم اے اور مڈل ٹمپل ان لندن سے بار ایٹ لاء کی ڈگریاں حاصل کیں۔

گول میز کانفرنسیں

چوہدری رحمت علی جب نومبر 1930 کے وسط میں انگلینڈ پہنچے تو پہلی گول میز کانفرنس جاری تھی جو 19 جنوری 1931ء کو اختتام پذیر ہوئی۔ اس کانفرنس میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظات کے بارے میں تو کوئی فیصلہ نہ ہوسکا

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

البتہ اس تجویز پر کوئی اختلاف رائے نہ تھا کہ برصغیر کا آئندہ طرز حکومت وفاقی نوعیت کا ہوگا جس میں دفاع اور خارجہ امور سلطنت برطانیہ جبکہ دیگر تمام اختیارات مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے سپرد کر دیے جائیں۔ وفاق ہندوستان کی تجویز کی تائید کر کے مسلم مندوبین نے ہندوستان کو ایک ملک اور ہندوستان میں بسنے والے بہت سے فرقوں اور طبقوں کو ایک قوم مان لیا۔ چوہدری رحمت علی جو کسی طور بھی وفاق ہندوستان کے حق میں نہیں تھے اور اسے مسلمانوں کے لیے خطرناک و مہلک تصور کرتے تھے۔ انھوں نے ستمبر 1931ء میں شروع ہونے والی دوسری گول میز کانفرنس کے تمام شرکاء سے ملاقات کی اور انھیں قائل کرنے کی کوشش کی کہ وہ ہندوستان کے لیے وفاقی طرز حکومت کے منصوبے کو مسترد کر دیں اور اس کے متبادل کے طور پر شمال مغربی ہندوستان کے چار صوبوں بشمول جموں و کشمیر پر مشتمل مسلمانوں کی ایک علیحدہ اور آزاد مملکت کا مطالبہ کریں لیکن مسلمان مندوبین نے اس تجویز کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ 24 دسمبر 1932ء کو تیسری گول میز کانفرنس ختم ہوگئی لیکن گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ برطانوی پارلیمنٹ سے منظور ہونے میں ابھی کچھ وقت درکار تھا۔

تحریک پاکستان کے معروف راہنما چوہدری خلیق الزمان نے متعدد بار چوہدری رحمت علی سے ملاقات کی اور وہ چوہدری صاحب کے خیالات کی بناء پر ان کے بہت معتقد تھے۔ گول میز کانفرنسوں میں مسلم راہنماؤں کے منفی رویے پر

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ایک شام مجھے لفظ پاکستان کے خالق چوہدری رحمت علی نے چائے پر مدعو کیا۔ یہ میری ان سے پہلی ملاقات تھی۔ ہندوستان میں یہ بات ہم سب کے علم میں تھی کہ چوہدری صاحب نے پاکستان کا منصوبہ گول میز کانفرنسوں کے مسلمان شرکاء کے سامنے پیش کیا تھا لیکن اس پر کسی نے توجہ نہ دی۔ چوہدری صاحب سے بات چیت کے دوران اندازہ ہوا کہ پاکستان سکیم کے بارے میں ان کا وسیع مطالعہ ہے اور وہ اس سے بے حد مخلص ہیں"۔ (68)

قیام پاکستان کا مطالبہ

قبل اس کے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ پاس ہوتا چوہدری رحمت علی نے تمام مسلمان مندوبین کے رویے سے شدید مایوس ہونے کے بعد رائے عامہ کو متاثر کرنے کے لیے اپنے تصور پر مبنی مطالبۂ پاکستان کو خود پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ وہ دور تھا جب مسلمان لیڈر شپ اپنے باہمی اختلافات کے باعث مایوس اور منتشر تھی۔ علامہ اقبال دوسری گول میز کانفرنس کے اختتام سے قبل ہی مسلم مندوبین کے عدم تعاون اور ان سے اختلاف رائے کی بناء پر کانفرنس چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ محمد علی جناح (بابائے قوم) نے بھی مایوسی کے عالم میں مستقل طور پر لندن میں ہی قیام پذیر ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس عالم مایوسی اور بددلی میں

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

مسلمانوں کی قیادت اور ان کے مفادات کی تن تنہا جنگ چوہدری رحمت علی نے ہی لڑی۔

ناؤ آر نیور

چوہدری رحمت علی نے اولین اور واضح تصور پاکستان پر مبنی تاریخ ساز اعلان آزادی 28 جنوری 1933ء کو پاکستان نیشنل موومنٹ کے پلیٹ فارم اور اپنے کیمبرج کے پتے سے جاری کیا۔ اس "اب ورنہ کبھی نہیں" کی پیشانی پر تحریر تھا "کیا ہم زندہ رہیں گے یا ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے"۔

"اس کتابچے کی اشاعت کے بعد آپ کا جذبہ سوا ہو گیا۔ ہفت روزہ پاکستان جاری کیا۔ برصغیر اور دنیا کی اہم شخصیات کو "اب یا کبھی نہیں" اور دوسرے کتابچے روانہ کیے۔ ملاقاتیں کیں۔ اخبارات میں مراسلے لکھے۔ پمفلٹ شائع کیے۔ اپنے نظریئے کی تفصیل سے وضاحت کی۔ آپ کے ایک قریبی رفیق کار ڈاکٹر جہانگیر اب یا کبھی نہیں کے متعلق کہتے ہیں کہ جب وہ پمفلٹ چھپ گیا تو میں، چوہدری صاحب اور احسن دین ہم تینوں نے ان لفافوں پر جس میں یہ پمفلٹ بھیجا جاتا تھا، پتے لکھے، ہندوستان میں ہمیں جن لیڈرون کے پتے مل سکے انھیں بھیجا گیا۔ چوہدری صاحب کے پاس ایک Who's Who ہوتا تھا اس پر چوہدری صاحب نے نشان لگائے ہوئے تھے۔ اس میں اسمبلیوں، پارلیمنٹ اور ہاؤس آف لارڈز کے ممبروں کے نام بھی تھے۔ اس کے علاوہ دنیا کے سب نامور لوگوں کے نام یہ

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

پمفلٹ بھیجا گیا ہم انہیں ہر روز اٹیچی کیسوں میں بھر کے ڈاک خانوں میں لے جاتے تھے اور ان کے لیٹر بکسوں میں ڈال دیتے تھے۔ دو دن تو ڈاک خانے والوں نے دیکھا کہ یہ آتے ہیں اور ان قریبی لیٹر بکسوں کو بھر جاتے ہیں۔ تیسرے دن ڈاک خانے کا ایک آدمی چوہدری صاحب کے گھر آگیا اور کہا کہ خدارا اس طرح ہمارے بکس نہ بھرا کرو دوسرے لوگوں کو چٹھی ڈالنے کا موقع نہیں ملتا۔ تم تمام پیکٹ ہمارے پاس چھوڑ جایا کرو ہم ان پر مہر لگا کر مکتوب الیہان کو بھیج دیا کریں گے۔ اس کے بعد ہم ان پر پتے لکھ کر ہیڈ آفس چھوڑ آتے تھے"۔ (69)

کاغذ کی گولیاں

چوہدری رحمت علی اس حقیقت سے بخوبی آشناء تھے کہ ان کا معرکۃ العراء اعلان آزادی "ناؤ آر نیور" برصغیر کی تاریخ کا رخ موڑ دے گا یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے اس ڈیکلریشن کو کاغذ کی گولیوں کا نام دیتے تھے۔ ڈاکٹر جہانگیر خاں بتاتے ہیں کہ:

> " ہندو اس پمفلٹ کی اشاعت سے بہت خوفزدہ تھے ایک دن ہمیں اندر موہن ورما ملے جو گورنمنٹ کالج کے طالب علم رہے تھے اور ان دنوں کیمبرج میں زیر تعلیم تھے۔ ورما کے ساتھ مہاویر سنگھ بھی تھے جو کہ بعد ازاں انگریزی کے لیکچرار کی حیثیت سے میرے ساتھ کیمبلپور میں رہے۔ اندر موہن نے چوہدری رحمت علی سے پوچھا کہ ان اٹیچی کیسوں میں کیا بند ہے۔ چوہدری صاحب نے جواب دیا کہ "کاغذ کی گولیاں"

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہیں۔ ورما نے کہا کہ کاغذی گولیوں سے ان کی کیا مراد ہے۔ چوہدری رحمت علی نے کہا کہ ان میں پاکستان کا منشور ہے جو ہندوؤں کو گولی کی طرح لگے گا"۔ (70)

1933ء میں ہی آپ نے "پاکستان نیشنل موومنٹ کے اغراض ومقاصد" پر کتابچہ تحریر فرما کر وسیع بنیادوں پر برصغیر اور دنیا بھر میں تقسیم کیا۔

تصور پاکستان۔ ناقابل عمل سکیم

چوہدری رحمت علی کا تصور پاکستان گول میز کانفرنسوں کے اختتام پر جائنٹ پارلیمنٹری سلیکٹ کمیٹی کے اجلاس یکم اگست 1933ء میں زیر غور آیا۔ کمیٹی کے اجلاس میں سرکار برطانیہ کی نمائندگی سر ریجنالڈ کریڈوک اور مسٹر آئزک فٹ جبکہ مسلم وفد سر ظفر اللہ خان، عبداللہ یوسف علی، سر محمد یعقوب، ایچ ایس سہروردی، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین اور خان صاحب حاجی رشید احمد پر مشتمل تھا۔ انگریز ارکان کے بار بار سوالات پر مسلم مندوبین نے شدید اور ترش رد عمل کا مظاہرہ کیا۔ چوہدری رحمت علی کے تصور پاکستان کو عبداللہ یوسف علی نے ایک طالب علم کی سکیم قرار دیا کہ جسے کسی ذمہ دار شخص نے پیش نہیں کیا (نوٹ: اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ چوہدری رحمت علی کا تصور پاکستان علامہ اقبال جیسی ذمہ دارانہ شخصیت کی تجویز سے قطعی مختلف تھا)۔ سر ظفر اللہ خان نے بھی اس تصور کو

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ایک طالب علم کی سکیم قرار دیا جو ناقابل عمل، بے بنیاد، موہوم اور خام خیالی پر مبنی ہے جس کا مطلب بعض مخصوص صوبوں کا وفاق ہے۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین نے کہا کہ کسی نمائندہ تنظیم یا شخصیت نے اس سکیم پر غور بھی نہیں کیا اور اس کو غور کے قابل بھی نہیں سمجھا۔

نماز جمعہ کا اہتمام

چوہدری رحمت علی کلیساء کے میناروں تلے شب و روز گزارنے کے باوجود اسلامی اقدار کے احیاء کے لیے ہمیشہ سرگرداں رہے حتیٰ کہ چکاچوند روشنیوں میں بھی نہ صرف خود نماز جمعہ ادا کرتے بلکہ باجماعت نماز جمعہ کے اہتمام کی سعادت بھی حاصل کرتے۔ معروف دانشور ڈاکٹر غازی مجاہد اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں کہ:

"چوہدری رحمت علی نے اپنی زندگی کے آخری دو یا تین سال کا بیشتر حصہ کیمبرج میں گزارا۔ ان کا آخری پتہ 114۔ چیری ہٹن روڈ تھا مگر یہ گھر 1973ء میں گرا دیا گیا تھا وہ مسٹر ایم سی کرین کے کرایہ دار تھے جن کا خود چند سال پیشتر انتقال ہو چکا تھا۔ تاہم ان کی بیوی مسز کرین بقید حیات ہیں اور اسے چوہدری رحمت علی اچھی طرح یاد ہیں۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

مسز کرین نے بتایا کہ ہر جمعہ کے روز نماز جمعہ کے لیے دوپہر کے وقت چوہدری صاحب کے دوست ان کے ہاں جمع ہو جاتے تھے"۔ (71)

اسلامک فادر لینڈ اینڈ انڈین فیڈریشن

چوہدری رحمت علی نے 8 جولائی 1935ء کو اپنے رہائشی پتے 16۔مونٹیگو روڈ، کیمبرج سے انگلینڈ کے دونوں منتخب ایوانوں کے تمام ارکان کے نام "اسلامک فادر لینڈ اینڈ انڈین فیڈریشن ... حصول پاکستان تک جنگ جاری رہے گی"۔ کے عنوان سے ایک کھلا خط شائع کیا۔ یہ پمفلٹ 16 نومبر 1936ء اور پھر 1937ء میں بھی شائع کیا گیا۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"..... انڈو پاک مسئلہ کوئی طبقہ وارانہ مسئلہ نہیں اور اسے فرقہ وارانہ بنیادوں پر حل بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے جس کا مستقل حل بھی اسی بنیاد پر ممکن ہے۔ کوئی بھی دستور خواہ وفاقی ہو یا وحدانی، جو اس حقیقت سے چشم پوشی کرے، صرف پاکستانیوں ہی کے لیے زہر قاتل نہیں ہوگا بلکہ انگریزوں اور ہندوستانیوں کے لیے بھی اتنا ہی خطرناک ثابت ہوگا۔ اگر برما کو ہندوستان سے الگ کر کے ایک علیحدہ اور نمایاں تشخص دیا جاسکتا ہے تو پاکستانیوں کو ان کی منشاء کے منافی، ان کے حقوق و مفادات کو پامال کر کے وفاق ہندوستان میں دھکیلنا ایک

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

پُراسرار اور ناقابل فہم امر ہے۔....."

ہندو پریس

چوہدری رحمت علی کے تصور پاکستان کو عام کرنے میں ہندو پریس نے بہت اہم کردار ادا کیا تقریباً تمام اخبارات نے چوہدری رحمت علی کے اعلانِ آزادی کا سخت نوٹس لیا اور اسے سید جمال الدین افغانی کی پان اسلام ازم تحریک کا ایک تسلسل اور ہندوستان کے ٹکڑے کرنے کی ایک سازش قرار دیا۔ جس کا فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے ذی شعور اور تعلیم یافتہ طبقے نے بھی اس تصور اور نام کو اپنا لیا۔ سر آغا خان تو باقاعدہ اپنی خط و کتابت میں لفظ پاکستان اور اس تصور کا ذکر کرنے لگے۔ ڈیلی سٹار آف انڈیا کلکتہ اور سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور میں بھی تسلسل کے ساتھ چوہدری رحمت علی کے تصور پاکستان اور ان کی پاکستان نیشنل موومنٹ کے بارے میں تبصرے اور مضامین چھپنے لگے جن کے اردو تراجم روزنامہ انقلاب میں بھی شائع ہوتے رہے۔ اس وقت کی مسلم قیادت چوہدری رحمت علی کی پاکستان سکیم کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھتی تھی لیکن چوہدری رحمت علی کے تصور پر مبنی ہزاروں کی تعداد میں پمفلٹوں کی تقسیم سے یہ تصور اتنا عام ہوگیا کہ مسلم لیگی قیادت کو من و عن چوہدری رحمت علی کی سکیم کو 1940ء میں اپنانا پڑا لیکن پھر بھی اس میں لفظ پاکستان شامل نہیں کیا۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہائیڈ پارک

چوہدری رحمت علی کا تصور برصغیر میں بہت تیزی کے ساتھ پھیل کر مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بن چکا تھا ادھر انگلینڈ میں چوہدری رحمت علی کی قیادت میں مسلم طلباء نے اس تحریک میں بے پناہ شدت پیدا کر دی تھی۔ چوہدری امجد خاں صاحب کے مطابق "میں جب 1937ء میں انجینئرنگ کی اعلیٰ تعلیم و ٹریننگ کے لیے انگلینڈ گیا تو چوہدری صاحب کی تحریک پاکستان اپنے شباب پر تھی اور انگلستان میں مسلمان طلباء اس کے علمبردار تھے۔ ڈاکٹر خلیل واسطی، انعام الحق صدیقی اور میں لندن میں ساتھ رہتے تھے۔ پروفیسر جمیل واسطی، ڈاکٹر محمد باقر، ایم انور بار ایٹ لاء، عامر ضیاء خان اور دیگر طلباء حلقہ احباب میں تھے۔ سب ہی چوہدری صاحب کے فکری مرید تھے۔ میرے لیے بھی چوہدری صاحب کی تحریک پاکستان میں شمولیت سرمایۂ افتخار تھی۔ پروفیسر جمیل واسطی اور عامر ضیاء خان خصوصیت سے اخبارات میں مضامین لکھتے۔ کچھ چوہدری صاحب کے دوسرے کتابچے اور انٹرویوز لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ ایم انور بار ایٹ لاء کے ساتھ طلباء نے ہائیڈ پارک کا کونا پکڑ لیا تھا۔ وہ تقاریر کرتے۔ دیگر حضرات آنے جانے والوں۔ ملنے جلنے والوں سے بحث و مباحثہ کرتے۔ چوہدری صاحب کا پیغام پہنچاتے اور اخبار کے ایڈیٹروں کے تو گویا سر پر سوار رہتے۔ یہ سب کچھ

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

چوہدری صاحب کے شعلہ عشق کی حرارت اور لپک کا صدقہ تھا"۔ (72)

"انگلستان اقصائے عالم میں علم و سیاست کا مرکز تھا۔ چوہدری صاحب کی طبع جولاں اور صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے لیے بہترین خطہ تھا۔ ان کی آواز کو چہار طرف پھیلانے کے لیے یقیناً یہ ایک منتخب مقام تھا۔ پھر ہندوستان کے مسلمانوں کی آزادی کے واسطے جدوجہد کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی اور مقام ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ مسلمانان ہندوستان کے لیے ایک علیحدہ اسلامی مملکت کا قیام چوہدری صاحب کے دل کی دھڑکن اور ان کے عزم صمیم کی تڑپ بن چکی تھی۔ وہاں چوہدری صاحب زیر تعلیم مسلمان طلباء کے دل میں گھر کر گئے۔ ان کی فکرو شعور کو جلا بخشنے اور اپنے منصوبے کی افادیت و اہمیت کا قائل کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اکثر فارغ التحصیل طلباء سے حلف لیا کہ ہندوستان واپس جا کر اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے ہوئے بھی وہ مسلمانوں کی علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام کے راستے تلاش کرتے رہیں گے اور ان کو روبہ عمل لانے کے لیے ہر وقت تیار رہیں گے۔ ...... چوہدری صاحب کے تربیت یافتہ ان سپاہیوں میں کچھ کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ڈاکٹر یار محمد، ایم انور بار ایٹ لاء، قاضی محمد عیسیٰ، ڈاکٹر محمد باقر، عامر ضیاء خان، خان اسرار محمد خان، محمد حسین، الحاج انعام الحق صدیقی اور الحاج چوہدری امجد خان وغیرہ"۔ (73)

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام 1937ء میں شائع ہوا۔ اس کے چوتھے ضمیمے (پہلے ایڈیشن) میں "یادگار تحریری کارناموں" کے عنوان سے پورا ایک باب چوہدری رحمت علی کی پاکستان نیشنل موومنٹ کی نظر کیا گیا۔ ملاحظہ ہو:

"پاکستان نیشنل موومنٹ ہندوستانی وفاق کی بڑی سختی سے مخالف ہے اور اس خدشہ کی بناء پر کہ وہ اس میں مدغم ہو جائیں گے اور ہندوؤں کی کثیر تعداد میں نسبت چار ہندوؤں اور ایک مسلمان کی ہے، وہ بالکل ہی دب کر رہ جائیں گے۔ یہ تحریک ہندوستان میں شمولیت کی مخالفت کرتی ہے۔ اس کے بارے میں اس موومنٹ کا خیال ہے کہ یہ بے حد اکثریت کے حامل پاکستان کے مسلم علاقوں میں ایک آزاد قوم کی حیثیت سے رہنے والے مسلمانوں کے مستقبل کے لیے بے حد مہلک اور مضرت رساں ثابت ہوگی۔

مزید برآں یہ تحریک اس خیال کی حامی ہے کہ موجودہ ہندوستان میں ہندو مسلم مسئلہ اساسی طور پر بین الاقوامی ہے نہ کہ فرقوں کے مابین اور یہ کہ صرف اسی (پاکستان کی) بنیاد پر اس کا مستقل حل ممکن ہے۔ علاوہ ازیں اس کا مدعا یہ ہے کہ ہندوستان اور برطانیہ کو قومی بقاء و تحفظ کا

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

پیدائشی حق تسلیم کرتے ہوئے مطالبۂ پاکستان تسلیم کر لینا ہی ہندو مسلم قدیم تنازعے کا باعزت حل ہے۔ اس تحریک کی بنیادی جدوجہد ہندوستانی مسلم کے ایک حصہ کو دوبارہ ملا کر اور ان کے اجزائے ترکیبی کو نئے سرے سے جوڑ کر پاکستان میں ایک قوم کی حیثیت سے ایک کل اور وفاق کی حیثیت دینا ہے۔ جو ہندوستان کے مساوی حیثیت کا حامل ہوگا۔ بلکہ دنیا کے دیگر متمدن ممالک میں جو اقوام ہیں ان کے بھی مساوی درجے کا ملک ابھرے گا۔ اس تحریک کے ارکان ایشیاء یورپ اور امریکہ میں بڑے زور و شور کے ساتھ قومی وقار اور عدل و انصاف کے لیے مطالبہ پاکستان کی حمایت میں تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد سب سے پہلی بار مذکورہ تحریک نے ہندوستان کے دو قومی ملک میں مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا ہے تاکہ وہ اپنے قومی مستقبل سے آگاہ ہو سکیں۔ اس تحریک کے مذہبی اور حب الوطنی سے معمور کردار اور رویہ نے نوجوانوں اور نئی نسل کے افراد کو اپنے اعلیٰ تصورات اور نصب العین سے بے حد متاثر کیا ہے۔ یہ ایک ایسی تحریک ہے جو اگر کامیاب ہو گئی تو نہ صرف ہندوستان اور پاکستان پر اپنے گہرے اثرات ڈالے گی بلکہ اس امر کا بھی امکان ہے کہ اس کے اثرات سارے ایشیاء پر پڑیں گے"۔(74)

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ترک ادیبہ خالدہ ادیب خانم

ترکی کی معروف ادیبہ اور صحافی خاتون خالدہ ادیب خانم 36-1935ء میں کانگرس کی دعوت پر انڈیا کے دورے پر آئیں۔ محترمہ ترک انقلاب سے متاثرہ ایک قوم پرست راہنما تھیں اور اسی حوالے سے کانگرس کی قوم پرست شہرت سے ازحد متاثر تھیں۔ وہ انڈیا کا تفصیلی دورہ مکمل کر کے جب لندن پہنچیں تو چوہدری رحمت علی کی زیر قیادت طلباء کے ایک وفد نے ان سے ملاقات کی اور بہت تفصیل سے انھیں مسلمانان ہند کے مسئلہ پر قائل کرنے کی کوشش کی اور استدعا کی کہ وہ اپنی مجوزہ کتاب میں مسلمانان ہند کی حالت زار نیز تصور پاکستان پر ایک باب رقم کریں لیکن خالدہ ادیب خانم اس پر رضامند نہ ہوئیں۔ چوہدری صاحب کو معلوم ہوا کہ وہ لندن سے پیرس جا کر ہندوستانی سیاست پر اپنی کتاب کو حتمی شکل دے رہی ہیں۔ چوہدری رحمت علی کو یہ احساس تھا کہ اس کتاب میں ان کے تصور پاکستان پر ایک باب شامل ہو جانے سے ان کا پیغام دنیا بھر کے قوم پرستوں کے ذریعے بہت آسانی سے پھیل جائے گا جو عام حالات میں وسیع طور پر پھیلنا بہت مشکل تھا لہذا چوہدری رحمت علی 16 مئی 1937ء کو ان سے ملنے پیرس گئے بہت تفصیلی دلائل اور بحث و مباحثہ کے بعد خالدہ ادیب خانم چوہدری رحمت علی کا تحریر کردہ ایک باب اپنی کتاب "ان سائڈ انڈیا" میں اس شرط پر شامل کرنے کو تیار ہوئیں کہ وہ ان کی 500 کتابیں خرید کریں۔ چوہدری صاحب

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

نے فوراً حامی بھر لی۔ کیمبرج واپس آ کر اپنے دوستوں کو خوشخبری سنائی اور اپنے تصور اور تحریک پاکستان پر تفصیلی مدلل باب رقم کرنے بیٹھ گئے۔ 7۔ اگست 1937 کو دوبارہ پیرس گئے۔ ان کا تحریر کردہ باب بعنوان "ایک قوم یا دو قومیں" من و عن "ان سائڈ انڈیا" میں شائع ہوا۔[75]

چوہدری رحمت علی نے 500 جلدوں کی خرید کے لیے فنڈز کا اہتمام کرنے کی غرض سے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ مسلم طلباء نے اس سلسلے میں ایک وقت کا کھانا ترک کر دیا، سستے کپڑے پہننے شروع کر دیے اور آسائش کے دیگر خرچے بھی ختم کر کے رقم فنڈ کمیٹی کے پاس جمع کروانا شروع کر دی اور 500 جلدوں کی خرید ممکن ہوئی۔[76]

یہ کتاب 1937ء کے آخر میں شائع ہوئی۔ چوہدری رحمت علی کے تحریر کردہ باب "ایک قوم یا دو قومیں" کا اردو ترجمہ خورشید عالم نے کیا جو ان کے قلمی نام "جہاں گرد" کے حوالے سے 11 جولائی 1938ء کے احسان اور 12 جولائی 1938ء کو انقلاب میں شائع ہوا۔ یہ دونوں اخبار مسلمانوں کے ترجمان کی حیثیت سے پورے شمال مغربی ہندوستان میں بہت زیادہ پڑھے جاتے تھے۔ اس کی مزید تشہیر اس وقت ہوئی جب مولوی سید ہاشمی نے پوری کتاب کا "اندرون ہند" کے نام سے اردو ترجمہ کیا جسے انجمن ترقی اردو نیو دہلی نے 1939ء میں شائع کر دیا۔ آپ ذرا اندازہ لگائیے کہ چوہدری رحمت علی نے اپنے تصور پاکستان کو عام کرنے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کے لیے کیا کیا جتن نہ کیے اور یہ ان کے خلوص ہی کا نتیجہ تھا کہ ہر آنے والا دن ان کے پیغام کو تروتازگی بخش جاتا اور یہ سکیم دنیا بھر میں متعارف اور موضوع بحث بننے لگی۔[77]

خالدہ ادیب خانم نے اپنی کتاب "ان سائڈ انڈیا" میں چوہدری رحمت علی اور ان کے تصور پاکستان پر حسب ذیل الفاظ میں روشنی ڈالی:

"اس وقت قرائن کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا پلہ بھاری ہے جو واحد ہندوستانی قوم کے حامی ہیں لیکن فرض کیجیے کہ یہ قرائن غلط ثابت ہوں تو کیا ایسی صورت میں ہندوستان کی راہنمائی ان فرقہ پرستوں کے ہاتھ میں آجائے گی جو دو ہندوستانی قوموں کے قائل ہیں؟ ہندوستان نے جو ترقی کرلی ہے اور نیز یہ دیکھ کر کہ کوئی فرقہ پرست تنظیم اس قابل نہیں ہے کہ ایک جدید قوم کی جملہ ضروریات کو پورا کرسکے، راقمہ کا میلان خاطر یہ ہے کہ یہ دو قوموں کا خیال زیادہ عرصے تک چلنے والا نہیں۔ اسی واسطے اگر یہ خیال قائم رہے تو اسے کسی دوسری بالکل مختلف بنیاد پر لے چلنا ہوگا۔ چنانچہ اس دو قومی تخیل کی وہ بنیاد جسے پاکستان کی قومی تحریک سے موسوم کرتے ہیں، عام فرقہ پرستوں کے منصوبے سے بالکل مختلف ہے۔ اس کی رو سے بحالات موجودہ ہندوستان ایک واحد ملک نہیں ہے بلکہ دو قوموں کا ایک چھوٹا براعظم ہے اور پاکستان اور

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہندوستان یعنی مسلمان اور ہندو دو قوموں کے قومی وطنوں پر مشتمل ہے۔

اس تحریک کے بانی مسٹر رحمت علی سمجھے جاتے ہیں۔ یہ چالیس سال سے کچھ ہی زیادہ عمر کے مسلمان ہیں جن سے راقمہ کی پہلے لندن میں اور بعد ازاں پیرس میں ملاقات ہوئی۔ وہ پنجاب کے آدمی ہیں۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ لڑکپن میں جن اثرات نے ان کے خیالات کی تشکیل کی ان میں قومیت مذہب سے مخلوط تھی اور مسٹر رحمت علی کو ہندوؤں سے جو واسطہ رہا اس نے انہیں یقین دلا دیا کہ مسلمانوں کو ہندوؤں سے کسی رحم و مروت کی امید نہیں ہو سکتی۔ اس لیے لازم ہے کہ یا تو ہندو تسلط کے آئندہ خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے وہ اپنی تنظیم کریں اور یا ہمیشہ کے لیے برباد و فنا ہو جائیں۔ انھوں نے انگریزوں کا جس طرح ذکر کیا اس سے یہ بات بھی صاف ثابت ہوتی تھی کہ انھوں نے اسلامی ممالک کا خون پی پی کر اہل یورپ کے فروغ اور مغربی قیصرت کی محکوم قوموں کو لوٹنے کھسوٹنے کے حالات پڑھے ہیں اور ان سے بہت کچھ متاثر ہوئے ہیں۔

رحمت علی صاحب نے انگلستان میں تعلیم مکمل کی۔ کیمبرج اور ڈبلن کی جامعات سے ایم اے اور ایل ایل بی کی سندیں امتیاز کے ساتھ

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

حاصل کیں۔ وہ لائق قانون دان اور سیاسی تاریخ میں اجتہادی پہلو کا ذوق رکھتے ہیں۔ لیکن انھوں نے وکالت ترک کر دی اور 1933ء میں تحریک پاکستان کا آغاز کیا۔ اس وقت ان کی زندگی کا سب سے قومی جذبہ یہی نظر آتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے مستقبل کا تحفظ کیا جائے۔ اس مسئلے پر وہ اس قسم کی فصاحت سے گفتگو کر سکتے ہیں جو مقدمہ لڑتے وقت کسی لائق وکیل کی یاد دلاتی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ وہ اس مضمون پر سادگی اور دردمندی کے ساتھ بھی گفتگو کرتے ہیں۔ راقمہ نے مشاہدہ کیا کہ جوانی میں ہندوؤں کی مسلم کش ذہنیت نے ان کے دل کو جو کچھ صدمہ پہنچایا ہو، اب پاکستان کے متعلق اپنے نظریات کو وہ اس تلخ کامی سے متاثر نہیں ہونے دیتے۔ آیا یہ تحریک کسی وقت بھی ہندو مسلم عقدے کو سلجھانے میں کوئی عملی قدر و قیمت حاصل کر سکے گی؟ یہ ہنوز نہایت مشتبہ امر ہے لیکن ہندوستان حاضرہ کے بے لاگ طالب علم کو اسے اپنی نظر میں رکھنا ہوگا کیونکہ ہندوستان میں دو قوموں کے تخیل کی حمایت کرنے والے عناصر ابھی تک بہت کافی موجود ہیں۔

راقمہ چاہتی ہے کہ پاکستان کی قومی تحریک کا خلاصہ خود اس کے بانی کے الفاظ میں نقل کرے جو مذکورہ بالا ملاقات کی یادداشتوں پر مبنی ہے"۔ (78)

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

محترمہ خالدہ ادیب خانم صاحبہ چوہدری رحمت علی کے تصور پاکستان پر مبنی تفصیلی بحث سوالاً جواباً رقم کرنے کے بعد اپنے اختتامی پیرے میں ہندو مسلم تنازعے کو حل کرنے کے لیے چوہدری رحمت علی کے تخیل اور تدبیر کو آخری حل قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

"بہت سے مسلمانوں سے، جو سیاست سے تعلق رکھتے اور نیز بے تعلق ہیں، راقمہ نے پاکستان کی قومی تحریک کی نسبت دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے حامی زیادہ تر پنجاب یا ان مسلمان طلبا میں ہیں جو ممالک غیر میں رہتے ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کی یہ بھی رائے ہے کہ صوبہ سرحد میں عبدالغفار خان کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا سیاسی تخیل جو ان کی روش کے خلاف ہو، سرحدی لوگوں کی نظر میں کچھ زیادہ قابل اعتبار نہیں سمجھا جائے گا۔ بہرحال ہندو مسلم قضیئے کو حل کرنے کا یہ سب سے آخری سیاسی طرز خیال یا تدبیر ہے جس سے راقمہ دوچار ہوئی"۔(79)

خالدہ ادیب خانم کی تصنیف "ان سائڈ انڈیا" میں چوہدری رحمت علی کے اپنے تصور پاکستان پر بے لاگ تبصرے کا ایک ایک لفظ مسلمانوں کے غم میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ ذرا غور کیجیے کہ مسلمانوں کے دیرینہ مسائل کا ادراک انتہائی غیر مبہم اور واضح الفاظ میں اس وقت کسی بھی دوسرے مسلمان لیڈر کے دماغ میں آیا؟ "ایک قوم یا دو قومیں" کے عنوان سے چوہدری صاحب کا تصور من و عن اگلے صفحات پر ملاحظہ ہو۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ایک قوم یا دو قومیں

پاکستان نیشنل موومنٹ کی ابتداء

سوال: "پاکستان کی قومی تحریک کی ابتدا کیونکر ہوئی"؟

جواب: "اس سوال کا تشفی بخش جواب دینے کے لیے مجھے گذشتہ اسی (80) سال کی تاریخ سے گذرنا پڑے گا۔ 1857ء میں اسلامی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ ایک نہایت قابل لحاظ بات ہندوستانی مسلمانوں کے متعلق یہ ہے جسے باہر والے اچھی طرح نہیں سمجھتے: اول اول مسلمانوں کا وطن پاکستان میں تھا یعنی پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ (جسے افغانی صوبہ بھی کہتے ہیں)، کشمیر، سندھ اور بلوچستان۔ میں نے پاکستان کا نام انہی پانچ صوبوں کے ناموں سے مرتب کیا ہے۔ یہاں مسلمان بارہ سو سال سے زیادہ مدت سے ایک قوم کی حیثیت سے رہے اور ان کی اپنی تاریخ، اپنا تمدن اور جداگانہ تہذیب رہی ہے۔ یہ علاقہ ہندوستان خاص سے جدا ہے اور جمنا اس کی حد فاصل ہے اور یہ ہندوستان کا جز نہیں ہے۔ اگرچہ بارہ سو سال پہلے یہاں ہندو اور ہندو سلطنت تھی لیکن 712ء سے ایک ہزار سے زیادہ سال گذر چکے، ان کی تعداد گھٹ گئی اور وہ (ہندو) یہاں کم تعداد فرقہ ہیں۔

پاکستان کی مجموعی آبادی چار کروڑ بیس لاکھ ہے جس میں تین کروڑ بیس لاکھ مسلمان ہیں۔ ان کا نسلی تعلق وسط ایشیا سے ہے اور معاشرتی اعتبار سے ان

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کا تمدن ہندوستان سے کلیتہً مختلف ہے۔ دین اسلام جو معاشرت، اخلاق اور سیاست کا نظام بھی ہے وہ اس پاکستانی قوم کی بنیاد اور اصلی وجہ امتیاز ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ بیگم صاحبہ، آپ اس بنیادی حقیقت کو پوری طرح سمجھ لیں۔ پاکستان میں مسلمان اپنے قومی وطن میں ہیں۔ ہندوستان میں مسلمان بحیثیت فاتحین کے گئے اور اس واسطے ہندوستان مسلمانوں کا وطن نہیں بلکہ مقبوضہ تھا۔ جہاں نو سو سال سے زیادہ مدت تک وہاں کی کثیر ہندو آبادی پر حکمرانی کرتے رہے لیکن جب ان کی مقبوضاتی سلطنت، جو پاکستان سے جداگانہ علاقہ تھی، ہاتھ سے نکل گئی تو وہ مسلمان جو اپنے ان شاہی مقبوضات میں بس گئے تھے۔ ہندوستان میں اقلیت بن کر رہ گئے۔ میں اس کی تردید نہیں کرتا، یہ واقعہ ہے۔

گذشتہ صدی کے نصف سے مسلمانوں کی قومی اور نیز مقبوضاتی تاریخ نہایت نازک دور سے گذری۔ جس وقت ان کی سلطنت کا خاتمہ ہوا تو اگر مسلمانوں میں عالی خیال اور باہمت رہنما ہوتے تو وہ اپنے وطن پاکستان کے علاقوں میں اپنی قومی اور نیز ملکی صیانت کو محفوظ کرسکتے تھے۔ یہ فرق جو پاکستان اور ہندوستان کے درمیان تھا اور ہمیشہ رہے گا، دوپہر کی دھوپ کی طرح روشن حقیقت ہے۔ پاکستان میں مسلمان اپنے قومی وطن میں ہیں۔ ہندوستان میں وہ ایک کم تعداد جماعت ہیں جو پہلے فتح کے حق سے وہاں حکومت کرتی تھی۔ یہ نہایت المناک واقعہ ہے کہ اس تاریخی حقیقت کو کمال بے دردی سے نظر انداز کیا گیا۔ اور دو جداگانہ

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ملکوں، یعنی پاکستان اور ہندوستان کو خلط ملط کر دیا گیا۔ موجودہ مصائب اسی کا نتیجہ ہیں اور اس یادگار موقع پر بھی، جب پاکستانی اور ہندوستانی، دو قوموں کا مستقبل نئے سانچوں میں ڈھالا جا رہا ہے، ارباب غرض نے اس بنیادی حقیقت کو مسخ کر دیا ہے۔ ان ارباب غرض میں انگریز قیصریت پرست، ہندو سرمایہ دار اور مسلمان جاہ طلب شامل ہیں لیکن انگریز اور ہندو تو اپنی اپنی قوتوں کو اور مستحکم کر رہے ہیں اور مسلمان ارباب سیاست ایسے نظریوں کی تلقین کر رہے ہیں جو ان کے وطن آبائی کے مستقبل کے حق میں زہر ہیں۔

چند قابل عزت مستثنیات کے سوا، مسلمان اہل سیاست، جاہ طلب خود غرضوں کا گروہ ہیں۔ جن کی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں: (۱) وہ فرقہ پرست، جو انگریزوں کے طرف دار اور ہندوؤں کے خلاف ہیں۔ ان کی حکمت عملی انگریزوں کے اشارے پر چلتی ہے۔ (۲) قوم پرست، یہ ہندوؤں کے طرفدار اور انگریزوں کے خلاف ہیں۔ ان کی حکمت عملی ہندو سرمایہ داری اور ہندو قوم پرستی کی تابع ہے۔ لیکن یہ فرقہ پرست اور قوم پرست دونوں اپنی کوئی علیحدہ حکمت عملی نہیں رکھتے نہ انھوں نے کبھی اس بات پر غور کیا کہ پاکستان میں ایک جداگانہ مسلم وطن موجود ہے اور ہمیشہ رہے گا جسے ہندوستان اور ہندو قوم پرستی کے اغراض کے ساتھ مخلوط نہ کرنا چاہیے۔

1932ء تک یہی کیفیت تھی۔ لندن کی گول میز کانفرنس کی مجالس

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

مشاورت میں جو 1930ء تا 1933ء ہوتی رہیں، وفاق ہند کی تجویز نکالی گئی۔ اس وفاق میں پاکستان کو بھی وفاق ہند کا ایک انتظامی جز، یعنی اس کے ماتحت بنا دیا گیا جس کے معنی یہ ہوئے کہ پاکستانی بھی ہندو قوم میں داخل اور اسی کی ایک کم تعداد جماعت بن کے رہ جائیں، ان پر اہل ہندوستان کی سیادت قائم ہو اور وہ خود اپنے وطن پاکستان میں نیچ ذات بنا دیے جائیں۔ ہماری قومی ہستی کے لیے یہی وہ شدید خطرہ ہے جس نے ہمیں مجبور کیا کہ پاکستانی قوم کی تحریک کا آغاز کریں۔ یہ اسی سیاسی نقشے کے مطابق مرتب کی گئی ہے جو ایک قدیم حقیقت ہے اگرچہ اب تک اس کے ساتھ تغافل برتا گیا۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ آزاد اور جداگانہ پاکستان شمال کے پانچ اسلامی صوبوں پر مشتمل ہو اور ہندوستان کے مساوی نیز اقوام عالم کی دوسری متمدن قوموں کے مساوی، اسے مرتبہ حاصل ہو۔ اس تحریک کے حامیوں کو یقین ہے کہ ہندوستان کی دونوں قوموں کے عزت سے زندگی بسر کرنے کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ مسلمان پاکستان میں اور ہندو ہندوستان میں رہیں اور اسی صورت میں برطانوی قیصریت کے ان دونوں کو نوچنے کھسوٹنے کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ ہم نے گول میز کانفرنس کی مجلسوں اور ہندو مندوبین کے سامنے یہ تجویز پیش کی اور آخر میں پارلیمنٹ کی مجلس منتخبہ میں آواز بلند کی، لیکن انگریز اور ہندو دونوں نے ہمارے اس مطالبے کو رد کر دیا جو قومی عزت اور دادرسی کے لیے کیا گیا تھا۔ بایں ہمہ ہم قطعی طور پر طے کر چکے ہیں کہ اس مقصد کے لیے آخر دم تک لڑیں گے"۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

پاکستان -- مرگ و زیست کا مسئلہ

سوال : "آپ اسے حکومت انگریزی کی رضامندی کے بغیر کیونکر حاصل کر سکتے"؟

جواب : "ہم نے انگریزوں کو یہ یقین دلانے کی انتہائی کوشش کی کہ ہمارے لیے پاکستان اس قدر ضروری ہے کہ اسی پر ہماری مرگ و زیست بنی ہے، لیکن انھوں نے ہمارے مطالبے پر غور کرنے سے انکار کیا اور خود ہم اپنے قومی ورثے سے دست بردار ہونے پر کسی طرح تیار نہیں ہیں۔ ان کا گمان یہ ہے کہ ہم گذشتہ اسلامی سلطنت کو تازہ کرنے کی تدبیر سوچ رہے ہیں اور ہم اتحاد اسلامی کے حامی ہیں۔ وہ ہندو قوم پرستی کو مانتے ہیں۔ لیکن پاکستانی قوم پرستی کو "سلطنت کے لیے مقام خطر" سمجھتے ہیں۔ یہ ان کی غلطی اور دماغی خبط ہے۔ یہ سچ ہے کہ پاکستان کی قومی تحریک کا مقصد پاکستان میں مسلم قوم کا احیاء ہے لیکن اس سے انگریزوں یا ہندوؤں کے ہم دشمن نہیں ہو جاتے۔ ہم محض پاکستانی ہیں اور الحمد اللہ ہمارا مذہب اسلام واقع ہوا ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ ہم اپنے ماضی پر ایسا ہی فخر رکھتے ہیں جیسا کہ اپنے مستقبل پر ہمیں اعتماد ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہندوستان کے اندر رہ کر ہم محض کم تعداد فرقہ بن جائیں گے لیکن اس کے باہر چار کروڑ کی ایک جاندار قوم ہوں گے۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

بیگم صاحبہ، وطن آبائی کا اصلی مرتبہ سمجھنے کے لیے، مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ کو یاد دلاؤں کہ پاکستان کے تین کروڑ بیس لاکھ مسلمان دنیا کی تمام اسلامی آبادی کا تقریباً دسواں حصہ ہیں۔ پھر یہ کہ مجلس اقوام کی جملہ چون (54) شریک قوموں میں دو چار نہیں، بلکہ اکیاون قومیں پاکستان سے آبادی اور رقبے اور دونوں کے لحاظ سے کمتر ہیں۔ اگر الگ الگ مقابلہ کیجیے تو ہمارا رقبہ اطالیہ سے چار گنا، جرمنی سے سہ گنا اور فرانس سے دوگنا، ہماری آبادی آسٹریلیا سے ہفت گنی، کینیڈا سے چار گنی، اسپین سے دوگنی اور فرانس نیز اطالیہ کے برابر ہے، ہمیں اپنے آبائی وطن پر فخر کرنے کے جملہ اسباب موجود ہیں اور ہم تُلے ہوئے ہیں کہ اس کی قومی صیانت کی ہر حملے سے حفاظت کریں گے۔ خواہ یہ حملہ خیالات کا ہو یا فوجوں کا اور مسلمانوں کی طرف سے ہو یا غیر مسلموں کی طرف سے۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ موجودہ جدوجہد میں ہماری حالت مایوسانہ ہے لیکن ہمیں یاد ہے کہ اپنے اجداد کی اسی سرزمین میں ہم اس سے بھی زیادہ نازک مرحلوں کا کامیابی کے ساتھ سامنا کر چکے ہیں۔ ہمارے لیے یہ مسئلہ ہست و نیست کا مسئلہ ہے ہم جانتے ہیں کہ ہماری قسمت پاکستان سے وابستہ ہے ممکن ہے کہ میری زندگی میں یہ منصوبہ بروئے عمل نہ آسکے، لیکن رفتہ رفتہ یہ یقیناً اپنے آپ کو منوا لے گا اور پاکستان کے باشندوں کا ایسا نصب العین ہو جائے گا جس کے واسطے زیادہ سے زیادہ ایثار زیبا ہو"۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

پاکستان نیشنل مووَمنٹ کا حلقۂ اثر

سوال : "خود ان علاقوں میں، جو پاکستان میں شامل ہیں، اس قومی تحریک کی کیا حالت ہے"؟

جواب : "1933ء میں جو بیج بویا گیا تھا وہ جڑ پکڑ گیا ہے اور ہمارا کام حسب دلخواہ ترقی کر رہا ہے۔ پاکستان کی قومی تحریک کی تبلیغ و اشاعت کے مرکز تمام پاکستان میں قائم ہیں۔ وطن آبائی کے جملہ صوبوں میں ہمارے ادارے ہیں۔ صوبوں کے مرکزوں سے رسالے، صحیفے، دوورقے اور مطبوعات بھی شائع ہوتی رہتی ہیں اور ان سب کے علاوہ اس تحریک کے خیالات کی تلقین کے لیے ایک ہفتہ وار اخبار پاکستان کے نام سے جاری ہونے والا ہے۔ نوجوانوں اور مستعد لوگوں کا گروہ کثیر ہمارے ساتھ ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اپنی بقا فطرت کا پہلا قانون ہے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ ہماری موجودہ نسل کی تقدیر میں لکھا ہے کہ وہ پاکستان کی حفاظت کرے گی اور پاکستان ہماری آئندہ نسلوں کی میراث ہوگا۔ زمانہ حال ہم پر آنکھیں نکالتا ہے لیکن میری نظر مستقبل پر جمی ہوئی ہے جو ہمارے مقدس مقصد کا یقیناً دوستانہ خیر مقدم کرے گا لیکن جب تک وہ وقت آئے ہم سخت سے سخت آزمائشوں کو پاکستان کے سپوتوں کی طرح برداشت کریں گے"۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

پاکستان کی معاشی خود کفالت

سوال : "جب کبھی اور اگر یہ پاکستان کا منصوبہ بروئے عمل آجائے تو کیا پاکستان اقتصادی اعتبار سے اپنی ضروریات کا کفیل ہوگا"؟

جواب : "کیوں نہیں۔ پاکستان میں وسیع ذرائع ہیں، اخلاقی اور مادی دونوں اور برطانوی قیصریت اور ہندو سرمایہ داری کے دفع ہوتے ہی ہم یقیناً اپنا راستہ تیار کر سکتے ہیں۔ یہ بوجھل نظم و نسق لازماً رخصت ہو جائے گا اور انتظامی عمال کو قوم کے لیے، نہ کہ قوم کو ان عمال کے لیے، کام کرنا پڑے گا۔ اس وقت تمام نظم و نسق میں بے روح دفتری اشخاص بھرے ہوئے ہیں اور انہیں نہایت مسرفانہ پیمانے پر معاوضے دیے جاتے ہیں اور پوری حکومت برطانوی قیصریت اور ہندو سرمایہ داری دونوں کے فائدے کے لیے چلائی جاتی ہے۔ لیکن اس کے خرچ کا سارا بار غریب محصول گذار اور مفلوک الحال کسانوں کے سر ڈال دیا گیا ہے۔ اپنی قومی زندگی کے اس پہلو کو میں نے اچھی طرح پڑتال کیا ہے اور میں بالکل وثوق سے کہتا ہوں کہ اس بارے میں مجھے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ ہمارے پاس کراچی میں ایک اول درجے کی بندرگاہ اور عمدہ عمدہ گودیوں کے واسطے خوشنما ساحل موجود ہے۔ اس دو قومی چھوٹے براعظم میں پاکستان کا علاقہ سب سے حاصل خیز زمین رکھتا ہے اور اس میں ہر قسم کی زرعی پیداوار بافراط ہوتی ہے۔ معدنی پیداوار کے ذرائع بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ ہماری تجارت اور صنعت بڑھ رہی

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہے۔ دیسی پارچہ بافی کے علاوہ سوتی اور اونی کپڑوں کے کارخانے ابھی سے پاکستان میں چل رہے ہیں جب ان وسائل کو محاصل تجارت، آبکاری، مالگزاری، تار ڈاک، پان داری، انکم ٹیکس، ریل کے مداخل میں (جو آج کل حکومت ہند لے لیتی ہے) جمع کیا جائے تو مستقبل پر ہم پوری طرح بھروسہ کر سکتے ہیں"۔

پاکستان کا طرز حکومت

سوال: "آپ نے اس طرز حکومت پر بھی غور کر لیا ہے جو پاکستان کا مطمع نظر ہوگی"؟

جواب: "ہمارا پہلا مقصد پاکستان کے لیے آزادی حاصل کرنا ہے، برطانوی قیصریت اور ہندو سرمایہ داری دونوں سے۔ بالفعل یہ مسئلہ تمام دوسرے مسائل پر مقدم ہے۔ رہی طرز حکومت، تو ایک بات یقینی ہے کہ وہ اساسی طور پر جمہوری اور اشتراکی قسم کی ہوگی۔ اسے مرکزی بنایا جائے گا یا وفاقی، یہ بات آئندہ قوم کی آزاد رائے سے طے ہونے کے لیے ملتوی کی جا سکتی ہے، جبکہ ہم وطن آبائی کی ہستی منوالیں گے"۔

پاکستان نیشنل موومنٹ کا ہندو مسلم تنازعے پر اثر

سوال: "پاکستان کی قومی تحریک کا ہندو مسلم مسئلے پر کیا اثر پڑے گا"؟

جواب: "اس دیرینہ عقدے کو عزت کے ساتھ مستقل طور پر حل کرنے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کی صرف ایک ہی تدبیر ہے جو ہماری تحریک پیش کرتی ہے۔ افراد یا قوموں کے درمیان کوئی مفاہمت اور اشتراک عمل اسی وقت پائیدار ہوسکتا ہے جب کہ فریقین ایک دوسرے کے حقوق کا احترام ملحوظ رکھیں۔ مسلمانوں کو پاکستان میں اور ہندوؤں کو ہندوستان میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا موقع ملا تو دونوں قوموں کے حوصلے پورے ہوجائیں گے اور ان کی باہمی کشمکش کی بجائے ہمسایگانہ خوش دلی اور دوستانہ اشتراک عمل آجائیں گے۔ انگریز اور ہندو مختلف وجوہ سے اس مسئلے کی تہہ کے اسباب کو غلط ملط کرنا چاہ رہے ہیں، لیکن اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ہندو مسلمانوں کی مخالفت نہ مذاہب کی نہ فرقوں کی، بلکہ اقتصادی نزاع بھی نہیں ہے بلکہ دراصل یہ نزاع دو قوموں کی اور دو قومی منصوبوں کے درمیان کشمکش ہے یعنی مسلمانوں کی کشمکش زندہ رہنے کے لیے اور ہندوؤں کی کشمکش حصول سیادت کے لیے۔

ہندوؤں کا پاکستان کو ماننے سے انکار کرنا اس فساد کی جڑ ہے۔ وہ پاکستان کو اپنے متعلق فیصلے کرنے کا وہ حق نہیں دیتے جس کا ہندوستان کے لیے خود دعویٰ کررہے ہیں۔ ان کا ادعا ہے کہ پاکستان ہندوستان کا جز ہے کیونکہ ہزاروں برس پہلے پاکستان کے بعض اقطاع تک ہندوؤں کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی اور اس واقعے نے پاکستان کو ہمیشہ کے لیے ان کا بنا دیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ 712ء میں ہماری آمد سے پہلے پاکستان کے خاص خاص اقطاع ہندو سلطنت میں شامل تھے لیکن کیا یہ بات پاکستان کو ہمیشہ کے لیے ان کا بنا سکتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہم پورے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہندوستان کا دعوے کر سکتے ہیں کیونکہ وہ ایک ہزار برس تک ہماری سلطنت کا جز رہا ہے۔

اب بیگم صاحبہ آپ غور کریں کہ پاکستان میں ہمارے حقوق کی نسبت جھگڑا پیدا کر کے وہ خود اپنے ہندوستان کے حقوق کو جھگڑے میں ڈال رہے ہیں۔ ہمارا کہنا تو یہ ہے کہ اگر ہندوستان اس لیے ان کا ہے کہ وہ اس کی تین چوتھائی آبادی ہیں تو پاکستان اس لیے ہمارا ہے کہ ہم اس کی کل آبادی کا چار پانچواں ہیں۔ وہی بین الاقوامی قانون جو انہیں ہندوستان دلاتا ہے، ہمیں پاکستان کا حقدار بناتا ہے۔ گزشتہ بارہ سو سال سے ہم اپنے بہترین جوانوں کو قربان کرتے رہے ہیں نہ صرف اس لیے کہ پاکستان میں اپنے حقوق کی حفاظت کریں، بلکہ ہندوستان کی خدمت کرنے کے لیے بھی۔ اب ہندوستان ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے لیکن کسی شخص کا یہ فرض کرنا کہ ہم کسی حالت میں بھی پاکستان کو دوسروں کے حوالے کر دیں گے، احمقانہ بات ہے۔ عہد ماضی کی سلطنت کی بنا پر ان کا پاکستان پر حق جتانا لغو محض ہے۔ ان کی اگر سلطنتیں تھیں تو ہماری بھی سلطنتیں تھیں اور جب یہ سلطنتیں مٹیں تو ان کی حدود بھی غائب ہو گئیں۔ لہٰذا ان گزشتہ سلطنتوں کی حدود کو جس قدر جلد بھول جائیں اتنا ہی ہم دونوں کے حق میں بہتر ہے۔ گڑے ہوئے مردوں کو مدفون ہی رہنے دینا چاہیے۔ دونوں قوموں کی موجودہ ذلت کا فوری تقاضا ہے کہ ہم اس المناک حماقت کو ختم کر دیں۔ ہم کو اپنی موجودہ ذلت و خواری سے بہت سے سبق ملے ہیں لیکن یقیناً اس سے زیادہ صاف سبق کوئی نہیں ہے کہ

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

پاکستان اور ہندوستان کو اچھے ہمسائے بن کر رہنا چاہیے، اگر ہندو حقیقت شناس ہوتے تو پاکستان کو قومی تحریک نے موجودہ مشکلات کا جو باعزت حل پیش کیا تھا اس کو سمجھتے اور قبول کر لیتے۔ خود میرا ناقابل تغیر ایمان ہے کہ صرف آزاد پاکستان کا مستحکم قیام ہندو، مسلم مسئلے کا آخری حل ہو سکتا ہے۔ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جمنا ندی حد فاصل ہے۔ ہم اس کے پار ہندوستان والوں کی طرف خوش دلی اور دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ بھی اچھے ہمسایوں کی طرح پاکستان کو اسی طرح تسلیم کر کے جیسے ہم ہندوستان کو تسلیم کرتے ہیں، ہم سے ہاتھ ملائیں گے"؟

ہندوستان کے باقی ساڑھے چار کروڑ مسلمانوں کا مستقبل

سوال : "اس کا ہندوستان خاص کے باقی ساڑھے چار کروڑ مسلمانوں پر کیا اثر پڑے گا"؟

جواب : "سچ بات یہ ہے کہ اس جدوجہد میں یہی خیال میرے دل کو مروڑیاں دیتا رہا ہے۔ یہ مسلمان ہمارے ہی گوشت پوست اور ہماری ہی جانوں کی جان ہیں ہم انہیں کبھی نہیں بھول سکتے، نہ وہ ہم کو۔ ان کی موجودہ حالت اور آئندہ حفاظت نہایت ضروری ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ لیکن اس وقت جو صورت ہے اس میں پاکستان کے قیام سے ہندوستان کے مسلمانوں کی حیثیت پر کوئی زیادہ بُرا اثر نہیں پڑے گا۔ آبادی کی بنیاد پر (چار ہندوؤں میں ایک مسلمان کی

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

نسبت سے) وہ مجلس وضع قوانین میں اور نظم و نسق کے میدان میں بھی اسی نیابت کے مستحق ہوں گے جو اس وقت انہیں حاصل ہے۔ رہا مستقبل تو اس بات میں ہم صرف یہ کارگر ضمانت پیش کر سکتے ہیں کہ مماثل برتاؤ کریں گے اور اسی لیے صداقت سے عہد کرتے ہیں کہ پاکستان میں غیر مسلم جماعتوں کو تمام وہ تحفظات دیں گے جو ہماری مسلم اقلیت کے ساتھ ہندوستان میں رائج رکھے جائیں۔ لیکن ہمارے دل کو جو چیز سب سے زیادہ تقویت بخشتی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان کے یہ مسلمان اس بات کو جانتے ہیں کہ ہمارا پاکستان کی حفاظت کرنا ملت اسلامی کے بلند ترین مفاد کی خاطر ہے۔ یہ مفاد جتنا ہمارا ہے اتنا ہی ان کا بھی ہے۔ ہمارے حق میں اگر یہ ایک قومی حصار ہے تو ان کے واسطے بھی ایک اخلاقی لنگر رہے گا۔ جب تک لنگر قائم ہے ہر چیز محفوظ ہے یا محفوظ رکھی جا سکتی ہے۔ لیکن جس وقت لنگر ٹوٹ جاتا ہے تو کسی چیز کی خبر نہیں رہ سکتی۔ ایسے وقت بھی آتے ہیں جب بھائی سے بھائی بچھڑ جاتے ہیں۔ قدرتی طور پر یہ بڑے درد ناک مواقع ہوتے ہیں لیکن ملت کی بھلائی سب چیزوں پر مقدم رکھنی چاہیے۔ اس دو قومی چھوٹے براعظم پر ہماری ملت کی زندگی شدید و سخت خطروں میں گھر گئی ہے اور اگر ہمیں زندہ رہنا ہے تو اپنے مستقبل کا نقشہ صدیوں کے لحاظ سے بنانا پڑے گا۔ ہم وثوق کے ساتھ دعوی کرتے ہیں کہ پاکستانی اور نیز ہندوستانی مسلمانوں کے وجود اور بہبود کے لیے صرف پاکستان کی قومی تحریک کا نصب العین نجات کی راہ دکھاتا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں شریف نفوس اس حقیقت کو اچھی

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

طرح سمجھتے ہیں اور اسی لیے ہماری تحریک کی سرگرم تائید کر رہے ہیں۔ وہ پورا احساس رکھتے ہیں کہ پاکستان کی کشمکش خود ان کی حیات کے لیے اس قدر ناگزیر ہے جیسی ہمارے لیے ہم سب کو علم ہے کہ سرزمین سے وابستگی کا تخیل اسلام کو سخت ناپسند ہے۔ دنیا نئے سانچے میں ڈھل رہی ہے اور اخلاقی اور روحانی عقیدوں کی موج سیاسی حدود کو بہائے لیے جاتی ہے۔ جلد تر یا دیر میں فطرت کے احکام کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہو سکے تو دیر کی بجائے جلد تر ایسا ہو جائے۔ اسی لیے اگر ہم سب اپنے ارادے پر قائم اور اپنی تعلیم کے سچے عامل رہیں تو ہمیں پوری امید ہے کہ مستقبل ہمیں اس سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے قریب کر دے گا جس قدر کہ ہم آج ہیں"۔

ایک ہندوستانی قوم سے اتفاق کیوں نہیں؟

سوال : "کیا ایک دوسرا حل آپ سب کے لیے ہندوستان کی واحد قومیت میں نہیں ہے"؟

جواب : "نہیں بیگم صاحبہ، نہیں ہم ہندوستانی نہیں ہیں، ہم پاکستانی ہیں۔ ہم اہل ہند کے واسطے واحد ہندوستانی قومیت کا مطلب سمجھ سکتے ہیں، لیکن ہم پاکستانیوں کے حق میں یہ ہماری قومی ہلاکت کے مترادف ہے۔ کیا دنیا کی تاریخ میں کسی قوم نے کبھی بھی اپنے ہمسایوں کے اتحاد کی خاطر قومی خود کشی کا ارتکاب کیا ہے؟ میں سمجھتا ہوں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ شکست ایک لعنت ہے لیکن ہتھیار

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ڈال دینا گناہ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ انگریز قیصریت پرست اور ہندو قوم پرست اپنی اغراض کے لیے چاہتے ہیں کہ ہم "متحد ہندوستان" کے نام پر اپنے گلے میں پھانسی ڈال لیں۔ لیکن ہم ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ ہندوستان کو متحد کرنا ایک بات ہے لیکن پاکستان کو غصب کر لینا بالکل دوسری چیز ہے۔ بیگم صاحبہ، کیا آپ یہ خیال نہیں فرماتیں کہ ہندوستان کافی وسیع ہے جس میں ہم دونوں جداگانہ قوموں کی حیثیت سے سما سکتے ہیں۔ میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہندوستان پورے یورپ کے برابر ہے۔ جب یورپ میں، جس کا رقبہ ہندوستان کے قریب قریب برابر ہے اور آبادی بھی کم و بیش اسی قدر ہے، ایک نہ دو پوری، تیس قومیں رہتی اور خوش حالی سے بسر کرتی ہیں حالانکہ ان سب کا مذہب ایک، تمدن ایک اور اقتصادی نظام یکساں ہیں تو یقیناً یہ نہ صرف ممکن بلکہ نہایت مناسب ہے کہ ہماری جداگانہ قومیں، جو بنیادی اختلاف رکھتی ہیں پاکستان اور ہندوستان میں اپنی اپنی علیحدہ قومی حکومتوں کے ماتحت زندگی بسر کریں جغرافیائی تقسیم اور نسلی فرق کو چھوڑ کر براہ کرم یہ نہ بھولیئے کہ یہاں انسانی قلوب و طبائع کے درمیان ہمالیہ کے پہاڑ حائل ہیں، ہمارا مذہب، تہذیب، تاریخ، روایات، ادبیات، اقتصادی نظام، قوانین وراثت و ترکہ ازدواج، ہندوؤں کے قوانین و آئین سے اساسی طور پر مختلف ہیں۔ یہ اختلافات محض بڑے بنیادی اصولوں تک محدود نہیں ہیں بلکہ یہ ہماری زندگیوں کی نہایت جزوی تفصیلات تک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم مسلمان اور ہندو، مل کر کھانا نہیں کھاتے، باہم شادی

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

نہیں کرتے، ہمارے رسم و رواج، سنہ و سال، حتیٰ کہ غذا اور لباس تک مختلف ہے۔ ان ناقابل انکار حقیقتوں کے باوجود پاکستانی قومیت کو برباد کر کے سیاسی اور جغرافی اعتبار سے ہمیں ملانے کی کوشش کرنا قیامت انگیز غلطی ہوگی۔ دنیا کی ہر قوم کی طرح ہم بھی نوع انسان کی خدمت کرنے کا ایک معین نصب العین رکھتے ہیں اور اسے حاصل کرنا اسی وقت ممکن ہے جب کہ ہم خالص پاکستانی روح، کی حفاظت کر سکیں۔ اسی لیے ایک ہندوستانی قومیت کی خاطر اپنی قوم کے قتل نامہ پر ہمارا دستخط کرنا اپنی آئندہ نسلوں کے ساتھ غداری، اپنی تاریخ کے ساتھ دغا بازی اور انسانیت کے خلاف قبیح جرم ہوگا جس کا کوئی کفارہ نہیں ہوسکتا"۔ (80)

بنگال اور حیدر آباد کی آزادی

چوہدری رحمت علی نے 1937ء میں بنگال اور آسام پر مشتمل بانگ اسلام یا بنگستان کے نام سے علیحدہ مملکت کے قیام کا تصور پیش کیا۔ اس ضمن میں انھوں نے "بنگستان ---- فادر لینڈ آف دی بانگ نیشن" ایک معرکتہ العراء پمفلٹ شائع کیا۔ چوہدری صاحب بنگال کو ایک علیحدہ مملکت دیکھنا چاہتے تھے اور وہ اس کی پاکستان میں شمولیت کے حق میں نہیں تھے کیونکہ وہ زیادہ طویل عرصہ تک ان دونوں خطوں کے متحد رہنے کو ناممکن خیال کرتے تھے۔

چوہدری صاحب نے حیدر آباد دکن کے علاقوں پر مشتمل عثمانستان کے نام سے بھی ایک علیحدہ ریاست کے قیام کا تصور پیش کیا۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

چوہدری صاحب نے مسلم آبادی والے دیگر خطوں کی آزادی کا بھی تصور دیا اور 1943ء میں ان مسلم علاقوں میں صدیقستان، فاروقستان، حیدرستان، معینستان، موپلستان، صافستان اور ناصرستان کے نام سے علیحدہ مسلم مملکتوں کے قیام کا مطالبہ کیا۔(81)

ہٹلر سے ملاقات

چوہدری رحمت علی اپنے نقطۂ نظر کا ہم خیال بنانے کے لیے ہندو اور مسلم زعماء سے ملاقاتیں کرتے الغرض تحریک پاکستان کے حوالے سے چوہدری صاحب کا انگلینڈ کے عمائدین، بیرونی ممالک کے سفیروں اور حکومتوں سے بذریعہ خط و کتابت وسیع رابطہ رہتا اور اپنی اس جدوجہد میں آپ چین سے نہ بیٹھتے تھے۔ چوہدری رحمت علی پاکستان کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے کسی بھی حد تک چلے جاتے تھے۔ اُن دنوں ہٹلر دنیا کی بڑی طاقت کے طور پر اُبھر چکا تھا لہذا چوہدری صاحب نے برصغیر کے مسلمانوں کا مقدمہ ہٹلر کو پیش کر کے اسے بھی پاکستان کے حق میں قائل کرنے کا پروگرام بنایا۔ چوہدری رحمت علی کے ایک انتہائی معتقد دوست اور ان کی تحریک کے سرگرم ساتھی الحاج چوہدری امجد خان، ہٹلر سے ملاقات کی تفصیل بتاتے ہیں:

"چوہدری صاحب پاکستان کی آزادی کے لیے اس قدر سرگرم تھے کہ 1938ء میں مجھے اور مرزا مظفر بیگ کو اپنے ساتھ لے کر ہٹلر سے ملاقات

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کی خاطر جرمنی تشریف لے گئے۔ تین مختلف ہٹلروں کے کمروں سے ہوتے ہوئے جن کو چوہدری صاحب اپنی فراست سے ہٹلر کی نقل بھانپ کر نظر انداز کرتے رہے بالآخر ایک چوتھے ہٹلر تک پہنچے۔ اس نے چوہدری صاحب مرحوم سے تنہا بند کمرے میں ملاقات کی۔ اس نے چوہدری صاحب کو ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، خود ٹہلتا رہا۔ دو ایک منٹ گزرنے کے بعد سینے پر دونوں ہاتھ باندھے اور پاؤں پھیلا کر چوہدری صاحب کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اپنی سرد مہر اور سانپ جیسی چمکتی ہوئی آنکھوں سے چوہدری صاحب کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ یہ اس کا چوہدری صاحب کو ہراساں کرنے کا حربہ تھا۔ لیکن مرحوم کامل سکون اور اطمینان سے بیٹھے رہے اور بہت ہی شائستہ و دلپذیر لہجے میں کچھ فرماتے رہے، رفتہ رفتہ ہٹلر کی خشونت اس کے چہرے سے موم کی طرح پگھلنے لگی۔ اس دوران میں کئی بار اس نے سر جھکایا اور جھٹکا دے کر اٹھایا، درمیان میں کبھی کبھی کچھ بولتا بھی رہا۔ کبھی کبھی کچھ سوچتا بھی رہا۔ پندرہ بیس منٹ یہی کیفیت رہی۔ معلوم ہوا کہ اس کو چوہدری صاحب کی بات اپیل کر گئی۔ کچھ دیر بعد یہ ملاقات ختم ہو گئی۔ رخصت کرتے وقت ہٹلر کی آنکھوں میں چوہدری صاحب کے لیے احترام کا تاثر تھا۔

چوہدری صاحب نے بعد میں ہم سے دو جملے کہے ... انگریز

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

دشمنی میں سب کچھ کرنے کو تیار ہے اور مجھے اس نے پاکستان کے سارے علاقوں کی طرح آریہ تسلیم کر لیا ہے"۔ (82)

دی ٹائمز لندن

آپ کے لندن قیام کے دوران مورخہ 5 دسمبر 1938ء کے دی ٹائمز لندن کے شمارے میں ایک مضمون بعنوان "وفاقی ہندوستان" شائع ہوا۔ اس کے مطالعے سے چوہدری صاحب کو خدشہ محسوس ہوا کہ شاید بعض حلقوں کو مسلمانوں کے مؤقف کے بارے میں کسی قسم کی غلط فہمی پیدا نہ ہو جائے لہذا انھوں نے اس کا فوری حسب ذیل جواب دیا جو 7 دسمبر 1938ء کی اشاعت میں شائع ہوا:

"..... پاکستان کا تصور پہلی بار 1933ء میں پیش کیا تھا اور اس وقت سے پاکستان نیشنل موومنٹ نے باقاعدگی کے ساتھ جدوجہد جاری رکھی ہوئی ہے ...... کوئی بھی دستور، خواہ وفاقی ہو یا وحدانی، جو ہمارے 8 کروڑ مسلمانوں کو اقلیت میں تبدیل کر دے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ خاص طور پر ان خطوں میں جہاں ہم صدیوں سے اکثریتی قوم کے طور پر آباد ہیں...... شمال مغربی ہندوستان میں رہنے والے مسلمان کبھی بھی انڈین نہیں رہے اور نہ ہی آئندہ اس ٹائٹل کو اپنانے کو تیار ہیں"۔ (83)

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

چوہدری خلیق الزمان

یو۔ پی (انڈیا) سے مسلمانوں کے معروف راہنما چوہدری خلیق الزمان انگلینڈ کے دورے پر گئے تو چوہدری رحمت علی نے ان کے اعزاز میں ایک ضیافت دی۔ نومبر 1938ء میں دونوں راہنماؤں کے درمیان ہندوستان کے مسلمانوں کے مستقبل کے مسئلہ پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ جس کا ذکر چوہدری خلیق الزمان نے اس طرح کیا ہے:

"طویل قامت، باوقار اور خوبصورت تراش خراش کے مالک اس شخص سے میری یہ پہلی ملاقات تھی جس کے لیے میرے دل میں مخلصانہ طور پر پسندیدگی کے جذبات پیدا ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جب ہم نے پاکستان کے منصوبہ پر گفتگو شروع کی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ اس مسئلہ کے بارے میں نہ صرف گہری سوچ رکھتے ہیں بلکہ اس میں مخلص بھی ہیں"۔ (84)

ان دنوں میں چوہدری رحمت علی کے تصور پاکستان اور پاکستان نیشنل مومنٹ کی سرگرمیوں اور مقبولیت کا اندازہ چوہدری خلیق الزمان کے ان خیالات سے لگایا جاسکتا ہے:

"کچھ اظہار خیال کے بعد میں نے انہیں بتایا کہ میں اس تصور کا پہلے ہی قائل ہوں لیکن میں تقسیم کے بعد ملک کا نام پاکستان رکھنے کے حق میں نہیں ہوں کیوں کہ اس سے ایک طرف تو انگریز شکوک وشبہات میں مبتلا

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہو جائیں گے تو دوسری طرف ہندو سکھ یا ہو جائیں گے۔ ہم پاکستان کی بجائے ان علاقوں میں حق خود اختیاری کا مطالبہ کیوں نہ کریں لیکن وہ اس سے متفق نہ تھے"۔ (85)

قرار داد لاہور

اکتوبر 1939ء میں انھوں نے دنیا کے متعدد ممالک کا مطالعاتی و تنظیمی دورہ کا پروگرام بنایا۔ وہ امریکہ، جاپان، ہانگ کانگ اور سری لنکا سے ہوتے ہوئے جنوری 1940ء میں کراچی تشریف لائے۔ چونکہ "اگست 1939ء میں دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی۔ اب چوہدری صاحب کا خیال تھا کہ ہندوستان جا کر مسلم لیگ کی سرگرمیوں کو تحریک پاکستان کا نام دے دیا جائے اور مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے پاکستان کے قیام کا مطالبہ پیش کر دیا جائے۔ اپنے کچھ معتمد ساتھیوں کو اسی خیال کے پیش نظر پہلے ہندوستان پہنچنے کا حکم فرمایا۔

23 مارچ 1940ء کو منٹو پارک میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا اور وہ قرار داد منظور ہوئی جس کے تحت مسلمانوں کے لیے شمال مغربی ہندوستان پر مشتمل آزاد مملکت کے قیام کا مطالبہ کر دیا گیا۔ اس وقت خیال تھا کہ چوہدری رحمت علی مرحوم اس اجلاس میں شرکت فرما کر خود قرار داد پاکستان کے محرک ہوں گے۔ چوہدری صاحب اس اجلاس سے قبل کراچی پہنچ چکے تھے۔ ..... اس اجلاس میں چند روز پہلے حکومت پنجاب اور خاکساروں کے درمیان ٹھن

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

گئی تھی۔ خاکساروں پر فائرنگ ہوئی تھی اور سردار سکندر حیات خاں وزیر اعلیٰ پنجاب ہندوستان بھر میں تنقید کا نشانہ تھے۔ چوہدری رحمت علی مرحوم کا اس مرحلے پر لاہور آنا سر سکندر حیات خاں اپنے حق میں نہایت مضر جانتے تھے۔ چونکہ وہ چوہدری صاحب کی حق گوئی اور بے باکی سے بخوبی واقف تھے۔ سکندر حیات اس معاملے میں اس قدر سنجیدہ تھے کہ انھوں نے چوہدری صاحب مرحوم کو لاہور پہنچنے سے باز رکھنے کے لیے ان کی گرفتاری کے وارنٹ تک جاری کروادیئے۔

مسلم لیگ کے اجلاس کو کامیاب بنانے کی خاطر نیز اپنی جانب سے سکندر حیات کو مطمئن کر دینے کے خیال سے خان اسرار محمد خان صاحب کے تعاون سے اپنے پرجوش ساتھیوں سے یہ کہتے ہوئے کہ They all so serve who stand wait خاموشی سے انگلستان واپس تشریف لے گئے۔ اے پاکستان۔ ہائے پاکستان۔

دونوں جہاں تیری محبت میں ہار کے
وہ جا رہا ہے کوئی شبِ غم گزار کے

بہر حال قرار داد لاہور، قرارداد پاکستان سے موسوم ہو کر رہی اگرچہ یہ کارنامہ ہندو پریس نے ہی کیوں نہ انجام دیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اخبار ٹریبون لاہور نے بالخصوص سکندر حیات کے وارنٹ جاری کرنے والی حرکت کا اس طرح جواب دیا ہو۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اگر چوہدری صاحب کو اس اجلاس میں قرارداد پیش کرنے کا موقع مل جاتا تو دو باتیں یقینی تھیں:

"اولاً: چوہدری صاحب قرارداد میں لفظ پاکستان ضرور شامل فرماتے۔

ثانیاً: قرارداد اس قدر مبہم نہ رہتی کہ بعد میں مملکتوں اور مملکت کی وضاحت اور برصغیر میں صرف ایک مسلمان مملکت کے قیام کا مطالبہ کرنے کے لیے 1946ء میں مسلم لیگ (مجلس) عاملہ کو مزید قرارداد پیش کرنے کی ضرورت پیش آئی جس کے نتیجے میں بعد میں عجیب عجیب معنی پیدا ہوئے"۔ (86)

چوہدری رحمت علی مرحوم جب "قرارداد لاہور" سے قبل کراچی پہنچے تو انھوں نے انگلینڈ کی یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل تمام سابق طلباء کو جو اس وقت تک ہندوستان میں اعلیٰ عہدوں پر ترقی پا چکے تھے، کو بذریعہ ٹیلی گرام کراچی پہنچنے کی ہدایت کی تاکہ آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا جا سکے۔ کراچی اور بمبئی میں قیام کے دوران چوہدری صاحب کے ایک خدمت گار ملک احمد خان ان سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"۔۔۔۔ جب وہ کراچی آئے تو ان دنوں خواجہ عبدالرحیم ڈائریکٹر پنچایت کے عہدہ پر فائز تھے۔ اب کے پھر چوہدری صاحب نے کراچی سے خواجہ صاحب کو تار دیا کہ وہ دیگر سب حضرات ان سے کراچی آ کر ملیں پھر سینکڑوں ہزاروں لوگ ان سے ملنے کراچی گئے۔ خواجہ صاحب

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کے ساتھ میں بھی گیا۔ کراچی میں پھر وہی باتیں ہوئیں جو 1935ء سے جاری تھیں اگر کوئی اور ہوتا تو تھک ہار کر بیٹھ جاتا مگر قیام پاکستان سے محبت رکھنے والے یہ ہمدرد لوگ اپنا آرام و راحت تج کر قوم کے درد میں گھلتے رہے"۔ (87)

چوہدری رحمت علی کو ہندوستان میں مسلمانوں کی جدوجہد آزادی میں بھرپور کردار ادا کرنے سے باز رکھنے کے لیے ایک منظم سازش اور کسی خفیہ ہاتھ کی کارستانی محسوس ہوتی ہے کیونکہ چوہدری رحمت علی قیام پاکستان کے لیے دنیا بھر میں رائے عامہ کو جس قدر ہموار کر چکے تھے۔ ہندوستان کے اندر بھی ہر سطح پر ان کے کارکن موجود تھے اگر انھیں آزادی کے ساتھ کام کرنے دیا جاتا تو کوئی بھی طاقت انھیں تحریک آزادی کی قیادت سے محروم نہ کر سکتی تھی۔ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب تاریخ پاکستان کے ہر طالب علم کو تلاش کرنا ہوگا۔

چوہدری صاحب کو پہلے تو لاہور میں مسلم لیگ کے جلسہ عام میں قرار داد پاکستان پیش کرنے سے باز رہنے کے لیے ان کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے گئے۔ جب چوہدری رحمت علی نے کراچی میں قیام کے دوران آئندہ لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے ہندوستان بھر سے "سینکڑوں ہزاروں" عقیدت مندوں کو کراچی طلب کر لیا تو انگریز سرکار نے انھیں کراچی سے بمبئی یا کسی دوسری جگہ جانے کا مشورہ دیا۔ چوہدری صاحب بمبئی پہنچے تو سر سکندر حیات یا کسی دیگر خفیہ

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ہاتھ جس کے مفادات کو چوہدری صاحب کے ہندوستان میں موجود رہ کر قیام پاکستان کے لیے جدوجہد کرنے سے زک پہنچ سکتی تھی، نے بمبئی میں بھی چوہدری رحمت علی کا پیچھا نہ چھوڑا بلکہ ان کی سرگرمیوں پر گہری نظر رکھی گئی حتیٰ کہ ان کے خدمت گاروں کو بھی ڈرایا دھمکایا گیا۔ چوہدری صاحب اور بعدازیں قائداعظم کی خدمت پر معمور رہنے والے ملک احمد خان بیان کرتے ہیں کہ:

"چوہدری صاحب کو کراچی رہتے رہتے ایک عرصہ گزر گیا تب انگریز حکومت نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ بمبئی چلے جائیں"۔

"ان دنوں انگریز حکومت نے مجھے ایک جرم بے گناہی میں دھر لیا وہ یہ تھا کہ میں چوہدری رحمت علی کے ساتھ کیوں رہتا ہوں اور مجھے ڈرایا دھمکایا جانے لگا کہ میں چوہدری صاحب کی رفاقت چھوڑ دوں میں بے حد پریشان ہوا"۔(88)

آپ اندازہ لگائیے کہ 1940ء میں پیش کی گئی قرارداد بھی انتہائی مبہم اور غیر واضح تھی۔ برصغیر کا بچہ بچہ لفظ پاکستان سے آشنا تھا لیکن مسلم لیگی قیادت اس وقت تک بھی اس لفظ کو اپنانے سے شرماتی تھی۔ مسلم لیگ نے اسے قرارداد لاہور کا نام دیا۔ ہندو اور انگریزی پریس نے بطور طنز اسے چوہدری رحمت علی والی قرارداد پاکستان کا نام دے دیا۔ حیرت ہے کہ وہ مطالبہ جو گول میز کانفرنسوں، دی ٹائمز لندن، انقلاب، زمیندار، احسان اور یورپ و ایشیاء کی تمام پریس میں

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

زیر بحث رہا۔ جس مطالبے پر مبنی اعلان پاکستان تحریری شکل میں برصغیر کے ہر ذی شعور فرد کو بذریعہ ڈاک ارسال کیا گیا۔ اس کے باوجود بھی مسلم لیگ 1940ء میں ایک مسلم مملکت کا واضح مطالبہ پیش کرنے میں ناکام رہی بلکہ ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک کی بجائے چار مسلمان مملکتوں کا مطالبہ کر بیٹھی۔ اس سنگین غلطی کا احساس مسلم لیگی قیادت کو قرارداد کی منظوری کے 6 سال بعد اور قیام پاکستان سے صرف 1 سال قبل ہوا جب مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کر کے ایک مزید قرار داد کے ذریعے ہندوستان کے شمال مغرب میں چار مسلمان مملکتوں کی بجائے صرف ایک مسلمان مملکت کا مطالبہ کیا گیا۔ اس شعوری ناپختگی کے پیش نظر آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر انگریز نے دوسری جنگ عظیم کے نقصانات کے پیش نظر پوری دنیا کی طرح برصغیر سے بھی اپنے آپ کو واپس سمیٹنے کا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو مطالعہ پاکستان کی کتب میں پڑھائی جانے والی تحریک آزادی کا مستقبل کیا ہوتا۔ ہم ہندوؤں کے ممنون ہیں کہ انھوں نے کیبنٹ مشن کو مسترد کر دیا اور انگریز کے احسان مند ہیں کہ اس نے کیبنٹ مشن پلان کو نافذ نہیں کیا وگرنہ مسلمان قیادت تو وزارت میں شمولیت کے وعدے کے تحت کیبنٹ مشن پلان کو قبول کر چکی تھی جس کے پیش نظر برصغیر کی آزادی مزید دس سالوں یا سالہا سال کے لیے مؤخر ہو جاتی اور خدا جانے آج ہم کس قسم کے حالات سے گزر رہے ہوتے۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

قائداعظم اور پاکستان

چوہدری رحمت علی، گول میز کانفرنسوں کے دوران انگلینڈ میں متعدد بار قائداعظم سے ملاقاتیں کر چکے تھے۔ انھوں نے قائداعظم اور دیگر مسلم زعماء کے اعزاز میں ضیافتیں دیں اور انھیں قائل کرنے کی کوششیں بھی کیں کہ وہ ہندوستان میں وفاقی طرزِ حکومت کے قیام کی مخالفت اور شمال مغربی ہند کے مسلم اکثریتی صوبوں پر مشتمل ایک علیحدہ وفاق کے قیام کا مطالبہ کر دیں لیکن دیگر مسلم مندوبین کی طرح قائداعظم بھی چوہدری صاحب کی تجویز سے متفق نہ ہوئے بلکہ وہ اس خیال کو ایک ناقابل عمل تصور سمجھتے تھے۔

چوہدری رحمت علی نے اپنی تمام تحریریں کتابچوں کی شکل میں تمام قابل ذکر عمائدین کو ارسال کیں اور ایسا ممکن ہی نہیں کہ انھوں نے یہ پمفلٹ اور کتابچے قائداعظم کو ارسال نہ کیے ہوں۔

قائداعظم محمد علی جناح کی 1940ء کے بعد کی تمام تقریروں کا نفس مضمون، دلائل اور استعمال کی گئی اصطلاحات معجزاتی طور پر وہی تھیں جو چوہدری رحمت علی 1933ء سے استعمال کرتے آرہے تھے۔ اگر ہم چوہدری رحمت علی کے تحریر کردہ (1) ناؤ آر نیور، (2) پاکستان نیشنل موومنٹ کے مقاصد اور (3) ایوانِ بالا کے ارکان کے نام خط کا متن اور قائداعظم کی 1940ء تا 1948ء کی تقاریر کا موازنہ اور ملاحظہ کریں تو ہمیں حیرت انگیز طور پر دونوں کا ذخیرۂ الفاظ،

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

سوچ کی یکسانیت، پیرایۂ اظہار اور انداز بیان قطعی طور پر ایک ہی معلوم ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قائداعظم، چوہدری رحمت علی کے خیالات سے ازحد متاثر تھے اور انھیں مسلمانوں کا ترجمان بنانے کے لیے ان کی سوچ کو پختہ شکل دینے کے لیے چوہدری رحمت علی کے لٹریچر کا بہت کردار ہے۔ اس بے انتہاء یکسانیت کے باوجود کبھی قائداعظم نے نامعلوم وجوہات کی بناء پر چوہدری رحمت علی کی خدمات کا اعتراف نہ کیا حالانکہ 1948ء سے قبل دونوں میں کوئی اختلاف بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس امر کے بھی ٹھوس شواہد ملے ہیں کہ قائداعظم نے قرارداد لاہور میں دانستہ لفظ پاکستان استعمال نہیں کیا تھا کہ مبادا مصور پاکستان اور محرک تحریک پاکستان کا کریڈٹ چوہدری رحمت علی کے سر نہ چلا جائے۔ اس مذکورہ خیال کو آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی مورخہ 24 اپریل 1943ء کو قائداعظم کے حسب ذیل صدارتی خطاب سے مزید تقویت پہنچتی ہے کہ:

"میرا خیال ہے کہ آپ میری تائید کریں گے کہ جب ہم نے قرارداد لاہور منظور کی تو ہم نے لفظ پاکستان سرے سے استعمال ہی نہیں کیا تھا۔ یہ لفظ ہمیں کس نے دیا۔ (ہندوؤں نے)۔ مجھے آپ کو بتانے دیجیئے یہ انہی کی حماقت تھی۔ انھوں نے اس قرارداد کی مذمت شروع کر دی کہ وہ قرارداد پاکستان تھی۔ وہ مسلم تحریک سے ناواقف ہیں۔ انھوں نے یہ لفظ خواہ مخواہ ہم سے منسوب کر دیا ہے۔ ایک بے گناہ پر تہمت لگاؤ اور پھر اسے سُولی پر چڑھا دو۔ آپ بخوبی واقف ہیں کہ پاکستان ایسا

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

لفظ ہے جو ہندو اور برطانوی پریس نے ہمارے سر تھوپ دیا اور ہم سے منسوب کر دیا ہے۔ اب ہماری قرار داد کو طویل عرصے سے قرار داد لاہور کے نام سے جانا جاتا ہے جسے عرف عام میں پاکستان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن آخر ہم کتنے عرصے تک ایک لمبے چوڑے فقرے کو اپنے سے منسوب کیے رکھیں گے۔ اب میں اپنے ہندو اور انگریز دوستوں سے کہتا ہوں کہ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ہمیں ایک لفظ عنایت کر دیا۔

لفظ پاکستان کی ابتداء کیا ہے۔ اسے مسلم لیگ یا قائداعظم نے وضع نہیں کیا تھا۔ لندن کے کچھ نوجوان انڈیا سے شمال مغربی حصے کو علیحدہ کرنے کے خواہاں تھے۔ انھوں نے 30-1929ء میں اسے وضع کیا اور اس خطے کو پاکستان کا نام دیا۔ انھوں نے پنجاب سے پ، افغان سے الف، جیسے صوبہ سرحد کو آج بھی افغان کہا جاتا ہے، کشمیر سے ک، سندھ سے س اور بلوچستان کا تان لے کر ملا دیا۔ اس لفظ کے معنی خواہ اُس وقت کچھ بھی ہوں۔ یہ امر واضح ہے کہ ہر مہذب ملک کی زبان نئے الفاظ وضع کرتی ہے۔ لفظ پاکستان، قرارداد لاہور کا مفہوم ظاہر کرنے کے لیے وجود میں آیا۔ ہمیں ایک لفظ کی ضرورت تھی اور وہ ہمارے سر تھوپ دیا گیا۔ ہمیں قرارداد لاہور کے ہم معنی اس لفظ کو استعمال کرنے میں بہت آسانی محسوس ہوئی"۔ (89)

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ملت اسلامیہ اور انڈین ازم کی لعنت

چوہدری رحمت علی 23 مارچ 1940ء کے جلسہ عام میں شرکت کے لیے دنیا کے متعدد ممالک کا دورہ کرنے کے بعد جب 30 جنوری 1940ء کو کولمبو پہنچے ان کی اگلی منزل بمبئی یا کراچی سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچنا تھا۔ ڈاکٹر یار محمد خان، ملک احمد خان اور دیگر بے شمار احباب چوہدری صاحب کی ہندوستان میں مصروفیات کا شیڈول طے کرنے کے لیے کولمبو پہنچے۔ مشن کی تکمیل کے لیے تفصیلی منصوبہ بندی اور بحث و تمحیص ہوئی۔ چوہدری صاحب کے شب و روز اور ان کے عزائم سے سر سکندر حیات پہلے ہی آگاہ اور خوفزدہ تھے۔ لہذا اس نے چوہدری صاحب کو لاہور آنے سے باز رکھنے کے لیے پنجاب گورنمنٹ کے دو سینیئر افسروں، جو چند سال پہلے تک کیمبرج میں دوران تربیت چوہدری صاحب کے سرگرم کارکن تھے، کو کولمبو بھیجا جنھوں نے چوہدری صاحب کو بتایا کہ وہ انڈیا جانے کی بجائے واپس انگلینڈ تشریف لے جائیں کیونکہ ان کی پنجاب آمد پر انھیں گرفتار کر لیا جائے گا لیکن چوہدری صاحب ان کی اس آراء سے متفق نہ ہوئے اور کراچی تشریف لائے۔ ان دنوں پنجاب کی سیاست کی حد تک مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی میں مفاہمت تھی۔ چوہدری صاحب پنجاب آ کر اس مفاہمت اور مسلم لیگ کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتے تھے۔ لہذا چوہدری صاحب اپنے آبائی گاؤں میں عزیز و اقارب کو ملنے بھی نہ جا سکے صرف آپ کے بھائی چوہدری محمد علی آپ کو ملنے کراچی آتے رہے۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

چوہدری رحمت علی نے پاکستان نیشنل موومنٹ کی سپریم کونسل کا اجلاس 22 مارچ 1940ء کو کراچی میں طلب کر لیا۔ جس میں چوہدری صاحب کی تحریک پاکستان کے اُن درجنوں ساتھیوں نے انگلینڈ اور انڈیا بھر سے جوق در جوق شرکت کی جو انگلینڈ میں اپنی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں چوہدری صاحب کی جدوجہد آزادی میں بھرپور طور پر شریک کار رہے تھے۔ اس سپریم کونسل کا طویل اجلاس نارتھ ویسٹرن ہوٹل میں منعقد ہوا۔ سٹیج سیکرٹری اور کوآرڈینیٹر کے فرائض ایم انور بارایٹ لاء اور ڈاکٹر یار محمد خان نے سر انجام دیئے۔ چوہدری رحمت علی نے پاکستان نیشنل موومنٹ کی سپریم کونسل سے یادگار طویل خطاب فرمایا جو بعد ازیں "ملت اسلامیہ اور انڈین ازم کی لعنت" کے عنوان سے ایک کتابچے کی شکل میں ایم انور بارایٹ لاء کے زیراہتمام شائع ہو کر پورے برصغیر میں تقسیم ہوا۔ چوہدری رحمت علی نے فرمایا کہ ہماری آئندہ منزل برصغیر میں پاکستان، بنگال اور آسام پر مشتمل بانگِ اسلام اور حیدر آباد دکن پر مشتمل عثمانستان کے ناموں سے تین علیحدہ آزاد اور خود مختار مملکتوں کا قیام ہے۔ چوہدری رحمت علی مئی 1940ء کے اوائل میں واپس کیمبرج تشریف لے گئے۔

سہ ملکی اتحاد

معروف صحافی اور دانشور جناب اے۔ ٹی۔ چوہدری جدوجہد آزادی میں

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

چوہدری رحمت علی کے بے مثال کردار پر سیر حاصل تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"انھوں نے تصور پاکستان کو اپنے پمفلٹ "ملت اسلامیہ اور انڈین ازم کی لعنت" میں تفصیل سے بیان کیا ہے جو 1940ء میں شائع ہوا۔ جس میں انھوں نے فرمایا:

"ملت اسلامیہ کا انڈیا سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ شمال مغربی انڈیا پر مشتمل مسلمانوں کی مملکت پاکستان قائم ہونی چاہیے لیکن صرف یہی کافی نہیں بلکہ انڈیا کے دیگر حصوں میں آباد مسلمانوں کو بھی آزادی ملنی چاہیئے۔ بنگال اور آسام پر مشتمل بانگِ اسلام کے نام سے ایک علیحدہ مسلم مملکت ہو اور نظام حیدر آباد کی ریاست بھی عثمانستان کے نام سے علیحدہ مملکت قائم ہو پھر ان تینوں مملکتوں کا سہ ملکی اتحاد قائم ہونا چاہیئے"۔ (90)

پاک کامن ویلتھ آف مسلم نیشنز

چوہدری صاحب نے اکتوبر 1942ء کو "ملت اینڈ دی مشن" اور جون 1944ء میں "دی ملت اینڈ ہر ٹین نیشنز" کے عنوان سے اعلامیے شائع کیے جن میں انھوں نے برصغیر اور وسط ایشیاء کے متعدد مسلم ممالک پر مشتمل ایک دولت مشترکہ قائم کرنے کی تجویز پیش کی جسے ابتدائی طور پر پاکستان، بنگستان (بنگال و

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

آسام) اور عثمانستان (حیدر آباد دکن) پر مشتمل ہونا تھا اور بتدریج دیگر اسلامی ممالک کو بھی اس میں شامل کیا جانا تھا۔[91]

براعظم دینیہ

چوہدری رحمت علی نہ صرف مسلمانوں کی آزادی کے داعی تھے بلکہ انھوں نے برصغیر کی تمام اقلیتوں اور ہندوؤں کے ظلم و غلبے تلے دبے ہوئے طبقوں کی رہائی کا تصور بھی پیش کیا۔ جس کا نام انھوں نے "دینیہ ملی تحریک" رکھا۔ وہ لفظ انڈیا کو مسلمانوں کی غلامی کی علامت تصور کرتے تھے اور اس کا متبادل نام دینیہ تجویز کیا۔ چوہدری صاحب نے مئی 1945ء میں ہندوستان کی تمام غیر مسلم اقلیتی اقوام کے نام ایک اپیل جاری کی جس میں انھوں نے دراوڑین، عیسائیوں، سکھوں، بدھ مت، پارسیوں اور اچھوت قوموں سے ہندو بربریت کے خلاف جہاد کے لیے تعاون کی استدعا کی۔[92]

عظیم دھوکہ

14 اگست 1947ء کو پاکستان کا قیام عمل میں آگیا۔ لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کے لٹے پٹے قافلے پاکستان میں داخل ہونے لگے۔ ماؤں اور بہنوں کی عزتیں لوٹ لی گئیں۔ بوڑھے اور جوان شہید کر دیئے گئے۔ اس کربناک مرحلے پر چوہدری رحمت علی کو اس امر کا شدت کے ساتھ احساس ہوا کہ اگر ان کے تصور کے مطابق تقسیم ہند کا فارمولا قبول کیا جاتا تو اتنا قتل عام نہ ہوتا۔ چوہدری صاحب

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

پنجاب کی تقسیم کی حق میں نہ تھے اور پاکستان ہندوستان کے درمیان جمنا کو سرحد تسلیم کروانے پر بضد تھے۔ جموں و کشمیر کو پاکستان میں شامل نہ کیے جانے پر بھی آزردہ تھے۔ چوہدری صاحب تقسیم ہند سے صرف ایک سال قبل کیبنٹ مشن پلان کی منظوری پر بھی ازحد نالاں تھے کیونکہ اس مشن کی قبولیت پاکستان یا آزادی سے دستبرداری کے اعلان کے مترادف تھی۔ چوہدری رحمت علی نے ان مایوس کن حقائق کے پیش نظر "عظیم دھوکا" کے عنوان سے پمفلٹ جاری کیا۔(93)

پاکستان - فادر لینڈ آف دی پاک نیشن

چوہدری رحمت علی نے اپنے خوابوں کی سرزمین پاکستان کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث اپنی ایک جامع تصنیف "پاکستان --- فادر لینڈ آف دی پاک نیشن" میں کی۔ یہ تصنیف 392 صفحات پر مشتمل ہے جو چوہدری صاحب کی زیر نگرانی پہلی بار 1935ء اور پھر 1939ء میں شائع ہوئی اور آخری بار دیدہ زیب طباعت میں 15 نومبر 1946ء کو شائع کی گئی۔ اس میں چوہدری صاحب نے لفظ پاکستان، تحریک آزادی، درپیش مشکلات، پاک سرزمین کے خطوں، لوگوں، خدوخال، جنگلات، زراعت، آبپاشی، معدنیات، صنعت، تجارت، مواصلات، صوبوں، ریاستوں، تاریخی ورثے اور قومی علامتوں الغرض ہر پہلو کا تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا۔ چوہدری صاحب نے اس کتاب کو کل پانچ حصوں (Parts) اور تینتیس ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پاکستان میں اس کتاب کا پہلا

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ایڈیشن 1978ء میں شائع ہوا۔ (94)

پاکستان آمد اور روانگی

چوہدری رحمت علی اپنے خوابوں کی سرزمین کا نظارہ کرنے کے لیے 6۔اپریل 1948ء کو لاہور تشریف لائے۔ چوہدری صاحب کے چند پرانے دوستوں ڈاکٹر یار محمد خان، چوہدری سر شہاب الدین، ڈاکٹر بشیر احمد اور شیخ عبدالحق وغیرہ نے ایئر پورٹ پر آپ کا استقبال کیا۔ روزنامہ زمیندار 7اپریل 1948ء، پاکستان ٹائمز 9اپریل 1948ء اور دیگر اخبارات میں آپ کی آمد اور استقبال کی خبریں شائع ہوئیں۔

چوہدری رحمت علی نے مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے لٹے پٹے اہل خاندان و عزیز و اقارب میں سے زندہ بچ جانے والے احباب کو تلاش کیا۔ ان سے قتل وغارت گری کی روح فرسا وارداتوں، آبائی گھروں کے لٹنے، عصمتوں کو تار تار اور دلوں کو دہلا دینے والی روداد وں کو سن کر چوہدری صاحب بھی خون کے آنسو رو دیئے۔

چوہدری رحمت علی کٹا پھٹا پاکستان قبول کرنے کے حق میں نہ تھے۔ پنجاب اور بنگال جیسے مسلم اکثریتی علاقوں کی تقسیم، آسام اور جموں و کشمیر کے بغیر نامکمل اور ادھورے پاکستان نے ان کی روح کو گھائل کر دیا۔ چوہدری صاحب لاکھوں مسلمانوں کی شہادت، جن میں متعدد ان کے اپنے قریبی عزیز بھی تھے، کا

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اصل ذمہ دار 3 جون پلان کو قرار دیتے تھے۔ مسلم اکثریتی علاقوں کے ہندوستان میں رہ جانے سے وسیع پیمانے پر آبادیوں کا تبادلہ عمل میں آیا جس کی وجہ سے لاکھوں مسلمانوں کو اپنی جانوں کے نذرانے اس ناقص منصوبہ بندی اور غیر فطری تقسیم کی نذر کرنے پڑے۔ چوہدری رحمت علی مہاجر کیمپوں میں مسلمانوں کی غیر انسانی حالت زار پر خون کے آنسو روتے رہے۔ اس وقت کی مسلم قیادت کو مہاجروں کی آباد کاری کی بجائے متروکہ املاک اور لوٹ مار سے دلچسپی تھی۔

نواب زادہ لیاقت علی خان، ملک میں استحکام پیدا کرنے کی بجائے قائداعظم کے حسد کی آگ میں جل رہے تھے اور ان کی بیماری سے فائدہ اٹھا کر گورنر جنرل کے زیادہ سے زیادہ اختیارات وزارت عظمیٰ کی جانب منتقل کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔

معروف مسلم راہنما چوہدری خلیق الزمان، چوہدری رحمت علی کی ذہنی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"مجھے تقسیم ہندوستان کے بعد 1948ء میں لاہور میں چوہدری رحمت علی سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ چوہدری صاحب نے مجھے لنچ پر مدعو کیا تھا۔ چوہدری صاحب پنجاب اور بنگال کی تقسیم پر افسردہ تھے"۔(95)

ڈاکٹر یار محمد کی رہائش گاہ 3۔ میکلوڈ روڈ لاہور میں چوہدری رحمت علی کی

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

خدمت پر معمور ملازمین ماسٹر اللہ دتہ اور جمعدار نور محمد سے انٹرویو کے حوالے سے ڈاکٹر کے کے عزیز تحریر کرتے ہیں کہ:

"ملازموں نے مشاہدہ کیا کہ چوہدری رحمت علی بہت کم کھاتے تھے۔ ڈبل روٹی کے چند توس ان کے لیے کافی ہوتے تھے۔ مختلف النوع کھانوں سے بھری میز قصہ ماضی بن چکی تھی۔ زیادہ وقت گھر میں ہی قیام کرتے۔ دوستوں اور ملنے والوں کا استقبال کرتے۔ کبھی کبھار ایک آدھ فون کرلیتے۔ پریشان نظر آتے اور کم سوتے۔ ان کے ملازموں کے ساتھ اچھے برتاؤ، خوش اخلاقی اور ہمدردی کے طور طریقے تبدیل نہ ہوئے تھے۔ پہلے کی طرح کھل کھلا کر نہ ہنستے تھے۔ گھر میں کرتا اور شلوار جب کہ باہر جاتے وقت انگریزی سوٹ اور ترکی ٹوپی پہنتے تھے۔ باقاعدگی اور ذرا زیادہ دیر تک نمازیں پڑھتے رہتے۔ بال سفید اور چہرے پر بزرگی واضح ہو چکی تھی"۔ (96)

ڈاکٹر کے کے عزیز لکھتے ہیں کہ کیمبرج میں ان کی تحریک کے چند ساتھی جو ہندوستان آنے کے بعد تحریک سے غداری کر چکے تھے، انھوں نے چوہدری صاحب سے اپنے تعلقات دوبارہ بحال کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ انھوں نے چوہدری رحمت علی کی تحریک پاکستان سے بغاوت انگریزی پریشر، پنجاب یونینسٹ پارٹی کی ناپسندیدگی اور ملازمتی مجبوریوں کو بنیادی وجہ قرار دیا۔ چوہدری

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

صاحب نے ان کی عذرداریوں اور وضاحتوں کو روائتی صبر و تحمل کے ساتھ سنا۔ خواجہ عبدالرحیم نے اپنے آپ کو اس قدر خطا کار اور شرمسار محسوس کیا کہ اپنے والد خواجہ غلام احمد کو چوہدری صاحب کے پاس بھیجا۔ انھوں نے چوہدری صاحب سے ان کے بیٹے کی خطائیں معاف کر دینے کی استدعا کی۔ لیکن چوہدری صاحب کے دل میں یونینسٹ پارٹی کی ایماء پر کولمبو پہنچ کر چوہدری صاحب کو انڈیا میں آنے سے روکنے کے لیے خواجہ عبدالرحیم کے دھمکی آمیز باغیانہ رویے کی یاد ابھی تازہ تھی لہذا انھوں نے خواجہ غلام احمد کو جواب دیا کہ خواجہ عبدالرحیم کی غداری کو بھول جانا یا معاف کر دینا منافقت ہوگی جو ان کے لیے ممکن نہیں ہے۔ (97)

اسی ضمن میں پروفیسر سید محمد جمیل واسطی لکھتے ہیں کہ:

"مجھے بعد میں علم ہوا کہ کیمبرج میں ایک سالہ تربیت کے دوران چوہدری رحمت علی کے قریبی ساتھی خواجہ عبدالرحیم، جن کا تعلق انڈین سول سروس سے تھا، نے چوہدری رحمت علی اور ان کی تحریک پاکستان کے بارے میں تفصیلی معلومات سر سکندر حیات خان کو فراہم کر دی تھیں"۔ (98)

چوہدری رحمت علی کے سامنے اب پاکستان کا استحکام، مہاجرین کی آباد کاری۔ ہندوستان میں رہ جانے والے ساڑھے چار کروڑ مسلمانوں کے تحفظ اور مسلم اکثریتی علاقوں کو پاکستان میں شامل کرنے کے لیے عملی جدوجہد جیسے منصوبے اور

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

مقاصد سر فہرست تھے۔

پاکستان ٹائمز لاہور، 13 اپریل 1948ء میں چوہدری صاحب کا حسب ذیل بیان شائع ہوا:

"نظریہ پاکستان کے پچاس سالہ بانی چوہدری رحمت علی نے آج اس امید کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان کا مستقبل روشن ہے بشرطیکہ پاکستانی عوام اس نوزائیدہ ملک کی ترقی کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دیں۔ چوہدری صاحب نے کہا ہے کہ پاکستان کے قیام سے برصغیر کے مسلمانوں کو ایک آزاد قوم کی حیثیت سے ترقی کرنے کا موقع ملا ہے۔ معاملہ "اب یا کبھی نہیں" کا ہے۔ امید ہے کہ دنیا کے دوسرے بڑے اسلامی ملک کو ترقی یافتہ ملک بنانے کے لیے پاکستانی قوم بھرپور جدوجہد کرے گی۔ پاکستان کو درپیش مسائل کا ذکر کرتے ہوئے چوہدری صاحب نے کہا کہ ان میں سب سے زیادہ اہم اور نمایاں مسئلہ ہندوستان میں رہ جانے والے پینتالیس ملین مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ ہے۔

پاکستان کی معیشت ان مسلمانوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہے۔ اس لیے انھیں ہندوستان میں ہی رہنا پڑے گا۔ تاہم ہمیں یقینی بنانا ہوگا کہ حکومت ہندوستان ان کے مفادات کا تحفظ کرے"۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

پاکستان ٹائمز کو انٹرویو

پاکستان ٹائمز لاہور کے خصوصی نامہ نگار م۔ ش۔ نے چوہدری رحمت علی کے مستقبل کے عزائم کے حوالے سے حسب ذیل انٹرویو کیا جو 20 مئی 1948ء کی اشاعت میں شائع ہوا:

"صوفی منش، چھ فٹ لمبے، پچپن سالہ، کنوارے چوہدری رحمت علی جو پاکستان سکیم کے مشہور و معروف موجد ہیں۔ اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ 3 جون کے پلان کو ہو سکے تو باہمی مفاہمت سے اور ضروری ہو تو ایسی مفاہمت کے بغیر ختم کر دیا جائے۔ انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ ہم ایسا کرنے کی طاقت اور ذرائع رکھتے ہیں۔ آپ حال ہی میں انگلستان میں ساڑھے سترہ سال قیام کرنے کے بعد واپس لاہور پہنچے ہیں۔ چوہدری صاحب کو اپنا مافی الضمیر انگریزی زبان میں بیان کرنے میں مہارت تامہ حاصل ہے چنانچہ وہ اپنے سیاسی اصولوں اور عقائد کی تشریح نہایت مؤثر اور زور دار طریقہ سے کرنے پر قادر ہیں۔ آپ نے ایک خصوصی انٹرویو میں مجھے فیصلہ کن انداز میں بتلایا:

"میں مسلم لیگ کے دائرہ سے باہر اپنا کام شروع کرنے والا ہوں۔ میرے کام کی بنیاد یہ ہے کہ 3 جون کے پلان کو مکمل طور پر مسترد کر دیا جائے اور ہندوستان میں مسلمانوں کی حفاظت کے مسائل پر از سر

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

نو غور کیا جائے"۔ چوہدری صاحب نے زور دار لہجے اور باوقار الفاظ میں کہا کہ ہرگز ہرگز ہم اپنے چار کروڑ سے زائد بھائیوں کو نہیں بھلا سکتے جو ہندوستان میں رہ گئے ہیں۔

جب چوہدری صاحب سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا ہندی مسلمانوں کو خود مختار ریاستوں میں بانٹنے سے مزید مشکلات کا سامنا نہیں ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ شروع شروع میں مشکلات ضرور درپیش ہوں گی لیکن انجام کار میری تجاویز کے مطابق مختلف مسلم ریاستوں کا وجود میں آنا ہی مسلمانوں کی بہترین ضمانت ثابت ہوگا۔ چوہدری صاحب نے انکشاف فرمایا کہ میں عنقریب ہمدردوں اور دوستوں کا اجتماع پاکستان بھر سے طلب کر رہا ہوں تاکہ پاکستان کی قومی آزادی کی تحریک پورے زور سے شروع کرنے کا مکمل پروگرام بنا سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح میں اپنی اس قسم کو تازہ کروں گا کہ میں اس مقصد کو حاصل کر کے رہوں گا اور یا پھر اس تگ و دو میں اپنی جانِ عزیز قربان کر دوں گا۔

چوہدری صاحب نے اپنی مجوزہ تحریک کی بنیاد حسب ذیل باتوں پر بتلائی:

۱۔ پاکستان کی مکمل علاقائی تعبیر۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

۲۔ ہندی مسلمانوں کے لیے ہند میں خود مختار مسلم ریاستوں کا قیام۔

۳۔ عالمی طور پر اسلامی اخوت کی ترتیب و تربیت تاکہ وہ انسانیت کی تمام موجودہ مشکلات حل کرنے میں اپنا تاریخی کردار ادا کر سکے۔

۴۔ فی الحال مسلمانوں کے فوری مسائل، مہاجرین کی تسلی بخش بحالی اور کشمیر و فلسطین کے جہاد آزادی کو کامیابی کی منزل تک پہنچانا ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں ایسا شخص ہر گز نہیں ہوں کہ برسر حکومت افراد سے مخاصمت مول لوں۔ بلکہ میں تو ان کا ممنون ہوں کہ وہ ہم مسلمانوں کے لیے اتنا کچھ کر پائے ہیں اور جن امور کی تکمیل میں ان لوگوں کی مساعی نامکمل رہیں۔ ان میں مجھے ان حضرات سے ہمدردی ہے۔

مہاجرین کی آبادکاری کے سلسلہ میں چوہدری صاحب نے فرمایا کہ حکومت کو ایک لحہ کے لیے بھی توقف کیے بغیر ملک کے بنیادی اقتصادی ڈھانچے تک میں ضروری تبدیلیاں عمل میں لا کر مہاجرین کو آباد کرنا چاہیئے۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

فلسطین اور کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ موجودہ سال لازماً فلسطین اور کشمیر دونوں کی تاریخ میں فیصلہ کن ثابت ہوگا۔ ہم سب کا اولین فرض ہے کہ ان دونوں ریاستوں میں جنگ آزادی کو کامرانی سے ہمکنار کرنے کے لیے تن من دھن سے جدوجہد کریں۔ میں اپنے ملکی حکام سے اپیل کروں گا کہ وہ حالات کا پورا اندازہ کریں اور ان سے عہدہ برآء ہونے کے لیے اولین فرصت میں موثر قدم اٹھائیں۔

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے چوہدری صاحب نے فرمایا کہ ان کو پاکستان کی پارلیمانی سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں کیونکہ یہ میرے ضمیر کے خلاف ہے کہ ایک غیر مسلم بادشاہ سے وفاداری کا حلف اٹھاؤں"۔

چوہدری رحمت علی، پاکستان میں رہ کر صحافت کے ذریعے سے ملک و قوم کی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے رسالہ جات کے ڈیکلریشن حاصل کرنے کی ذمہ داری انھوں نے دارا قریشی کو سونپی۔ وہ لکھتے ہیں:

"راقم الحروف کو پہلی بار موصوف سے شرف ملاقات حاصل ہوا اور اس کے بعد قریباً روزانہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور وہ مجھ پر اس قدر لطف فرما ہوئے کہ اپنے آئندہ کے تکمیل پاکستان کے منصوبے میں مجھے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

شریک کار بنانے پر آمادگی کا اظہار فرمایا۔ میرے ذمہ ابتداءً یہ کام سپرد کیا کہ میں حکومت پنجاب سے مندرجہ ذیل رسالہ جات کا ڈیکلریشن اپنے ہی نام پر حاصل کر لوں:

ہفتہ وار	پاک ایشیاء	انگریزی۔ اردو
سہ ماہی	پاک ایشیاء	انگریزی۔ اردو

مذکورہ بالا ڈیکلریشن کے سلسلے میں انھوں نے پیر احسن الدین کو فون کیا جو اس وقت وزیراعظم پنجاب نواب ممدوٹ کے سیکریٹری تھے کہ وہ جلد سے جلد یہ ڈیکلریشن دلوانے میں میری مدد کریں چنانچہ میں نے ضابطے کے مطابق مطلوبہ فارم پُر کر کے ڈپٹی کمشنر لاہور کے دفتر میں داخل کرائے اور ایک ہفتے کے بعد ڈپٹی کمشنر اور پیر احسن الدین کے دفاتر میں ہر تیسرے چوتھے روز حاضری دینا معمول بنا لیا اور چوہدری رحمت علی صاحب کی خدمت میں اپنی ناکامی کی رپورٹ دیتا رہا۔۔۔۔۔" (99)

قائداعظم کی رحلت

محمد علی جناح نو آزاد وطن کے گورنر جنرل ہو کر بھی نوابزادہ لیاقت علی خاں کے ہاتھوں کتنے بے بس تھے۔ علاج معالجے کی اچھی سہولتیں تو در کنار انھیں تو

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

ایک عام موزونیت کی ایمبولینس بھی میسر نہ آسکی۔ متعدد مستند حوالوں سے یہ بات بھی منظر پر آچکی ہے کہ ایام بیماری میں ان کی جلد رحلت کو یقینی بنانے کے لیے انھیں زہر دینے کی بھی کوشش کی گئی۔ قائداعظم ہم سے جدا ہوگئے۔ چوہدری رحمت علی بہت روئے اور کئی دنوں تک افسردہ رہے۔

محمد علی جناح کے انتقال کے بعد نوابزادہ لیاقت علی خان، چوہدری رحمت علی کے بیورو کریسی، سیاسی زعماء اور بڑے بڑے خاندانوں سے گھرے اور وسیع رابطوں کی بناء پر اُن سے ازحد پریشان و خائف رہتے تھے۔ چوہدری رحمت علی مہاجرین کی آبادکاری میں بے ضابطگیوں، حکومت کی عدم دلچسپی اور غلط ترجیحات کی بناء پر بہت سخت رویہ اپنائے ہوئے تھے۔ چوہدری رحمت علی کو اس بات کا بہت دکھ تھا کہ مشرقی پنجاب سے آنے والے مہاجروں کو حالات کے رحم و کرم پر پورے پنجاب کے اضلاع میں منتشر کر دیا گیا جب کہ ایک دوسرے صوبے سے آنے والے تمام مہاجرین کو صرف ایک ضلع میں ہی تمام سہولتیں فراہم کر دی گئیں۔ ملکی حالات پر نظر رکھنے والوں کا خیال ہے کہ ایسا لیاقت علی خان نے پاکستان میں اپنا ایک حلقۂ انتخاب قائم کرنے کی غرض سے کیا۔

نوبزادہ لیاقت علی خان کے چوہدری رحمت علی کے ساتھ ناروا رویے پر ماتم کرنے والوں کو ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ جس شخص نے اپنے محسن قائداعظم کو معاف نہیں کیا۔ ان کی علالت کے دوران مناسب علاج کی سہولتیں فراہم نہیں

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کیں اُس سے چوہدری رحمت علی کے حق میں کس خیر کی توقع کی جا سکتی تھی۔ قائداعظم کے ذاتی معالج کرنل الٰہی بخش کے حوالے سے سرحد سے تعلق رکھنے والے سابق وزیر تعلیم یحییٰ جان انکشاف کرتے ہیں کہ:

"قائداعظم کی علالت کے دوران کوئٹہ میں جب دوا ختم ہو جاتی تو دس دس روز تک دوا فراہم نہیں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ قائداعظم کے ایکسرے کی ضرورت تھی۔ میو ہسپتال لاہور کو خط لکھا گیا کہ وہ ایک پورٹیبل مشین بھیج دے لیکن نہ تو خط کا کوئی جواب آیا اور نہ ہی مشین بھیجی گئی۔ کراچی ایئرپورٹ پر بھیجی جانے والی ایمبولینس جب راستہ میں خراب ہو گئی تو دوسری گاڑی کے انتظار میں قائداعظم کو اسٹریچر پر لٹا کر سڑک کے کنارے رکھا گیا۔ دوسری ایمبولینس بھی پرانی تھی۔ قائداعظم کی علالت کے دوران کوئٹہ میں اطلاع ملی کہ وزیراعظم لیاقت علی خان قائداعظم کو ملنے آ رہے ہیں۔ جوں ہی جناح کا لیاقت علی خان سے سامنا ہوا۔ وہ بھڑک اٹھے اور لیاقت علی خان سے کہا کہ تم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو۔ تمہیں میں نے وزیراعظم بنایا ہے۔ تمہارا خیال ہے کہ پاکستان تم نے بنایا ہے۔ پاکستان میں نے بنایا ہے۔ قائداعظم غصہ کی حالت میں تھے۔ ڈاکٹر، لیاقت علی خان کو باہر لے آیا۔ لیاقت علی خان

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

برآمدے میں آ گئے اور بلند آواز میں قہقہہ لگا کر کہا کہ بڈھے کو اب اپنے بلنڈر کا پتہ چلا ہے۔ جب ڈاکٹر واپس قائداعظم کے کمرہ میں گئے تو فاطمہ جناح نے جو قائداعظم کے سرہانے کھڑی تھیں کہا کہ لیاقت علی خان اپنی آنکھوں سے یہ دیکھنے آئے تھے کہ قائداعظم کے اور کتنے دن باقی ہیں"۔(100)

لیاقت علی خان، ایک حقیقی آمر کی شکل دھار چکے تھے۔ قائداعظم کی بیماری کے دوران ہی وزیراعظم اور گورنر جنرل کے تمام اختیارات ان کی ذات میں مرکوز ہو چکے تھے۔ خود پسندی کی انتہاء یہ تھی کہ وہ اصلاح احوال کی تجویز کو بھی خود پر تنقید تصور کرتے تھے۔

چوہدری رحمت علی کو خاموش رکھنے کی غرض سے لیاقت علی خان نے سابق وزیر اطلاعات عبدالوحید خان کو بتایا کہ "ہم انھیں کسی ملک میں سفیر مقرر کرنا چاہتے تھے لیکن انھوں نے انکار کر دیا"۔(101)

چوہدری رحمت علی سے چھٹکارا حاصل کرنے کا پروگرام بنا لیا گیا۔ اشارہ ملتے ہی متعلقہ ایجنسیاں حرکت میں آ گئیں۔ چوہدری صاحب کے ایک دوست کو اعتماد میں لیا گیا تاکہ کام تمام ہونے پر آقاؤں کے لیے مشکل پیش نہ آئے۔ ڈاکٹر کے عزیز، چوہدری صاحب کی پرائیویٹ سیکریٹری مس فراسٹ سے انٹرویو

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

"انھیں شک تھا کہ ایک دوست کی جانب سے ان کے اعزاز میں ڈنر کی دعوت کے دوران انھیں زہر دینے کی کوشش کی گئی۔ انھیں یقین تھا کہ ایسا حکومت کی ایما پر کیا گیا۔ وہ بچ نکلے لیکن ان کا دل کرچی کرچی ہو گیا"۔[102]

نوابزادہ لیاقت علی خان نے ایک پنجابی آئی سی ایس آفیسر محمد مسعود کو اپنا خصوصی پیغام دے کر ڈاکٹر یار محمد خان کے پاس بھیجا کہ "وہ چوہدری رحمت علی کو ملک چھوڑ دینے پر قائل کریں بصورت دیگر نہ صرف چوہدری صاحب کو سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کرلیا جائے گا بلکہ ان کے خلاف بھی کارروائی عمل میں لائی جائے گی"۔[103]

چوہدری رحمت علی حکومت وقت کے عزائم بھانپتے ہوئے اپنے یار غار ڈاکٹر یار محمد خان سے رخصت لے کر بیگم شائستہ اکرام اللہ اور اقبال شیدائی کے ہمراہ یکم اکتوبر 1948ء کو آبدیدہ دل کے ساتھ اپنے خوابوں اور تصور کی سرزمین سے رخصت ہو گئے۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

اقوام متحدہ کے نام اپیل

چوہدری رحمت علی نے بھارت میں مقیم مسلمانوں کے قتل عام اور زبوں حالی کے پیش نظر آزادی کی پہلی سالگرہ کے موقع پر 15 اگست 1948ء کو 9 صفحات پر مشتمل اپیل بعنوان The Muslim Minority in India & Saving Duty of The U.N.O. سیکریٹری جنرل اقوام متحدہ کے نام ارسال کی۔ انھوں نے اقوام متحدہ سے ہندوستان کے اندر انسانی حقوق کی شدید خلاف ورزیاں رکوانے کی استدعا کرتے ہوئے تحریر کیا کہ مسلمانوں کو قتل یا خود کشی پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ مسلمان والیان ریاست قیدی یا کٹھ پتلی بنائے جا رہے ہیں۔ نواب آف جونا گڑھ کو ریاست چھوڑ کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا گیا۔ نظام حیدر آباد کی ریاست انڈین آرمی نے فتح کر لی ہے۔ دوسری ریاستیں بھی نقشہ سے مٹا دی گئیں۔ عام مسلمان بھی فائرنگ سکواڈ اور کلہاڑا بردار ہندوؤں کے خوف میں مبتلا ہے۔

چوہدری رحمت علی نے اقوام متحدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ کیا یو این او اپنے چارٹر کا احترام کرتے ہوئے اپنی ڈیوٹی سرانجام دے گی۔ مزید تاخیر مسلمانوں کے لیے مہلک ثابت ہوگی۔ نسل کشی (Genocide) کے واقعات ہونے اور ان کی تحقیقات کے لیے فوری کمیشن روانہ کیا جائے۔ چوہدری رحمت علی نے یہ اپیل اپنے لاہور میں قیام کے دوران پوسٹ بکس نمبر 111 کے پتے سے

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

آل دینیہ ملی لبریشن موومنٹ کے بانی صدر کی حیثیت سے ارسال کی جسے بعد میں کیمبرج سے باقاعدہ ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا گیا۔(104)

چوہدری رحمت علی کیمبرج پہنچنے کے بعد پیرس گئے جہاں اقوام متحدہ کا اجلاس جاری تھا۔ آپ نے متعدد مندوبین اور صحافیوں سے ملاقاتیں کیں۔ بعض ملاقاتوں میں اقبال شیدائی بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ان وفود نے چوہدری رحمت علی کو اپنی تمام تر حمایت کا یقین دلایا۔ اس موقع پر اپنا ہمنوا بنانے کے لیے چوہدری صاحب نے احمد خشاب پاشا وزیر خارجہ مصر، ریاض سلطان وزیراعظم لبنان، ڈاکٹر فارس الخوری، شام، سالم سارپر، ترکی، نصراللہ انتظام، ایران، شیخ حافظ وہاب، سعودی عرب، وغیرہ وغیرہ سے ملاقاتیں کیں۔(105)

چوہدری رحمت علی نے سر ظفر اللہ خان کی زیر قیادت پاکستانی وفد سے ملاقات کی کوشش بھی کی لیکن پاکستانی وفد ملاقات میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرتا رہا۔ اس طرح چوہدری رحمت علی نے پاکستان کے حق میں فضا جتنی سازگار بنائی تھی اس حمایت کا خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھایا جاسکا۔ چوہدری رحمت علی تحریر کرتے ہیں:

"اس موقع پر پاکستانی وفد کا ایک رکن انڈین وفد سے قادیان پاکستان کے حوالے کرنے کی بابت مذاکرات کرتا رہا۔ قادیان کو ہندوستان سے جدا کر کے پاکستان کے حوالے کرنے کے عوض اقوام متحدہ میں زیر غور

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

حیدر آباد اور کشمیر کے تنازعوں میں پاکستانی رویے اور مؤقف میں تبدیلی کے ذریعے تلافی کا وعدہ کیا گیا تھا لہٰذا ان مذاکرات کو ناکامی سے بچانے کے لیے۔ وفد نے میرے مشن میں کوئی دلچسپی نہ لینے کا فیصلہ کیا"۔ (106)

چوہدری رحمت علی نے اقوام متحدہ میں مسلم وفد سے مایوس ہو جانے، بھارت میں مسلمانوں کی نسل کشی اور ان کی حق تلفی کے پیش نظر اقوام متحدہ اور دنیا کے تمام ممالک کے نام کھلا خط The Minority in India and the Dinian Mission to the U.N.O. 20 دسمبر 1948ء کو شائع کیا جسے 1949ء میں دوبارہ شائع کیا گیا۔

چوہدری رحمت علی نے انگریز بنیاء اتحاد، مسلمان قیادت کے بعض غلط فیصلوں، قیام پاکستان کے بعد لوٹ مار، مہاجرین کی بدحالی، گرتی ہوئی معیشت، پاکستان سے مشرقی پنجاب، دھلی ڈویژن، جموں و کشمیر، مغربی بنگال اور آسام جیسے مسلم اکثریت والے خطوں کی علیحدگی کو شدید ذہنی کرب کے ساتھ محسوس کیا۔ انھوں نے اس کٹے پھٹے اور نامکمل پاکستان کو پاستان کا نام دیا۔ اپنے آئندہ کے عزائم الغرض حکومت وقت کو راہنما اصولوں پر مشتمل مشوروں پر مبنی اپنی زندگی کا 63 صفحات پر مشتمل آخری پیغام Pakistan or Pastan? Destiny or Disintegration? 28 جنوری 1950ء کو شائع کیا۔ (107)

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

علالت اور رحلت

چوہدری رحمت علی ایک طویل عرصہ تک 16 مونٹیگو روڈ کیمبرج پر رہائش پذیر رہے۔ ان کی تحریک پاکستان کے حوالے سے تمام خط و کتابت بھی اسی پتے پر ہوتی رہی۔ چوہدری صاحب نے جب اپنی رہائش چیری ہنٹن روڈ پر منتقل کی تو سابقہ مالکہ مکان مس اے واٹسن کو اس امر پر آمادہ کیا کہ ان کا خط و کتابت کا پتہ حسب سابق وہی رہے گا لہذا چوہدری صاحب بلاناغہ اپنی سابقہ رہائش پر آتے اور اپنی ڈاک لے جاتے۔

ڈاکٹر کے کے عزیز، مس واٹسن سے انٹرویو کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

"چوہدری رحمت علی 29 جنوری 1951ء کو مس واٹسن کی رہائش پر شام کے وقت آئے۔ اس وقت شدید سردی، تیز ہوا اور موسلادھار بارش ہو رہی تھی۔ رحمت علی اپنا اوور کوٹ پہننا اور چھتری ہمراہ لانا بھول گئے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ بھیگ گئے اور ان کا جسم کانپ رہا تھا"۔(108)

چوہدری صاحب سردی لگ جانے کے باعث بیمار پڑ گئے اور طبیعت

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

زیادہ خراب ہو جانے کے باعث 31 جنوری کو انھیں ایولن نرسنگ ہوم کے کمرہ نمبر 28 میں داخل کروا دیا گیا۔ یہاں Dr. Leslie Cole نے ان کی جان بچانے کی سر توڑ کوششیں کیں۔ بہترین علاج کی سہولتیں بہم پہنچائی گئیں لیکن سردی کا بخار شدید نمونیئے میں تبدیل ہو چکا تھا۔ بالآخر برصغیر کے مسلمانوں کی آزادی کی جنگ جیتنے والا اپنی ہی زندگی کی جنگ ہار گیا اور 3 فروری 1951ء کو ایک بجے دوپہر راہی ملک عدم ہوا۔(109)

چوہدری رحمت علی کے انتقال کے وقت انگلینڈ میں پاکستان ہائی کمشن نے بھی مجرمانہ خاموشی اپنائے رکھی۔ نرسنگ ہوم میں قیام اور علاج کے تمام تر اخراجات کیمبرج یونیورسٹی میں ہاؤس ماسٹر اور چوہدری صاحب کے دوست جناب ای۔ ویلبورن نے اپنی گرہ سے ادا کیے۔ چوہدری صاحب کی تدفین کی بابت پروفیسر ای ویلبورن بتاتے ہیں کہ:

"تدفین کے انتظامات کے لیے کوئی مجاز شخص نظر نہ آتا تھا۔ کالج کی جانب سے میں نے Messrs Eaden Lilley & Co. کو نیو مارکیٹ روڈ سیمیٹری میں اس طرح تدفین کے انتظامات کرنے کا اختیار دے دیا تاکہ کل کو کوئی مجاز شخص کسی دوسری جگہ تدفین کرنا چاہے تو کر سکے"۔(110)

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

چوہدری رحمت علی کی قبر کا نمبر B-8330 ہے۔ چوہدری رحمت علی نے اپنی تمام کتب، مسودوں اور دیگر تحریری کاموں کے لیے اپنی وصیت بحق ڈاکٹر یار محمد خان تحریر فرما دی تھی۔

میری نماز جنازہ پڑھائی غیروں نے
مرے تھے جن کے لیے وہ رہے وضو کرتے

****

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

حوالہ جات

1. "Evolution of Pakistan" by Syed Sharifuddin Pirzada(1963), p.38.
2. Ibid., p. 49.
3. Ibid., p. 42.
4. Ibid., p. 55.
5. Ibid., p. 58.
6. Ibid., p. 85.
7. "Pakistan --- The Fatherland of the Pak Nation" by Ch. Rahmat Ali (Pakistani Edition-Lahore), 1978, p. 214.
8. Ibid.,
9. "The Struggle for Pakistan" by Syed Ishtiaq Hussain Qureshi, p. 99.
10. Ibid., p. 100.
11. "Evolution of Pakistan" by Syed Sharifuddin Pirzada, p. 95.
12. Ibid., p. 91.
13. Ibid., p. 83.

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

14. Ibid., p. 97.

15. Ibid., p. 124.

16. Ibid., p. 109.

17. "The Pakistan Resolution" by Latif Ahmad Sherwani, p.1.

18. Ibid.,

19. "Evolution of Pakistan", p. 263.

20. Ibid., p. 151.

21. Ibid., p. 153.

22. Ibid., p. 175.

23. Ibid., p. 162.

24۔ خطبہ الہٰ آباد کا متن وزارت اطلاعات و نشریات، حکومت پاکستان کی نظامتِ مطبوعات کا شائع کردہ ہے۔

25. "Evolution of Pakistan", p. 122.

26۔ روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی، 23 مارچ 1990ء۔

27. "Freedom at Midnight" (London-1975), p. 101.

28۔ "زندہ رُود - حیات اقبال کا اختتامی دور"، از جسٹس (ریٹائرڈ) جاوید اقبال، صفحہ 413۔

29۔ ایضاً۔

30۔ ملاحظہ ہو حیدر آباد ٹریبونل میں داخل کردہ خان عبدالولی خان کا تفصیلی وضاحتی جواب۔

31. The Pakistan Times, May 7, 1967.

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

32. "Thoughts on Pakistan" by B.R. Ambedkar, p.326.

33۔ روئیداد اقلیتی سب کمیٹی، پہلی گول میز کانفرنس (انگریزی) صفحات 60-61.بحوالہ زندہ رُود --- حیات اقبال کا اختتامی دور از جسٹس (ریٹائرڈ) جاوید اقبال، صفحہ 396۔

34. "Evolution of Pakistan" p. 135.

35. "Rahmat Ali-A biography", Dr. K.K. Aziz, p. 96.

36. "Declaration of Pakistan" (London - 1990) p. 6.

37۔ روزنامہ نوائے وقت، 28 جون 1964ء، مزید ملاحظہ ہو "چوہدری رحمت علی اور تحریک پاکستان" عبدالحمید، صفحات 71,70۔

38. "Rahmat Ali-A biography", Dr. K.K. Aziz, p. 133.

39۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، 27 جون 1964، مزید ملاحظہ ہو "چوہدری رحمت علی اور تحریک پاکستان" از عبدالحمید، صفحہ 51۔

40. "The Forgotten Hero Who gave Pakistan its name", Daily Muslim, Feb. 2, 1981.

41. "Now or Never" as reproduced in "Evolution of Pakistan", pp. 263 - 269.

42۔ "کلیاتِ مکاتیبِ اقبال" (جلد سوئم)، سید مظفر حسین برنی، اردو اکادمی، دہلی، صفحات 246تا 248، مزید حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو "زندہ رُود --- حیات اقبال کا اختتامی دور"، صفحہ 415۔

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

43۔ "انوارِ اقبال"، بشیر احمد ڈار، صفحات 209-208، مزید ملاحظہ ہو "کلیاتِ مکاتیبِ اقبال" (جلد سوئم) مرتبہ سید مظفر حسین برنی، صفحات 287 تا 291۔

44۔ "کلیاتِ مکاتیبِ اقبال"، مرتبہ سید مظفر حسین برنی، صفحہ 472، مزید حوالہ کے لیے "اقبال -- ان کے سیاسی نظریات چوراہے پر" مرتبہ اے حسن، علی گڑھ، صفحہ 80۔

45۔ "کلیاتِ مکاتیبِ اقبال"، صفحات 566 تا 568۔

46۔ "کلیاتِ مکاتیبِ اقبال" صفحات 474-473، خط کا عکس ملاحظہ ہو روزنامہ جنگ راولپنڈی، اقبال ایڈیشن، 21۔ اپریل 1982ء۔

47. " Pakistan - Fatherland of the Pak Nation", Ch. Rahmat Ali, p. 222.

48. Ibid.

49. Ibid., pp. 222-223.

50. Ibid., p. 223.

51. Ibid., pp. 223 - 225.

52. Ibid., p. 227.

53. Ibid.

54. Ibid.

55. Rahmat Ali - A biography, p. 86.

56. Ibid., p. 87.

57. Ibid., pp. 86-87.

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

58۔ "اب یا کبھی نہیں" اردو ترجمہ از عقیل عباس جعفری، ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی، 19 مارچ 1990ء صفحہ 18۔

59. Pakistan - Fatherland of the Pak Nation, pp. 224-225.

60. "Rahmat Ali - A biography", p. 89.

61۔ "ایک مراسلہ جس نے برصغیر کا نقشہ بدل دیا"، عقیل عباس جعفری، ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی، 19 مارچ 1990ء، صفحہ 18۔

62. "Pakistan-Fatherland of the Pak Nation", p. 214.

63. Ibid.

64۔ کاروان شوق، حکیم آفتاب احمد قرشی، ادارہ تحقیقات پاکستان، پنجاب یونیورسٹی لاہور، صفحہ 44۔

65. "Rahmat Ali - A biography", p. 44.

66. Ibid., p. 5.

67. The Pakistan Times, Lahore, May 3,1964.

68. Pathway to Pakistan, Ch. Khaliquzzaman, p. 200.

69۔ چوہدری رحمت علی از مقبول احمد انصاری، روزنامہ جنگ، 18 فروری 1979ء۔

70۔ "باتیں چوہدری رحمت علی"، سیارہ ڈائجسٹ لاہور، مارچ 1978ء۔

71۔ "چوہدری رحمت علی کی زندگی کے آخری ایام"، ڈاکٹر غازی مجاہد، روزنامہ نوائے وقت، 23 مارچ 1981ء۔

72۔ "چوہدری رحمت علی نے غیر ممالک میں رہ کر جنگ آزادی لڑی" مختار علی رحمانی ایڈووکیٹ، روزنامہ جنگ، 14۔اگست 1978ء۔

73۔ ایضاً

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

74. Evolution of Pakistan, p. 141.

75. Rahmat Ali - A biography, p. 138.

76. Ibid.

77. Ibid., p. 139.

78۔ ہفت روزہ گوجر گزٹ لاہور (چوہدری رحمت علی نمبر) 4 مارچ 1954ء۔

79۔ ایضاً۔

80۔ ایضاً۔

81. "My Reminiscences of Ch. Rahmat Ali", Prof. S.M. Jamil Wasti, page 142.

82۔ "چوہدری رحمت علی مرحوم" (کتابچہ)، مختار علی رحمانی ایڈووکیٹ، صفحہ 8۔

83. Rahmat Ali - A Biography, p. 145.

84. "Pathway to Pakistan" Ch. Khaliquzzaman, (Lahore - 1961), p. 200.

85. Ibid.

86۔ چوہدری رحمت علی مرحوم (کتابچہ)، مختار علی رحمانی ایڈووکیٹ، صفحہ 9۔

87۔ "قیام پاکستان اور ایک عام آدمی - ملک احمد خان"، از محمد قیوم اعتصامی، روزنامہ نوائے وقت، 7 جون 1975ء۔

88۔ ایضاً۔

89. "Presidential Address", Delhi, Session of All-India Muslim League, April 1943, pp. 34-35, as

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

reproduced in "Evolution of Pakistan" by Syed Shariffaddin Pirzada, pp. 31-32.

90. "The Forgotten Hero who gave Pakistan its name ", by A.T. Ch. The Daily Muslim, Feb 2,1981.

91. "Rahmat Ali - A Biography", pp. 224-225.

92. Ibid., p. 245.

93. "Pakistan - Fatherland of the Pak Nation" p. 353.

94. Ibid., First Pakistani edition of the book was published by M/s Book Traders, P.O. Box No. 1854, Lahore.

95. "Pathway to Pakistan", Ch. Khaliquzzaman, (Lahore-1961), p. 201.

96. "Rahmat Ali - A Biography", p. 298.

97. Ibid.

98. "My Reminiscences of Ch. Rahmat Ali", Prof. S.M. Jamil Wasti, p. 87.

99۔ روزنامہ پاکستان لاہور (چوہدری رحمت علی نمبر) 12 فروری 1991ء۔

100۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی، 9 اپریل 1982ء، (خبر بعنوان انکشاف)۔

101. "Rahmat Ali - A Biography", p. 305.

102. Ibid., p. 303.

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

103. Ibid.

104 Ibid., p. 308.

105. Ibid., p. 346.

106. Ibid., pp. 317-318.

107. Ibid., pp. 319-320.

108. Ibid., p. 342.

109. Ibid., pp. 342-343.

110. "My Reminiscences of Ch. Rahmat Ali" pp. 16-17.

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM

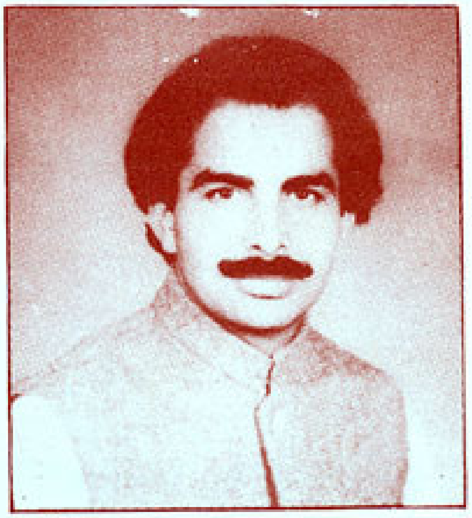

چوہدری محمد اشرف ایڈووکیٹ کے ساتھ تعلق کی عمر ایک عشرے سے زیادہ ہو چکی۔ ہماری عمروں کا تفاوت بہت زیادہ۔ میں ۷۰ ویں سال کی سیڑھی پر قدم رکھ چکا جب کہ وہ ۳۵ سال کا جواں۔ ذہنی ہم آہنگی حیران کن ہے۔ اکثر محسوس ہوا کہ اس نے بہت کم عرصے میں مجھ برابر سفر طے کر لیا۔ زندگی کی دوڑ میں آگے بڑھنے کے جنون میں تقریباً ایک درجن سے زائد ادنیٰ سے اعلیٰ ملازمتیں حاصل اور ترک کرتا رہا۔ وہ کہتا تھا کہ جائز ایک روپیہ زائد تنخواہ یا ایک بالائی سکیل مِل جائے موجودہ ملازمت چھوڑ دوں گا۔ اس طرح سینئر کلرک، اسسٹنٹ، انکم ٹیکس انسپکٹر، بینک آفیسر، اسسٹنٹ ایڈمن آفیسر اور ایڈمنسٹریٹو آفیسر طرز کی ملازمتیں اس پر نوعمری ہی میں مہربان ہوتی رہیں اور وہ آگے بڑھتا رہا۔ ملازمت میں جمود محسوس کیا۔ استعفیٰ تیار تھا۔ وکالت شروع کر دی۔ وکالت میں بھی نام اور وقار کمایا۔ ذریعۂ اظہار کی ضرورت پڑی کہ کسمپرسی میں مبتلا سرکاری ملازمین اور غریب عوام کے مسائل کو زبان دی جائے تو اکتوبر ۱۹۹۳ء کے عام انتخابات میں کود پڑا۔ کوئی پیسہ خرچ نہیں کیا۔ دوست احباب نے لاکھوں کے وسائل مہیا کر دیئے۔ تھانوں میں ہلاکت کا نوٹس لیا تو دارالحکومت کی تاریخ میں پولیس افسران کے خلاف پہلا مقدمۂ قتل درج کروا دیا۔ ہر لمحہ حقوقِ انسانی کے لیے کوشاں۔ سرکاری تربیت پر چھ ماہ کے لیے لاہور گیا تو نوجوانوں کی ایک ملک گیر اور متحرک تنظیم تشکیل دے کر اس کا ماہنامہ ترجمان اپنی ادارت میں شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ میرے ساتھ ماہنامہ ملاپ کے اعزازی مینجنگ ایڈیٹر کے طور پر بھی کام کیا۔ ناممکن اور مایوسی کو اپنی لغت سے خارج کر رکھا ہے۔ چٹان کی طرح مستقل مزاج۔ کسی کام کو ہاتھ نہیں ڈالا اور اگر وعدہ کیا تو کوئی وجہ نہیں کہ پورا نہ ہو۔ مجھے اشرف میں کچھ کر گزرنے کا ہیجان، اُبال اور عزم محسوس ہوتا ہے۔ اس کی شعلہ بیانی کا مداح تو ہوں لیکن تاریخ کے اس قدر گہرے ادراک کا اندازہ نہ تھا۔ زیرِ نظر کتاب کا مطالعہ بتاتا ہے کہ وہ ایک اچھا مورخ اور مصنّف ہی نہیں بلکہ سرخیل قسم کا نثر نگار، صحافی اور ادیب بھی ہے۔ پاکستان کی دھرتی سے عشق کی حد تک پیار کرتا ہے۔ پاکستانیت اور قومیت پر گھنٹوں مدلّل گفتگو اسی کا خاصہ ہے۔ پاکستان کے حقیقی محسنوں کو فراموش کر دینا اس کے نزدیک غداریِ وطن کا ارتکاب ہے۔ اُمید ہے زیرِ نظر کاوش علمی حلقوں میں دادِ تحسین پائے گی۔

بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) نذیر احمد

سابق ڈائریکٹر آرمی ایجوکیشن (جی ایچ کیو)

اِسلام آباد

GUJJARLIBRARY.WORDPRESS.COM